

# ملاكم

عليه الحق حقي



سٹر سٹردلچسپ، ورق ورق شیطانی ذہانت رکھنے والے کلاکار کی

ناقابلِ فراموش کہانی

# کلاکار

علیم الحق حقّی

ناشر

علی میاں پبلی کیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون ۷۲۴۷۱۴

گناہ جیسی سیاہ رات گزر گئی تھی۔ دپک پٹیل کو یوں لگا جیسے رات کے ساتھ وہ خود بھی گزر گیا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر جمائی لی۔ اسے اپنا جسم کھوکھلا محسوس ہوا۔ مسلسل بے نوشی اور اس پر جسمانی آوارگی۔ اگر کھوکھلا ہونے کا احساس نہ ستاتا تو حیرت کی بات ہوتی۔ اس نے بستر پر اپنے برابر بکھری ہوئی بیلا کو دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی لیکن دنیا میں خوب صورتی کی کمی نہیں ہے۔ اس لئے صرف خوب صورتی کو اہمیت وہ لوگ دیتے ہیں جنہیں وہ میسر نہیں آتی۔ اس اعتبار سے دپک پیٹ بھرا تھا۔ بیلا کا حسن اسے اچھا لگا تو صرف اس لئے کہ وہ اس کے دشمن پریم راج کا راز تھا..... اور اس نے گزشتہ شب وہ راز دریافت کر لیا تھا۔ بیلا کے حسن میں اطمینان کا گداز اور سکون کی وہ حد تھی جو کامیاب انتقام میں ہوتی ہے۔

پریم راج سے دپک کی نفرت یک طرفہ نہیں تھی۔ محبت ہو یا نفرت، یک طرفہ ہو تو کبھی لطف نہیں دیتی۔ دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی۔ یہ شرط لذت صرف محبت تک محدود نہیں۔ پریم راج اور دپک جب بھی ملتے رسم دنیا کے مطابق مسکرا کر ملتے۔ دپک کو یقین تھا کہ آئندہ ایسے موقعوں پر اس کی مسکراہٹ میں معنویت ہوگی۔ پریم راج عمر بھر اس معنویت کو سمجھنے کی کوشش میں الجھتا رہے گا اور سمجھ نہیں پائے گا۔ بیلا اسے کبھی بتائے گی نہیں۔ آراستہ فلیٹ اور زندگی کی تمام آسائشات کون گنونا چاہے گا۔ دپک خوش تھا کہ جس شراب پر دام پریم راج کے خرچ ہوئے ہیں، اس سے دہری لذت اس نے کشید کی ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آئندہ جب بھی زخم نفرت سے ٹیس انھیں گی، وہ پریم راج کے خرچ پر لذت کشید کرنے اس فلیٹ پر چلا آئے گا۔ اب پریم راج کے لئے

اس کے پاس ہمیشہ ایک گندی مسکراہٹ ہوگی۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ وہ بستر سے اتر اور باتھ روم کی طرف دوڑ گیا۔ وہ نہانے کے دوران اپنا جسم بری طرح رگڑتا رہا۔ ایسے میں کوئی اسے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ وہ اپنے احساس جرم سے پیچھا چھڑا رہا ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ دیکھ پٹیل احساس جرم سے عاری تھا۔ بچپن نے اس کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ اس کی کھال بہت موٹی ہو گئی تھی۔ زندگی کے ابتدائی سخت برسوں نے اس کے وجود کا آپریشن کر کے اس کا وہ غیر مرئی حصہ نکال لیا تھا، جو ہر انسان کے پاس ہوتا ہے..... اور جسے امتحان لوگ ضمیر کا نام دیتے ہیں۔

وہ باتھ روم سے نکلا اور اس نے ریڈیو آن کر دیا۔ اسی لمحے دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز نے اسے دہلا دیا۔ وہ اس وقت اپنے جسم پر صرف ایک توپا لپیٹے ہوئے تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بند دروازے کو تکتا رہا جو اب کسی بھی لمحے کھلنے والا تھا۔ وہ بری طرح دہشت زدہ تھا۔ حلال کہ اس میں دروازہ کھلنے کے بعد کی صورت حال کا تصور کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔

لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ دیکھ کی سمجھ میں دروازہ نہ کھلنے کی وجہ چند لمحے بعد آئی۔ دروازے کا ہینڈل تو گھوم رہا تھا..... لیکن بیلا نے اندر سے دونوں کنڈیاں بھی لگا لی ہوئی تھیں۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور بستر کی طرف پلٹا۔ اگلے ہی لمحے اس نے بیلا کو جھنجھوڑا لایا لیکن وہ نیند میں عجیب عجیب آوازیں نکالتی رہی۔ دیکھ نے اس کے رخساروں پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

دیکھ نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سرگوشی میں پوچھا۔ ”اس فلیٹ کی دوسری چابی کس کے پاس ہے؟“

پہلے تو بیلا کی سمجھ میں بھی نہیں آیا وہ پوری طرح بیدار نہیں ہوئی تھی۔ پھر اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ ”صرف پریم راج کے پاس ہے اس فلیٹ کی چابی۔ ظاہر ہے“ یہ فلیٹ اسی کا ہے۔“

”اب بھگوان۔“ دیکھ نے کراہ کر کہا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ ”مارے گئے بیٹا دیکھ۔“ اس نے خود سے کہا اور پھر بیلا سے پوچھا۔ ”آج یہاں پریم راج کا کیا کام؟“

بیلا پُر سکون ہو گئی۔ ”ارے نہیں۔ آج وہ نہیں آ سکتا مجھے معلوم ہے، وہ نہیں آ سکتا۔“

لیکن دیکھ کو قرار نہیں تھا۔ وہ تصور میں اخبارات کی سرخیاں دیکھ رہا تھا۔ اس کی شہرت داغ دار ہو رہی تھی۔ کیئریر کو گمن لگنے والا تھا۔ پھر اس کی عافیت بھی خطرے میں تھی۔ پریم راج بہت اچھا فاسٹر تھا

اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی۔ بیلا چونک کر اٹھ بیٹھی، جیسے کرنٹ لگا ہو۔ دیکھ تیزی سے کپڑے پہننے میں مصروف ہو گیا۔ دروازے کے ہنسی قفل میں چابی پھر گھوم رہی تھی۔ بیلا بری طرح سم سی گئی۔ دیکھ اپنے موزے تلاش کر رہا تھا، جو صوفے کے نیچے سے برآمد ہوئے۔

”تم اتنے پریشان کیوں ہو؟“ بیلا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”میں نے پریم راج سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی خالہ کے گھر جا رہی ہوں۔ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔ مطمئن رہو۔ میں یہاں موجود ہی نہیں ہوں۔“

دیکھ کا جی چاہا کہ اس کا منہ توڑ دے۔ کیسی احمقانہ باتیں کر رہی تھی..... اور پھر خود کو عقل مند سمجھ رہی تھی۔ اس نے جوتوں کے بند باندھتے ہوئے بڑی نفرت سے کہا۔ ”تمہیں عقل مند تسلیم کرنے میں میرا کوئی ہرج نہیں۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم اس وقت یہاں موجود نہیں ہو تو اندر کی کنڈی کیسے بند ہے؟“

پہلی بار بیلا دہشت زدہ نظر آئی۔ دیکھ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اسے جلد از جلد اس فلیٹ سے نکلنا تھا۔ وہ نشست گاہ کی طرف لپکا۔ اسی وقت کھڑکی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی..... اور اگلے ہی لمحے پریم راج نشست گاہ میں کھلنے والے دروازے کے سامنے تاکھڑا تھا، وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ دیکھ جانتا تھا کہ وہ اس کے فن کی آزمائش کا وقت ہے۔ وہ اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا اور پریم راج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس نے کوشش کی تھی کہ اس کی آنکھوں سے خوف کے بجائے معصومیت جھلکے۔ ”اے پریم راج۔“ اس نے بڑی ”صومیت سے کہا۔ ”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ وہ جانتا تھا کہ زیادہ بولنا ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ پلکیں جھپکائے بغیر پریم راج کی آنکھوں میں دیکھنا ضروری ہے۔

”راجو..... میں بے قصور ہوں۔“ اس وقت دہشت زدہ بیلا نے رحم کی اپیل کی۔ ”اس نے میرے ساتھ زیادتی کی یقین کرو۔..... زبردستی.....“

”شٹ اپ۔“ پریم راج نے غراتے ہوئے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا۔ وہ فرش پر گر پڑی اور بے آواز رونے لگی لیکن تھپڑ زیادہ زور دار نہیں تھا۔ دپیک کو فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ پریم راج غصے میں ہونے کے باوجود احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات پولیس تک پہنچے یہ بات خود دپیک کے لئے تقویت کا باعث تھی۔

”تت..... تو..... تو یہ تمہاری ہے؟“ دپیک نے اپنے لہجے کی معصومیت میں حیرت سموتے ہوئے کہا۔

”یہ راگ مت دینا کہ تمہیں معلوم نہیں تھا۔“ پریم راج غرایا۔

”لو..... مجھے کیسے معلوم ہوتا بھلا۔“ دپیک نے احتجاج کیا۔ ”تمہاری ازدواجی زندگی کی مثال دی جاتی ہے تمہارے تین پیارے پیارے بچے ہیں۔ مجھے کیا معلوم؟ میرے خیال میں تو کسی کو بھی نہیں معلوم ہو گا۔ جو بھی سنے گا حیرت زدہ رہ جائے گا۔“ اس نے نہایت ہوشیاری سے پریم راج کو احساس دلایا کہ ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو بات عام ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے پتے بہت احتیاط کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

پریم راج کی آنکھیں لڑکھڑا گئیں..... پلکیں بری طرح جھپکیں۔ اس کے تصور میں اخبار کی سرخیاں لہرا گئیں۔ ”ابھی میں تمہاری مرمت کروں گا تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔“ اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

لیکن اس کے لہجے میں جان نہیں تھی۔ دپیک جانتا تھا کہ جنہیں مرمت کرنی ہو وہ مطلع کبھی نہیں کرتے۔ اس نے اپنا معصومیت اور بے خبری کا رول کچھ اور آگے بڑھایا۔

”راجو..... سوچو تو مجھے کیسے معلوم ہوتا؟“

”ہاں“ یہ تو ہے اگر تمہیں پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ سب کچھ بہت پہلے ہو گیا ہوتا۔“ پریم راج نے طنز کیا۔

”ممکن ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لڑکی ہی مجھے یہاں پھنسا کر لائی ہے۔ اگر اس نے بتا دیا ہوتا کہ یہ تمہاری ہے تو میں..... لیکن اس نے کہا کہ یہ صرف اتوار کے دن آزاد ہوتی ہے۔ پابند کرنے والے کا اس نے نام ہی نہیں بتایا۔“

اتوار کے حوالے نے پریم راج کو چونکا دیا۔ گویا دپیک سچ بول رہا ہے۔ اس نے بیلا کو گھور کر دیکھا جو نظریں چرا کر رہ گئی۔ اتوار کا دن پریم راج ہمیشہ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے درمیان گزارتا تھا۔ پریم راج نے نیچے گرمی ہوئی بیلا کے لات رسید کی۔ فطری طور پر دپیک نے سچ میں آنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک کرارا ہاتھ اس کے ہصے میں بھی آیا۔ وہ چکرا کے رہ گیا۔ پریم راج سمجھا تھا کہ وہ اس پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا ہے۔

”تمہارے خیر میں ذرا سی شرافت بھی نہیں ہے۔“ پریم راج نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

”تمہاری طرح۔“ دپیک کو بھی غصہ آ گیا۔ ”اپنی بیوی کو کتنی کامیابی سے دھوکا دے رہے ہو۔ تمہیں اس سال ہزینڈ آف دی ایئر کا خطاب ملنا چاہئے۔“

”ابھی بتاتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ پیر توڑ ڈالوں گا.....“

ایک آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ سات بجے والی خبروں کا آغاز ہو گیا تھا۔ پریم راج ریڈیو آف کرنے کے لئے آگے بڑھا، دپیک نے چیخ کر اسے منع کیا۔ پریم راج نے غصے سے پلٹ کر دیکھا۔ اس نے سوچا تھا کہ ریڈیو بند کرنے کے بعد دپیک کی ٹھیک ٹھاک مرمت کرے گا۔ ”آج من مورت ایوارڈ کی نامزدگیوں کا اعلان ہو گا۔“ دپیک نے جلدی سے وضاحت کر دی۔

اسی وقت خبریں پڑھنے والی آواز نے مزید وضاحت کر دی..... رات من مندر آرٹ اکیڈمی نے من مورت ایوارڈ کے لئے نامزد ہونے والے فنکاروں اور تکنیک کاروں کے ناموں کی فہرست جاری کر دی.....

”آواز بڑھاؤ ذرا۔“ دپیک نے فرمائش کی پریم راج نے خاموشی سے آواز بڑھا دی۔

..... بہترین اداکار کے لئے فلم آگ میں اورنگ زیب، فرشتہ میں پریم راج

.....

”مبارک ہو تم نامزد ہو گئے“ دپیک نے چیخ کر کہا۔

..... اسی فلم میں دپیک جیٹیل.....

رجحان رکھتا ہے۔ وجہ؟ اس کے بیوی بچے ایک حادثے میں مر چکے ہیں..... اور وہ ان کی محبت میں لمحہ بہ لمحہ اندر ہی اندر مر رہا ہے۔ وہ دولت چھوڑ کر غربت کی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور پہلی بار اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی بے مقصد نہیں۔

”ہاں..... لیکن حقیقت سے دور ہے اور اسے ایسا کلائمکس بھی نہیں ملا“ جیسا تمہیں ملا تھا۔..... گروہ نے تمہیں تمہارے اپنے بیٹے کے قتل پر مامور کیا ہے..... واہ واہ..... کیا سین تھا۔“ دیکھ نے ہفت روزہ اسکرین کا تبصرہ پورے کا پورا دہرایا۔

”اور اس سین میں تم بھی موجود تھے۔“ پریم راج نے سوگوار لہجے میں کہا۔ ”تم میرے ہر اچھے سین میں نہنہسے ہوئے تھے۔“

”ابو اس مت کرو۔ تم نے کٹوا کٹوا کر میرے کردار کا ستیاناس کر دیا تھا۔“

”یہ بھی تمہاری تعریف ہے۔“ پریم راج کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ”تم بہت اچھا کام کر رہے تھے۔ میں تم سے خوف زدہ تھا..... اور کیا کرتا؟ میری جگہ تم ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔“

”ہرگز نہیں۔“ دیکھ نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔ اسے جھوٹ اور سچ سے غرض نہیں تھی۔ وہ دونوں کردار ادا کر سکتا تھا۔ ”فن کی محبت اور وقار بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میں پہلی بار فلمی دنیا میں آیا تو دو دن کے فاقے سے تھا۔ شروع میں مجھے صرف پیسہ نظر آتا تھا۔ پھر اچانک بزنس فن کے درجے پر پہنچ گیا۔ نہیں راجو..... اب میں اپنے پیچھے فنکاری کے یادگار نمونے چھوڑنا چاہتا ہوں۔“ فلمی رسالوں کے مضامین سے وہ ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا۔

”کٹ..... کٹ..... کٹ..... شٹ او کے۔“ پریم راج نے چیخ کر کہا۔

”سوال یہ ہے کہ میرا کیا ہو گا؟“

ان دونوں نے چونک کر بیلا کو دیکھا۔ دیکھ دل ہی دل میں اس کے حسن کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ تب اس نے پریم راج سے کہا۔ ”بیلا..... میں نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا سچ تھا۔“

”میرا بھی خیال یہی ہے۔“ پریم راج نے بے پروائی سے کہا۔ ”بیلا کے بارے میں

”واہ..... میں بھی ہوں۔“ دیکھ ہدایانی لہجے میں چیخا۔

فلم سندر دیس میں روپ کمار اور فلم بادشاہ میں رونی نامزد ہوئے ہیں.....

”ہم کامیاب ہو گئے..... ہم دونوں.....“ پریم راج دیوانہ وار چیخ رہا تھا۔

”مبارک ہو۔“

بیلا کی مبارک باد انہیں حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی، پریم راج کو افسوس ہونے لگا کہ اس کا غصہ سرد ہو چکا ہے۔ دیکھ کو افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے انتقام کے لئے کتنا ذلیل حربہ استعمال کیا۔

”مبارک ہو ڈیڈی“ دیکھ نے فلم فرشتہ کے حوالے سے کہا جس میں پریم راج نے اس کے باپ کا کردار کیا تھا۔ ”بھگوان کی قسم“ یہ ایوارڈ تمہارا ہے تمہارا کسی سے کوئی مقابلہ نہیں۔“

”یہ کیا بکواس ہے بیٹے۔“ پریم راج نے شفقت سے کہا۔ ”تم بھی تو نامزد ہوئے ہو۔ مجھ سے زیادہ تمہاری پرفارمنس کو کون سراہے گا۔ وہ فلم تو میری ہی تھی اور اس نے ریکارڈ بزنس کیا ہے مگر تم بھی مجھ سے کم نہیں تھے۔“

”نہیں بیلا! میری بات نہیں بنتی۔ یہ بتاؤ تم نے اوروں کی فلمیں بھی دیکھیں؟“

”بس بادشاہ دیکھی ہے۔ رونی کی پرفارمنس اس کی زندگی کی بہترین پرفارمنس تھی۔“

”یقیناً“ ہو گی لیکن اس کے ذاتی کردار کی خامیاں اسے نہیں جیتنے دیں گی۔ دوت دینے والوں میں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ البتہ مقابلہ اور رنگ زیب سے ہے۔ اس نے غضب کا کردار کیا ہے..... ڈھل گیا تھا کردار میں کم بخت۔“

”اوہ.....“ پریم راج نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

”لیکن گھسا پٹا کردار تھا۔ پھر بھی اورنگ زیب نے فلم بینوں کے دل جیت لئے۔ تم جانتے ہو کہ وہ المیہ اداکاری کا بادشاہ ہے۔“

”ہوں..... میں جانتا ہوں۔“ پریم راج بے حد ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔

دیکھ مسکرایا۔ اس وقت وہ خود کو فلمی نقاد محسوس کر رہا تھا۔ ”لیکن اورنگ زیب کو کوئی جان دار سین نہیں ملا۔ کردار البتہ بہت اچھا تھا۔ کروڑ پتی آدمی جو خود کشی کا

دنیش کے سوا کوئی نہیں جانتا..... اور دنیش پر مجھے بھروسہ ہے۔“  
 ”درست ہے۔“ دپیک نے کہا۔ دل ہی دل میں وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی بھی شخص پوری طرح قابل اعتماد نہیں ہوتا۔

”تم اپنا سامان سمیٹو اور چھ بجے تک یہ فلیٹ خالی کر دو۔“ پریم راج نے بیلا سے سرد لہجے میں کہا۔

”مجھے معاف کر دو راجو۔“ بیلا گڑ گڑانے لگی۔

”میں نے کمانا..... سب کچھ ختم سمجھو۔ اب میں تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔“

اچانک بیلا کو غصہ آگیا۔ ”یہ نہیں ہو سکتا۔ میں کوئی سین نہیں ہوں، جسے ایڈیٹنگ نیبل پر قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ میں تمہارے لئے زبردست مشکلات پیدا کر سکتی ہوں۔“  
 پریم راج کا چہرہ فق ہو گیا۔ دپیک نے اسے بغور دیکھا اور بیلا کی طرف بڑھ گیا۔  
 ”دیکھو پیاری لڑکی.....“ اس نے تہدید لہجے میں کہا۔ ”تم بیلا کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہیں کرو گی۔ کیونکہ تمہیں اس شہر میں رہنا ہے بیلا شریف آدمی ہے..... لیکن یقین کرو، میں تمہارا اس شہر میں جینا دو بھر کر دوں گا۔ تم مجھے جانتی نہیں ہو۔ ہم سے بنا کر رکھنے ہی میں تمہاری بہتری ہے، سمجھیں۔“

بیلا خوف زدہ ہو گئی۔ اس کے جسم کی خفیف سی لرزش دیکھ کر دپیک مطمئن ہو گیا۔ وہ پریم راج کا ہاتھ تھام کر دروازے کی طرف چل دیا۔ باہر نکل کر اس نے پریم راج سے کہا۔ ”اپنی بے خبری کے باوجود میں معافی مانگتا ہوں بیلا۔ گڈ لک۔ میری دعا ہے کہ تم ایوارڈ جیت لو۔“

”جھوٹ مت بولو تم خود ایوارڈ لینا چاہتے ہو گے۔“ پریم راج نے نرم لہجے میں کہا۔

”یہ درست ہے بیلا لیکن میرا کوئی چانس نہیں۔ میں تو تم پر ہی انحصار کروں گا۔“  
 ”تم عجیب آدمی ہو بیٹے! مجھے کبھی تم پر پیار آتا ہے اور کبھی شدید غصہ۔“  
 ”مجھے کبھی کوئی سمجھ ہی نہیں سکا۔“ دپیک نے اداس ہو کر کہا۔ وہ فلم انڈسٹری کا سب سے بڑا جھوٹا تھا..... سب سے حسین اور خوبو جھوٹا۔ وہ روح کی گہرائی سے

جھوٹ بولتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی آنکھیں بھی اس کے جھوٹ کا ساتھ دیتی تھیں۔ وہ ایوارڈ نہیں جیت سکتا تھا۔ لہذا اسے اس سے دلچسپی نہیں تھی کہ کون جیتے گا۔ اسے تو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی تھی۔ پریم راج پروڈیو سر بھی تھا۔  
 ”کیوں نہ فلم بنائیں۔ اس میں ہم دونوں ہوں..... من مورت ایوارڈ کے دو امیدوار۔ مزہ آجائے گا۔“ پریم راج نے پیش کش کی۔

”میں حاضر ہوں بیلا۔“

”ٹھیک ہے میں اسکرپٹ پر کام شروع کراتے ہی تمہیں اطلاع دوں گا۔ اب میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

”ٹھیک ہے سسل۔“ دیکھ لوں گا تجھے بھی۔“ پریم راج کے جانے کے بعد دپیک بڑبڑایا۔ حالانکہ پریم راج سے اس کی نفرت کا سبب پریم راج کا مسلمان ہونا ہرگز نہیں تھا۔ پریم راج اگر اسلام الدین تھا تو اس سے اسے کیا فرق پڑا تھا۔  
 وہ نیکی کی تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ ظاہر ہے وہ پریم راج کی محبوبہ کے گھراپنی کار میں تو نہیں آ سکتا تھا۔

من مندر اکیڈمی آف آرٹس کا قیام فلمی صنعت کے لئے ایک انقلابی قدم تھا۔ پندرہ سال پہلے چند سر پھروں کی بدولت اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ من مورت ایوارڈ کے سلسلے میں تمام ضوابط اور طریق کار آسکر ایوارڈ سے لئے گئے تھے۔ اکیڈمی کے لئے باقاعدہ ممبر سازی کی گئی تھی۔..... اور اس میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ اب ملک بھر میں اس کے اراکین کی تعداد ۲۵ ہزار تھی۔ ایوارڈ ہر سال دیئے جاتے تھے۔ طریق کار کے مطابق تمام شعبوں کے ماہرین کی انجمنیں ہر شعبے میں پانچ بہترین فنکاروں اور تکنیک کاروں کے نام ۲۰ فروری تک اکیڈمی کو دے دیتی تھیں۔ اداکاروں کا انتخاب اداکاروں کی ہدایت کاروں کا انتخاب ہدایت کاروں کی انجمن کرتی تھی۔ اسی طرح ہر شعبے کی انجمن کی مدد سے یہ پہلا مرحلہ انجام پاتا تھا۔ ۲۷ مارچ کو نامزدگیوں کا اعلان ہوتا تھا۔ ۱۷ مارچ تک اکیڈمی کے اراکین منتخب فلمیں دیکھتے تھے۔ ۱۸ مارچ کو تمام اراکین کے نام بیلٹ

باد دینا چاہتی تھی۔" دپک نے اپنے چہرے کو بے تاثر رکھا۔ "آپ کو نہیں معلوم؟" لڑکی نے حیرت سے کہا۔

دپک نے فوراً "مزید اداکاری کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ویسے بھی وہ اپنی اداکاری سے زیادہ اس حسین لڑکی میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ لڑکی کی آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں..... سچی، شفاف آنکھیں۔" جی ہاں، ابھی کچھ دیر پہلے مجھے پتہ چلا۔ آپ نے زحمت کی میں شکر گزار ہوں آپ کا۔"

"گڈ لک..... اب میں چلتی ہوں۔" لڑکی نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
"اس میں خوش قسمتی کا دخل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے یہ ایوارڈ مل سکتا ہے۔"

لڑکی پھر بیٹھ گئی۔ "ایسا نہ کہیں۔ آپ جیت سکتے ہیں۔ میں نے اتنی اچھی پرفارمنس کبھی نہیں دیکھی۔ میرے خیال میں آپ کے ایوارڈ جیتنے کا امکان ہے لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ آپ کو اپنی کارکردگی پر اعتماد ہونا چاہئے۔ آپ کے یقین کی بہت زیادہ اہمیت ہے اس یقین کے بغیر ایوارڈ جیتنا بھی آپ کے لئے بے لطف رہے گا۔ یقین کیجئے، آپ نے بہت اچھا کام کیا تھا۔" وہ اٹھ گئی۔  
"پھر ملیں گی؟"

"بے سود ہے ملنا۔" لڑکی نے اداس لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے ٹائپ کی نہیں ہوں۔"

"بھگوان سے ڈریئے۔ یقین کیجئے، آپ میرے ٹائپ کی ہیں اور مجھے بے حد اچھی لگی ہیں۔ میں آپ سے دوبارہ ملنا پسند کروں گا۔"  
"میں نے کمانا بے کار ہے۔" لڑکی نے کہا اور دروازے کی طرف چل دی۔ اس کے جانے کے بعد دپک کو احساس ہوا کہ اب ناشتہ کرنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔

( )----- ( )----- ( )

اپنے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی دپک کو احساس ہو گیا کہ حمید گھر میں موجود ہے۔ کیونکہ کچن کی طرف سے آٹلیٹ کی خوشبو آ رہی تھی۔ حمید کو انڈوں کا خبط تھا۔

پیر بذریدہ ڈاک بھیج دیئے جاتے تھے۔ بلیٹ پیپرز کی وصولی اور گنتی کے بعد ایوارڈ یافتگان کا فیصلہ ہوتا تھا لیکن اسے تقسیم ایوارڈ کی تقریب تک خفیہ رکھا جاتا تھا۔

اب من مورت ایوارڈ کو سب سے بڑا ایوارڈ سمجھا جاتا تھا۔ اس کا سبب غیر جانب داری تھا۔ ایسی ہی اہمیت تقسیم ایوارڈ کی تقریب کو حاصل تھی۔ کسی بھی فنکار کے لئے من مورت ایوارڈ حاصل کرنا عظمت کے مترادف تھا۔ من مورت ایوارڈ ہر فنکار کا خواب تھا۔

○-----○-----○

ناشتہ کرنے کے لئے قریب ترین جگہ ٹی وی کینٹین تھی۔ دپک خود کو اس کینٹین میں بہت تنہا محسوس کر رہا تھا۔ وہاں کوئی اسے پہچانتا نہیں تھا۔ چنانچہ من مورت کے لئے نامزدگی پر مبارک باد دینے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ ناشتے میں مصروف تھا کہ اس نے ایک انتہائی حسین لڑکی کو اپنی میز کی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ خوابوں کی طرح خوب صورت تھی۔ "دپک صاحب۔" اس نے قریب آ کر کہا۔ دپک اٹھنے لگا تو اس نے کہا۔ "پلیز بیٹھے رہیے کھانے کے دوران نہیں اٹھتے ہیں۔"

دپک پھر بھی اٹھ گیا۔ "میں اتنا خوش اطوار نہیں ہوں۔" دپک نے کہا۔  
"آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں نے بھی فرشتہ میں کام کیا تھا لیکن ہمارا سامنا کبھی نہیں ہوا۔" لڑکی نے کہا۔ "بیٹھے نا۔"

"یہ تو پریم راج نے بڑی زیادتی کی میرے ساتھ۔ اس جرم میں تو مجھے اسے قتل کر دینا چاہئے کہ میں ایک بنی فلم میں کام کرنے کے باوجود آپ سے متعارف نہیں ہو سکا۔ بیٹھے نا۔" دپک نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سوری دراصل مجھے جانا ہے۔"

"آپ کافی وی سے تعلق ہے؟"

"جی ہاں۔"

"بیٹھے نا کچھ دیر، میں بہت تنہائی محسوس کر رہا ہوں۔" دپک نے کہا۔ "آپ کا نام کیا ہے؟"

"کامنی۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "میں آپ کو ایوارڈ کے لئے نامزد ہونے پر مبارک



دپک کا جی خوش ہو گیا۔ گویا اس کے لئے اداکاری کا بہترین موقع موجود تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اپنی جیکٹ ایک طرف اچھال دی۔ چہرے پر اضطحال کا تاثر طاری کر لیا۔ حمید ڈانٹنگ ٹیبل پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ شاید وہ ناشتے کا منتظر تھا۔ دپک پر پہلے اوم ناتھ کی نظر پڑی۔ اس نے جلدی سے کافی پائٹ میز پر رکھا اور جھپٹ کر دپک کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ دپک ہائیں ہائیں کرتا رہ گیا۔ پھر اوم ناتھ کو اپنی بے تکلفی کا احساس ہوا۔ اس نے دپک کو چھوڑ دیا اور شرمسار لہجے میں بولا۔ ”صاب..... صاب جی..... آپ نے کمال کر دیا۔“

دپک کو اوم ناتھ سے اس گرم جوشی اور بے تکلفی کی توقع نہیں تھی۔ وہ اداکاری کرنا بھول گیا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اسے یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ اس وقت وہ فلمی اداکاری سے بہتر اداکاری کر رہا ہے۔ ”نک..... کیا ہو گیا!“ اس نے حمید سے پوچھا اور پھر اوم ناتھ سے مخاطب ہوا۔ ”اس سالے لنگور کو کیا ہو گیا۔ ابے“ یہ مجھے اتنی محبت سے کیوں دیکھ رہا ہے۔ میں کوئی لونڈیا ہوں خبیث۔“

اوم ناتھ جھینپ کر کچن کی طرف چلا گیا۔ دوسری طرف حمید منہ کھولے اسے بڑی بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا اور بائیس پھیلاتے ہوئے بولا۔ ”بس پیارے اب اپنے دن پھرنے والے ہیں۔“

”ہاں..... وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔“ دپک نے آہ بھر کے کہا۔ اداکاری کا مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔ ”سالے..... تم نے اسے باوا جان کا گھر سمجھ رکھا ہے۔ تم اسی حساب سے کھاتے رہے تو مجھے یہ مکان رہن رکھوانا پڑے گا۔“

”نک..... کیا..... یہ کیا بکواس ہے پاگل ہو گئے ہو کیا؟“ حمید نے دہاڑ کر کہا۔ پھر وہ دپک کے پیچھے لپکا جو بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔ ”باؤلے ہو گئے ہو؟“ وہ پھر دہاڑا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ دپک نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

”تم بہترین اداکار کے لئے نامزد ہوئے ہو۔“ حمید نے بتایا۔

”یہی..... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔“ دپک نے لہجے میں تشویش کا تاثر ابھارنے کی کوشش کی۔

”دبھو..... خدا کی قسم یہ سچ ہے۔ تم ایوارڈ کے لئے نامزد ہوئے ہو۔“

”مت بکواس کرو۔ کیا صبح ہی صبح چڑھالی ہے۔“

حمید کو غصہ کم ہی آتا تھا لیکن اس وقت اس نے اخبار رول کر کے دپک کے کھینچ مارا۔ دپک جھکائی دے گیا۔ ”خود پڑھ لو مردود۔“ حمید غرایا۔

دپک نے خبر پڑھی۔ خبر کے ساتھ پانچوں اداکاروں کی تصویریں بھی تھیں۔ دپک کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کی تصویر سب سے اچھی تھی۔ ”اومائی گاڈ..... سچ سچ۔“

حمید نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔ ”ذلیل آدمی..... تمہیں معلوم تھا..... پہلے ہی سے معلوم تھا۔“

”تم اداکاری کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں۔ یہ تمہارا ہی قول ہے ناکہ اداکاری پارٹ ٹائم جاب نہیں، فل ٹائم جاب ہوتی ہے۔ تمہیں معلوم تھا۔ ورنہ اتنی بڑی خبر پر اتنی بے پروائی.....“

دپک کو احساس ہو گیا کہ اس کی اداکاری میں جھول تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر حمید کو لپٹا لیا اور اپنے جسم میں لرزش پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ ”دوست.....“ اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

”بس بس..... یہاں کوئی کیمرہ نہیں ہے۔“ حمید نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

”کیا بات کر رہے ہو تمہارے سامنے میں اداکاری کروں گا۔ کیوں کرنے لگا۔“

دپک نے صفائی پیش کی۔

”میں جانتا ہوں۔ تمہیں اداکاری کرنے میں مزہ آتا ہے۔“

”خواہ مخواہ کا لٹرا نہ کرو۔ سچ کہہ رہا ہوں، مجھے علم نہیں تھا م..... مجھے

..... یا..... یقین..... نن..... نہیں آتا۔“ دپک نے پھر آواز پر لرزہ طاری

کرنے کی کوشش کی۔

حمید کو کچھ کچھ یقین آنے لگا۔ ”واقعی..... یقین تو مجھے بھی نہیں آتا لیکن یہ

حقیقت ہے۔“ اس نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔ ”تم خوش قسمت ہو۔ اب تمہاری باکس

آفس ویلیو بڑھے گی۔ تم اپنی ذاتی فلم کمپنی بناؤ گے۔ ہم دولت میں کھیلیں گے۔ دیپ فلمز

کے بیئر تلے فلمیں بنیں گی۔ کامیاب ہوں گی اور تم یہ احمقوں کی طرح سر جھٹکنا بند کرو احمق! کمپنی کے مالک ایسے.....

”بس..... بس کرو یہی۔“ دیکھ حلق کے بل چیخا۔ ”اوم ناتھ..... ابے او لنگور، ہمارے لئے جام بچلا اور نہ کم از کم میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔“

”صاب جی..... تین جام بنالوں؟“ اوم ناتھ نے پوچھا۔

”بنالے..... بنالے یہ بھی سہی۔“ دیکھ نے چیخ کر کہا پھر حمید سے پوچھا۔ ”یہ فلم کمپنی کا کیا چکر ہے؟ میرے بس کا کہاں ہے یہ کمپنی دہنی چلائے۔“

”تمہیں کیا ضرورت ہے۔ کمپنی میں چلاؤں گا۔“ حمید نے چیخ کر کہا۔ ”تم کوئی فکر نہ کرو۔ میں موجود ہوں۔ میری کاروباری صلاحیتوں کا تو ابھی کسی کو علم ہی نہیں ہے۔“

ایکٹ ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیکھ نے سکون کا سانس لیا۔ اب اسے اپنی نامزدگی کا علم سرکاری طور پر ہو گیا تھا۔ یہ بات نہیں کہ اس کی یہ حیرت کی اداکاری آخری ہو لیکن وہ جانتا تھا کہ وقت گزرتے گزرتے اداکاری کرنا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔ اب فون کی کھنٹی مسلسل بجے گی..... ٹیلی گرام آئیں گے اور بھگوان جانے کیا کیا ہو گا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فون کی کھنٹی بجی۔

”اوم ناتھ..... یاد رکھ، اگلی خبریں آنے تک میں موجود نہیں ہوں۔“ دیکھ نے گرج کر کہا۔

”اچھا صاب جی۔“ اوم ناتھ نے سر ہلا کر کہا، جیسے سب کچھ جانتا ہو۔ فون کی کھنٹی بجتی رہی اور وہ اپنے جام سے چسکیاں لیتا رہا۔

”میں تمہارا شکر گزار ہوں یہی۔ جو کچھ ہوا اس میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے۔“ دیکھ نے کہا۔ ”تم نے فرشتہ کی ریلیز کے فوراً بعد مہم شروع کر دی تھی۔ اخباروں میں تبصرے اور جانے کیا کیا لکھرا۔“ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کے خیال میں اس میں تھوڑی سی صداقت تھی اور باقی اس کی رنگ آمیزی۔ ”تم نے اس بات کو کہ اس سال مجھے ایوارڈ ملنا چاہئے، اتنا اچھا لکھا کہ بالآخر میں نامزد ہو گیا۔ مجھے تو پہلی بار پریس کی طاقت کا اندازہ ہوا ہے۔“

”لیکن میں نے جو کچھ کہا، سچ تھا۔ فرشتہ میں تمہاری پرفارمنس لازوال تھی۔“ حمید

نے اصرار کیا۔ ”اور میں نے کوئی مہم نہیں چلائی۔ اس طرح تو تمہارے امکانات ختم ہو جاتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اہم لوگوں نے تمہاری کارکردگی کو سراہا..... از خود سراہا۔ جسونت اور رینا جیسے صحافیوں اور ناقدوں کے تبصرے اتنی آسانی سے نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ جب بھی کوئی اور اچھی پرفارمنس سامنے آئی، ارجن نے تمہاری پرفارمنس کا حوالہ ضرور دیا۔“

”اور ان لوگوں کی، بالخصوص ارجن کی مجھ میں دلچسپی کا کیا راز تھا؟“

”صرف اور صرف تمہاری غیر معمولی پرفارمنس۔“ حمید نے بے حد سادگی سے کہا۔ ”یہ وہ لوگ ہیں جنہیں فن اداکاری سے عشق ہے۔ میں خود دل سے یقین رکھتا ہوں کہ تمہاری اداکاری بے مثال تھی۔“

”شکریہ یہی۔“ دیکھ نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔ ”لیکن ہمیں حقیقت پسندی سے کام لینا چاہئے۔ مجھے ایوارڈ ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔“

”ایسی بات نہیں۔ ہم سب مل کر کام کریں گے..... کوشش کریں گے۔ دیے ایک بات بتاؤ دیو! تم نے کبھی کسی سے نفرت کی ہے؟ یہ انڈسٹری تو نفرت کی روایتوں سے بھری پڑی ہے۔“

دیکھ نے حیرت سے اسے دیکھا کہ یہ نفرت کا تذکرہ کہاں سے نکل آیا۔ ”نہیں، بہت سے لوگوں کو ناپسند بھی کرتا ہوں لیکن نفرت نہیں کرتا۔ البتہ پریم راج مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ مسلمان ہے۔“

”نہیں دوست۔ مسلمان تو میں بھی ہوں۔ وہ تم سے اس لئے نفرت کرتا ہے کہ تم اس سے بہتر اداکار ہو۔ وہ معزز ہے اور تم لفنگے ہو۔ وہ لفنگا پن کرنا چاہتا ہے لیکن کر نہیں سکتا۔ اس محرومی کی بنا پر بھی وہ تم سے نفرت کرتا ہے۔“

فون کی کھنٹی بجی۔ اوم ناتھ نے ریسیور اٹھایا۔ ”جی مسٹر ونیش مجھے افسوس ہے کہ.....“

دیکھ نے جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔ ”لاؤ..... مجھے دو۔“ اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر ماؤتھ پیس میں چمکا۔ ”کیا حال ہے ونیش باپو۔“

”تمہاری نامزدگی اپنی جگہ، لیکن دوستوں کو تو اس طرح نہیں کانا جاتا۔“ دوسری

طرف سے ونیش کی آواز ابھری۔

”ایسی بات نہیں۔ اسی لئے تو میں نے کال ریسیو کی ہے۔“ وپک نے صفائی پیش کی۔

”کاؤنٹی فلز والوں کی ایک آفر ہے تمہارے لئے۔ معاوضہ ڈیڑھ لاکھ۔ میں نے ان سے کہا کہ اب تمہارا معاوضہ دو لاکھ ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ تمہیں ایوارڈ ملتے ہی وہ دو لاکھ دے دیں گے، فی الوقت ڈیڑھ لاکھ۔“

”یہ تو مناسب نہیں ہے۔“ وپک نے مایوسی سے کہا۔

”یہ دیکھنا میرا کام ہے تمہارا نہیں۔“ ونیش نے اسے یاد دلایا۔ ”میں تمہارا ایجنٹ ہوں۔“

”تو تمہارے خیال میں مجھے یہ آفر قبول کر لینی چاہئے؟“

”یہ بتاؤ کہ فی الوقت تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟“

”۳۵ ہزار کے قریب ہوگی۔“

”اور انکم ٹیکس کے واجبات؟“

”میرا خیال ہے ۷۵ ہزار کے لگ بھگ.....“

”تب تمہیں یہ آفر قبول کر لینی چاہئے۔“

”میں اسکرپٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔“ وپک نے تپ کر کہا۔

”جنہیں رقم کی ضرورت ہو، وہ اسکرپٹ نہیں دیکھتے۔ چھ ہفتے میں فلم مکمل ہو جائے گی اور تمہارا مالی دباؤ بھی کم ہو جائے گا میں ابھی فون کر کے.....“

”نہیں ونیش بابو، سائن نہیں کروں گا۔“ وپک نے اپنے ایجنٹ کی بات کٹ دی۔

”دیکھو وپک، امتحانہ باتیں مت کرو۔ تم حکومت کے مقروض ہو، تم ایجنسی کے مقروض.....“

”اوہ تو تم اس لئے پریشان ہو رہے ہو۔ یہ بات ہے۔“ وپک نے تند لہجے میں کہا۔

”ہرگز نہیں لیکن واجبات بہت پرانے ہیں اور تم جانتے ہو کہ اب میں خود مختار نہیں ہوں۔ مجھے وکٹر کو بھی مطمئن رکھنا ہے۔ یہ وقت بھی اچھا ہے اور کاؤنٹی والوں کی آفر بھی۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔“

”ابتدائیں تو تم نے کبھی ایسی بات نہیں کی ورنہ یہ قرض تو میں پہلے ہی اتار دیتا۔“

”سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت بات اور تھی لیکن وکٹر کی ایجنسی سے میرے

انضمام کے بعد صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔ وکٹر روپے پیسے کے معاملے میں بہت سخت

ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تم قرض نہیں اتارو گے۔“

”میں کتنے کامقروض ہوں؟“

”۲۹ ہزار کوئی بڑی رقم نہیں۔ ایک فلم سے تمہارا ہاتھ بھی کھل جائے گا اور بوجھ

بھی اتر جائے گا۔“

”ایک فلم پورا سیٹ اپ برباد کر سکتی ہے۔ میں ایوارڈ کے چکر میں ہوں۔“ وپک

نے بلا ارادہ کہا۔ حمید کی باچھیں کھلتی دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ وہ ہل

کر رہ گیا۔ ایوارڈ کے بارے میں اس نے اب تک سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ شاید اس

لئے کہ چاروں حرفوں کے مقابلے میں اس کا کردار چھوٹا بھی تھا اور ٹالوکی بھی۔ پریم راج

سے بات کرتے وقت اس نے سنجیدگی سے کہا تھا کہ پریم راج کے جیتنے کا امکان ہے لیکن

اچانک اسے کیا سوچھی تھی کہ وہ ایوارڈ جیتنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کیا ونیش کی وجہ

سے؟ نہیں۔ ونیش نے اس کی انا کو ٹھیس ضرور پہنچائی تھی لیکن اس تبدیلی کا سبب وہ

نہیں تھا۔

”تمہارا کوئی چانس نہیں ہے بیٹے۔“ بلا آخر ونیش نے کھل کر کہہ دیا۔

”نامزدگی سے پہلے نہیں ہو گا اب میں ان بیسیوں اداکاروں سے بہتر ہوں، جنہیں

نامزدگی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ اس شر میں ایسے ایجنٹ موجود ہیں، جو تمہارا قرض اتار سکتے

ہیں اور مجھ سے وصول بھی نہیں کریں گے۔ نامزدگی بھی چھوٹا اعزاز نہیں اور میں نہیں

سمجھتا کہ میرے جیتنے کا چانس نہیں مجھے اپنی فائمنس پر اعتماد ہے۔“

”بات سنو، یہ کسی پرانے دوست سے بات کرنے کا کون سا طریقہ ہے کیا۔ تم اپ

سیٹ ہو؟“ ونیش کے لہجے میں خفگی محسوس ہوئی۔

”بالکل اپ سیٹ ہوں کوئی اور تجویز؟ وپک نے بھنا کر کہا۔

”ایسا کرو، آفس آجاؤ، سکون سے بیٹھ کر.....؟“

”میں گزشتہ تین سال سے تمہارے اس مرگھٹ میں نہیں آیا ہوں تو کیا اب نامزدگی

کے بعد وہاں آؤں گا؟

”اچھا براؤن بار میں مجھ سے ملو..... ساڑھے بارہ بجے۔“

”ٹھیک ہے۔“ دپک نے کہا اور ریسیور کریڈل پر شیخ دیا۔ پھر وہ دیر تک غصے میں برا تا رہا۔

”مجھے حیرت ہے۔ ونیش اچھا اور پرانا دوست ہے۔ وہ تمہاری صلاحیتوں پر یقین بھی رکھتا تھا۔.....“ حمید نے کہا۔

”تم ماضی کی بات کر رہے ہو؟“ دپک نے اسے ٹوکا۔

”ہاں میں جانتا ہوں اور میں حیران ہوں کیوں کہ ونیش بکنے والا آدمی نہیں ہے۔“ حمید بولا۔ ”لیکن وکٹر سے انضمام کے بعد صورت حال بدل گئی ہے۔ تمہارا پریم راج وکٹر ہی کا موکل تھا..... چنانچہ اب ونیش کا بھی ہے۔ وکٹر پریم راج کو سپورٹ کر رہا ہو گا۔ اس پارٹنرشپ میں ونیش کی پوزیشن کمزور ہے۔ ظاہر ہے وہ وکٹر کا اور اس کے توسط سے پریم راج کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گا۔“

”دپک نے سر کو تفسیسی جنبش دی۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ حمید جانتا تھا کہ ایسا صرف غصے میں ہوتا ہے۔ ورنہ دپک فل ٹائم اداکار تھا۔ ایسے میں دپک کچھ بھی کر سکتا تھا۔“ تم ایوارڈ کے سلسلے میں بھی سیریس تھے۔ سچ کہہ رہے تھے نا؟“

”میں صرف سوچ رہا تھا۔ اب بھی سوچ رہا ہوں۔“

”تم نے کہا.....“

”مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے کیا کہا تھا۔“ دپک نے تند لہجے میں کہا۔

حمید سہم گیا اسے لڑنا جھگڑنا کبھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ”میرا مطلب ہے دوست کہ اگر تم سنجیدہ ہو تو ہمیں کام شروع کر دینا چاہئے۔ اشتہار تیار کرنا ہو گا.....“

”میں نے ابھی حتیٰ فیصلہ نہیں کیا ہے۔“

”اس طرح وقت برباد کرنے سے فائدہ؟“

”میرے سر پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں۔“ دپک نے کہا۔ ”فی الوقت میں سو رہا ہوں۔ بارہ بجے مجھے جگا دینا۔ میں ونیش سے ملوں گا۔“

ونیش کمار اس دور کی یادگار تھا، جب نہ رنگین فلمیں بنتی تھیں اور نہ اداکاروں کے ایجنٹ ہوتے تھے۔ وہ خود بھی فلموں میں کام کر چکا تھا۔ اچھے کردار اور خوش اخلاقی کی وجہ سے اسے فلمی صنعت ہی میں نہیں بلکہ شہر بھر میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ براؤن بار کے ویئر نے اسے بڑی عزت اور احترام سے بٹھایا پھر اس نے دپک کو نامزدگی پر مبارک باد دی۔ ونیش نے اپنے لئے جوس منگوایا۔

مشروبات رکھنے کے بعد ویئر چلا گیا۔ ونیش نے بات شروع کی۔ ”ہاں تو میرے دوست....“

”ہم اسی سلسلے میں فیصلہ کرنے کے لئے ملے ہیں۔“ دپک نے سرد لہجے میں کہا۔

”کیا تم واقعی میرے دوست ہو؟“

”اتنے عرصے کے تعلق کے بعد تم یہ فیصلہ اس ملاقات کے بغیر بھی کر سکتے تھے مسٹر دپک پٹیل۔“ ونیش نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ اس کے لہجے میں اجنبیت بھی تھی اور دکھ بھی۔

دپک چند لمحے اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ ونیش کے انداز میں برہمی تھی۔ دپک نے اسے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ ایک لمحے کو دپک خوف زدہ ہو گیا لیکن پھر اس کی فطرت نے اسے سنبھالا دیا۔ ”تم مجھے کیا سمجھتے ہو ونیش باپو! مجھے تم نے کسی نالی سے نہیں اٹھایا اور نہ میں تمہاری قربانیوں کی وجہ سے اشار بنا ہوں۔ بے شک، تم میرے دوست ہو۔ ممکن ہے، میں غلطی پر ہوں اور مجھے ہو، کے بجائے تھے کہنا چاہئے۔ بہر حال تم نے میری کامیابی سے مالی فائدہ بھی حاصل کیا ہے۔ اب تم میرا ساتھ دینے سے بچ رہے ہو۔ ایک بات یاد رکھو، تمہاری دنیا اور تھی، میری دنیا اور ہے۔“

”ہاں، تم جانور ہو اور تمہاری دنیا جنگل ہے۔“ ونیش نے نفرت سے کہا۔

”درست ہے۔ یاد ہے، پہلی ملاقات میں شکر نے بھی یہی کہا تھا مجھ سے.....“

تمہارے سامنے۔ اس وقت میں بچہ تھا..... اب پورا شیر ہوں۔ یہ اور بات کہ تم مجھے گیڈر دیکھنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں دوسروں کا جھوٹا کھاؤں اور ہڈیوں کے پیچھے لپکوں تاکہ اس میں سے کچھ تمہیں مل جائے لیکن میں شیر ہوں۔ مجھے بڑا شکار کرنا ہے۔“

اس نے ونیش کو دیکھا جو اب اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ اس نے نرم لہجے میں سلسلہ کلام

جوڑا۔ ”یہ درست ہے کہ تم دوسرے ایجنٹوں کی طرح مزاجاً گدھ نہیں ہو لیکن تمہارا پارٹنر وکٹر گدھ ہے اور وہ تمہیں استعمال کر رہا ہے۔“

”میں یہ خرافات نہیں سننا چاہتا۔“ دیش نے کہا۔

”اور میں ہر آفر قبول نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اپنی نئی پوزیشن کا خیال رکھنا ہے۔“

”تمہیں رقم کی ضرورت ہے۔ یہ میری مخلصانہ رائے ہے لیکن شاید تم خلوص پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ خلوص کا مطلب ہی نہیں سمجھتے۔“

”درست ہے۔ اس دنیا میں ہر شخص خلوص کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ مخلص کوئی نہیں ہے، میں اپنے سوا کسی پر یقین نہیں کرتا..... اعتماد نہیں کرتا۔“

”میں اس آفر کے حق میں اس لئے تھا کہ اس سے تمہارا ریٹ بڑھے گا۔ تم بڑے اداکاروں میں شمار کئے جانے لگو گے۔“ دیش نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

”مذاق مت کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے نزدیک پریم راج زیادہ اہم ہے۔ اس لئے کہ وہ مسلمہ طور پر مجھ سے بڑا اداکار ہے..... باکس آفس کے نکتہ نظر سے۔ تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے اس لئے تم پریم راج کا ساتھ دے رہے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تم مجھے پہلی آفر قبول کرنے پر مجبور کر رہے ہو۔ کچھ اس لئے بھی کہ تمہیں مجھ سے رقم وصول کرنی ہے۔“

دیش کی نظریں جھکی رہیں۔ دپیک کا تجزیہ بڑی حد تک درست تھا اور اسی لئے وہ شرمسار تھا۔ وہ احساس جرم کے بوجھ تلے دب گیا۔ چند لمحے بعد اس نے سر اٹھا کر نرم لہجے میں کہا۔ ”دیپو..... پلیز، حقیقت پسند بن کر سوچو۔ تمہارے لیے کوئی چانس نہیں ہے ایوارڈ حاصل کرنے کا۔ مہم چلانے کے لئے تمہیں روپیہ درکار ہو گا۔ میں اور وکٹر تمہیں مزید قرض نہیں دے سکتے۔ ویسے بھی تمہارا مقابلہ دیو قامت فنکاروں سے ہے۔ تمہیں ابھی کچھ اور انتظار کرنا ہو گا۔ تم اورنگ زیب، پریم راج، روپ کمار اور رونی کے ساتھ کھڑے کر دیئے گئے ہو لیکن تم ابھی ان کی صف میں ہو نہیں۔ تم ان میں سے کسی کے ہم پلہ نہیں ہو۔“

”ہاں۔ اس ایوارڈ کے لئے مجھے بڑھاپے کا انتظار کرنا ہو گا۔“ دپیک نے تلخ لہجے میں کہا۔

”اچھا..... ایوارڈ کو چھوڑو تم میری خاطر یہ فلم قبول کر لو۔ یہ حقیقت ہے کہ مجھے رقم کی ضرورت ہے۔ مجھے ۲۹ ہزار روپے چاہئیں۔“

”تو پھر؟“

”بھگوان کی قسم، اس وقت مجھے شدید ضرورت ہے۔ یقین کرو.....“

”مجھے یقین ہے۔ ہر بات پر نہیں۔ کسی کسی بات پر لیکن میں وہ فلم ہرگز سائن نہیں کروں گا۔ اب شاید مجھے اپنے لئے دوسرے ایجنٹ کو بھی تلاش کرنا ہو گا۔ ایسا ایجنٹ جس کا کوئی موکل میرا حریف نہ ہو۔“

”بے کار ہے بچے! کیوں دیوار سے سر ٹکراتے ہو، میں تم سے بڑا ہوں..... تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے میں نے۔ تمہارا کوئی چانس نہیں۔ ابھی تم اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو۔ البتہ دوسری نامزدگی پر صورت حال اور ہو گی۔“

دپیک نے طویل سانس لیا وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیش بھی سمجھ رہا تھا۔ وہ اسے سمجھانے کے لئے کوئی پرانا حوالہ تلاش کر رہا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے غلط موقع پر صحیح بات کہہ دی ہے۔ دپیک اس وقت حقیقت کا سامنا کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

”ہمیں وقتی طور پر نہیں..... دوبارہ ملنے کے لئے نہیں، ہمیشہ کے لئے جدا ہونا چاہئے۔“ دپیک نے کہا۔

”لیکن تم معاہدے کے پابند ہو۔“ دیش نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

”معاہدے کی رو سے ابھی تمہیں تین سال.....“

”تین سال تو جب ہوں گے، جب تم زندہ رہو“ دپیک نے تند لہجے میں کہا۔

دیش دہل گیا۔ ”تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو؟“

”مجھے کیا پڑی ہے دھمکی دینے کی۔ تین سال کم نہیں ہوتے اور تمہاری صحت تین سال چلنے والی نہیں لگتی۔ کیا پتا تمہیں کینسر ہو جائے۔ میری خاطر موت سے نہ لڑنا۔ اب میں زندگی میں تو تم سے ملنا نہیں چاہتا مرگھٹ میں ملاقات ہو گی۔“

دیش اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر صدمے کا تاثر تھا۔ اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ ”تم نے فلم اشار کتنی جلدی سب کچھ بھول جاتے ہو دیپو۔“ پھر وہ پلٹ کر

دروازے کی طرف چل دیا۔

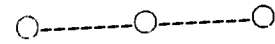
دبیک کی کیفیت کچھ عجیب تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا ویٹر قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے یقیناً ”تمام گفتگو سنی ہوگی۔ دبیک نے اشارے سے اسے بلایا۔ ”کیا میں ضرورت سے زیادہ سخت برتاؤ کر گیا؟“ اس نے پوچھا۔

”آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ ویٹر نے جواب دیا۔

”اس نے مجھے دھوکا دیا۔“ دبیک نے کہا۔ ویٹر نے سر کو تھپی جھنک دی لیکن اس کا چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔ ”میں نے جو کچھ کہا سچ کہا۔“ دبیک نے ویٹر کو نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

”کم از کم ایک بات تو سچ ہی کہی۔“ ویٹر نے کہا۔ ”وہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ابتدائی اسٹیج ہے۔“

دبیک لرز کر رہ گیا۔ ”اوہ بھگوان“ اس کے منہ سے نکلا۔ ”لیکن مجھے کیا پتا تھا۔ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا ویسے بھی ایک دن سب کو مرنا ہے“ وہ بار سے نکل آیا۔



دبیک اپنی شیش محل نما خواب گاہ میں بستر پر لیٹا آپس بھر رہا تھا۔ خواب گاہ کی دیواریں اور چھت.... ہر طرف آئینے جڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنا ہر انداز دیکھتا رہتا تھا بستر پر کسی زاویے سے بھی لیٹا جائے، اپنا عکس دیکھنے سے بچنا ناممکن تھا اور بچنا بھی کون چاہتا تھا! یہ بات ہوتی تو وہ آئینے لگواتا ہی کیوں؟ اس نے جھنجھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے کانوں میں دغیش کا آخری جملہ گونج رہا تھا، تم کتنی جلدی سب کچھ بھول جاتے ہو، دبیک! لیکن وہ بھولا کہاں تھا۔ بھول ہی نہیں سکتا تھا۔ اسے بچپن بھی یاد تھا۔ جس میں ہر لمحے یہی اس کے ساتھ شریک رہا تھا۔ وہ تنگ و تاریک کھولی یاد تھی جس میں وہ دادی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ ماں باپ دونوں بچپن میں مر گئے تھے۔ فٹ پاتھ کی وہ زندگی بھی یاد تھی، جو بھوک سے عبارت تھی۔ وہ چھوٹی موٹی چوریاں یاد تھیں، جو اس نے کامیابی سے کی تھیں۔ وہ دن... اور وہ واقعہ یاد تھا جب یہی اس کا بندہ بے دام بنا تھا۔ اس روز وہ شیو رام روڈ کے کٹڑ پر کھڑے تھے۔ ان دونوں کی تفریح یہی تھی کہ وہ گزرتی ہوئی

کاروں کو پتھر سے نشانہ بنائیں۔ اس روز یہی کی باری تھی۔ یہی کو پتھر مارنا تھا اور اسے گاڑی پر تھوکنا تھا۔ ان دونوں نے اپنے اپنے کام کیے ہی تھے کہ کسی نے پیچھے سے ان کی گدیاں پکڑ لیں۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک پولیس والا تھا۔

یوں وہ پہلی بار تھانے پہنچے۔ تھانے دار نے دادی ماں اور یہی کے باپ کو بھی پکڑ بلوایا۔ دبیک کو یہی کے باپ کا چہرہ یاد تھا، جو اس لمحے فٹ پڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ غربت کے باوجود شریف آدمی تھا۔ دبیک کو وہ ہمیشہ بہت اچھا لگا تھا۔ شاید اس لئے کہ اس نے کبھی باپ کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی..... اور یہی کا باپ بہت شفیق آدمی تھا۔ اس سے بھی بڑی محبت کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسے پریشان دیکھ کر اس روز دبیک دھل گیا۔ اسے احساس ہوا کہ یہی کے باپ کی پریشانی کا سبب وہی ہے۔ دوسری طرف دادی اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ یہی بری طرح سہا ہوا تھا۔

”اب بتاؤ..... سچ بتاؤ کیا کر رہے تھے تم لوگ؟“ تھانے دار نے یہی سے پوچھا۔ یہی کھکیا کر رہ گیا۔

”میں بتاتا ہوں جناب۔“ دبیک نے کہا۔

”یہ کیا بتائے گا جی۔“ اس پولیس والے نے کہا جس نے انہیں پکڑا تھا۔ ”یہ گاڑیوں پر پتھراؤ کر رہے تھے۔“

”دونوں نہیں کر رہے تھے جناب۔“ دبیک نے جلدی سے کہا۔

”ہم میں سے ایک پتھر مار رہا تھا اور دوسرا گاڑیوں پر تھوک رہا تھا۔“

”واہ بچو واہ۔ اچھا یہ بتاؤ پتھر کون مار رہا تھا اور تھوک کون رہا تھا؟“ تھانے دار نے

پوچھا۔

”میں پتھر مار رہا تھا اور یہ تھوک رہا تھا جناب۔“ دبیک نے کہا اور حمید کا منہ حیرت

سے کھل گیا۔ وہی لمحہ تھا، جب وہ ہمیشہ کے لئے دبیک کا غلام ہو گیا تھا۔ تھانے دار نے سچ بولنے کی وجہ سے ان کی جاں بخشی کر دی تھی۔ سعید صاحب بھی خوش ہو گئے تھے لیکن اس روز دادی ماں نے اسے کھانا نہیں دیا تھا۔

پھر اسے وہ دن بھی یاد آیا، جب اس نے پہلی بار دغیش کو دیکھا تھا۔ وہ بہت اذیت

ناک دن تھا اس کا پیٹ بھی جیب کی طرح خالی تھا۔ ایک وقت کے کھانے کے لئے کیا کچھ

نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایسے میں اسے دیش کی طرف سے بلاوا ملا تھا، جو ان دنوں بہت بڑا ایجنٹ تھا۔ وہ دیش کے آراستہ آفس کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ آفس میں دیش کے علاوہ شکر بھی تھا، جو اس دور کا ایک بہت بڑا ہدایت کار تھا۔

”بیٹھ جاؤ دیک پکٹیل۔“ دیش نے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر دو میگزین اٹھائے تھے۔ ”یہ تمہاری تصویریں ہیں؟“ اس نے دونوں کے سرورق دیک پک کو دکھاتے ہوئے پوچھا تھا۔ دیک پک کا چہرہ شرمندگی کے احساس سے تمتا اٹھا۔ وہ تصویر اس کی تھی، جس میں وہ صرف ایک انڈوسٹریل پینے کھڑا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ”میں اس کی وجہ بتا.....“ اس سے شرمندگی کے مارے بولا بھی نہیں گیا۔

”میں نے تمہیں اس کی وجہ جاننے کے لئے نہیں بلایا ہے۔“ دیش نے نرم لہجے میں کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“

”آپ اس کی وجہ سے میرے بارے میں غلط نہ سوچیں.....“

”بات صرف اتنی سی ہے کہ شری شکر تمہیں اپنی فلم میں کاسٹ کرنا چاہتے ہیں۔“ دیش نے وضاحت کی پھر شکر سے پوچھا۔ ”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔“

”ہرگز نہیں۔ واقعی اس میں جانوروں کی سی.....“

دیک پک پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”بھوک سب کچھ کرا دیتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں جانور ہوں۔“

”میرا بھی یہ مطلب نہیں تھا۔“ شکر نے کہا۔ ”میرا اشارہ تمہاری جنسی کشش کی طرف تھا۔ میں تمہیں اپنی فلم میں کاسٹ کرنا چاہتا ہوں۔“

”کس قسم کی فلم؟“ دیک پک بری طرح بدکا ہوا تھا۔

”ویسی نہیں جیسی تم سمجھ رہے ہو۔“ شکر نے جلدی سے کہا۔

”اس فلم کی نمائش سینماؤں میں ہوگی اور وہ سنسر سے پاس بھی ہوگی۔“

”کوئی ایجنٹ ہے تمہارا؟“ دیش نے پوچھا۔ دیک پک نے نفی میں سر ہلایا تو وہ بولا۔ ”ٹھیک ہے آج سے میں تمہارا ایجنٹ ہوں۔“

دیک پک حیران رہ گیا۔ ”جناب..... لیکن آپ تو..... آپ تو فلم انڈسٹری کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔“

”ہاں..... یہ تو ہے لیکن اب تم میری نگرانی میں ہو۔“

”اور میں تمہیں اشار بناؤں گا“ شکر نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”لیکن دیش“

..... اس لڑکے کو میرے ساتھ کم از کم پانچ فلموں کا معاہدہ کرنا ہو گا۔“

”دیکھا تم نے۔“ دیش نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ”تم اداکار بننا چاہتے تھے نا؟“

دیک پک نے اثبات میں سر ہلادیا۔ ”لیکن میرا رول کیا ہو گا جناب؟“

”شماہاش..... تم پیدا کنٹی اداکار معلوم ہوتے ہو۔“ شکر نے سناٹشی لہجے میں

کہا۔ ”دیکھا دیش، اس نے معاوضے کے متعلق نہیں، کردار کے متعلق پوچھا ہے۔“

”ظاہر ہے۔“ دیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”معاوضے کی فکر کرنے کے لئے میں

جو موجود ہوں۔“

شکر نے اسے کردار کے متعلق بتایا اور آخر میں کہا۔ ”سرلا دیوی ہیروئن ہے۔ وہ

تمہیں پسند کر لے اور تم اسکرین ٹیسٹ پاس کر لو۔ اس کے بعد معاہدے پر دستخط ہو

جائیں گے۔“

دیک پک مایوس ہو گیا۔ ”سرلا دیوی..... وہ مجھے کیوں پسند کریں گی۔ وہ تو بہت

بڑی اداکارہ ہیں۔“

”اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں پسند کئے بغیر نہیں رہے گی۔“ شکر نے معنی خیز

لہجے میں کہا۔

”لیکن جناب..... میں..... مجھے.....“

”رقم درکار ہوگی۔“ دیش نے شفقت سے کہا۔ دیک پک نے اثبات میں سر ہلادیا۔

دیش نے پرس کھول کر اس میں سے سوکانوٹ نکالا اور دیک پک کی طرف بڑھا دیا۔ دیک پک

نے نوٹ نہیں لیا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ ”کیوں..... اور چاہئے؟“ دیش

نے پوچھا۔

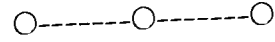
”نہیں جناب، مجھے کھلا چاہئے۔ میرے ہاتھ میں سوکانوٹ دیکھ کر لوگ سمجھیں گے

کہ میں نے چوری کی ہے۔ میں بھوکا ہی رہوں گا بلکہ ہو سکتا ہے، رات حوالات میں

گزرے مجھے کھلا چاہئے جناب۔“

دیش نے اسے دس دس کے نوٹ دے دیئے۔

اسے اسکرین ٹیسٹ بھی یاد تھا۔ اس کی دانست میں پردے پر وہ بہت بد صورت نظر آیا تھا..... لیکن جب پروجیکشن روم میں موجود ہر شخص نے تعریف کی اور شکر نے اس کے حق میں فیصلہ سنایا تو وہ حیران رہ گیا۔ سرلا دیوی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے حق میں رائے دی تھی۔ یوں وہ اداکار بن گیا تھا۔



وہ اٹھا تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ حمید اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ ”میرا اندازہ درست تھا۔“ حمید نے کہا۔ ”وکرز“ پریم راج کو سپورٹ کر رہا ہے۔ وہ ایوارڈ کے لئے مہم چلانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔“

دیکھنے والے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ وہ ذہن صاف ہونے کے بعد یہ تفصیل سننا چاہتا تھا۔ اس نے اوم ناتھ کو پکار کر چائے لانے کی ہدایت کی۔ ”میں رات کا کھانا گھر پر ہی کھاؤں گا۔ حمید بھی میرے ساتھ ہو گا۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ ”مجھے تو آج کہیں جانا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں۔ آج کی رات بہت اہم ہے۔ تم بھی! مجھے اور تمہیں بہت کچھ ملے کرنا ہے۔“ ”چلو..... ٹھیک ہے۔“

”اب بتاؤ کیا کہہ رہے تھے تم؟“

حمید نے وکرز اور پریم راج کی بٹرفلائی میں ملاقات اور گفتگو کے متعلق تفصیل سنا ڈالی۔ اتنی دیر میں اوم ناتھ چائے بنا لیا۔ وہ دونوں چائے بھی پیتے رہے۔ ”دونوں متفق تھے کہ پریم راج کے سوا کسی کو ایوارڈ ملنے کا امکان نہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”پریم راج نے دلائل کے ذریعے تمہیں چھوڑ کر تینوں حریفوں کو مسترد کیا۔ تم کسی گنتی میں نہیں تھے یہ کہہ کر حمید نے دلائل بھی سنا ڈالے۔“

”سب کچھ وہی ہے، جو صبح میں نے اس سے کہا تھا اس نے وہی کچھ دہرایا ہے۔“ دیکھنے والے کہا۔

”لیکن یہ احقانہ بات ہے۔ رونی میں ایک اخلاقی برائی ہے، یہ اپنی جگہ لیکن بادشاہ میں اس کی پرفارمنس قابل دید تھی۔ اس کے علاوہ وہ خوش اخلاق ہے اور اس کے

دوستوں کا حلقہ وسیع ہے۔ ایک اخلاقی برائی کی بنیاد پر اس کی کارکردگی کی اہمیت کو نظر انداز کرنا میرے نزدیک حماقت ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں نے مان لیا۔ آگے چلو۔“

”مختصر یہ کہ انہوں نے ہر اداکار کو مسترد کر دیا۔ انہیں یقین ہے کہ ایوارڈ پریم راج کو ملے گا۔ ان کے خیال میں تمہیں ایوارڈ ملنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ بلکہ یہ امکان تو قابل غور بھی نہیں ہے.....“

اسی لمحے اوم ناتھ بہت سے ٹیلی گرام لے کر نازل ہوا۔ اس نے وہ پلندہ میز پر رکھ دیا۔ ”اور صاب جی..... فون پر بھی پیغامات آئے ہیں جی۔“

”بعد میں بات ہوگی لنگور۔ اس وقت دفع ہو جا۔“ دیکھنے والے نے غرا کر کہا۔

”رونی صاب کا فون بھی آیا تھا جی۔“ اوم ناتھ بولا۔

”اچھا، کیا پیغام ہے اس کا؟“ دیکھنے والے نے بغیر نہ رہ سکا۔

”انہوں نے کہا..... وش یو گڈ لک بٹ گڈ ہیلتھ۔“ اوم ناتھ نے دہرایا۔ ”اور

انہوں نے آپ کو لچ کی دعوت بھی دی۔ کہہ رہے تھے، یہ ہارنے والوں کا لچ ہو گا کیونکہ ایوارڈ نہ تم جیت سکتے ہو نہ میں۔ اور صاب جی، مس بیلا کا فون بھی آیا تھا۔ انہوں نے اپنا نیا پتہ نوٹ کر لیا ہے۔“

”بس، ٹھیک ہے بعد میں دیکھوں گا۔ بھاگ یہاں سے۔“

حمید اٹھا اور ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ ”میں اپنی ملاقات تو ملتوی کر دوں۔“ اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

”ہے کون آخر؟ کس کے ساتھ آوارہ گردی کر رہے ہو ان دنوں؟“ دیکھنے والے پوچھا۔

”نہیں۔ یہ آوارہ گردی کا چکر نہیں۔“ حمید نے زور دے کر کہا۔ ”بہت پیاری

لڑکی ہے۔ کامنی نام ہے۔“ دیکھنے والے نے عمل نہ چھپا سکا۔ ”خدا کی پناہ..... تو کیا تم

..... وہ تمہاری.....“ حمید نے گڑبڑا کر کہا۔

”یہی بات نہیں۔ اس سے آج صبح ہی تو ملاقات ہوئی ہے۔“ دیکھنے والے کہا۔

”واقعی..... بہت پیاری لڑکی ہے..... بہت مختلف کچھ پُر اسرار لگتی ہے۔ پکارتی ہوئی



معلوم ہوتی ہے کہ آؤ..... مجھے کھجو۔“

”قلم سلت دن کے مکالے۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”خیر..... میں اسے فون کردوں کہ میں نہیں آسکتا۔“

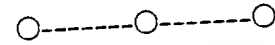
”کوئی ضرورت نہیں۔ ہم دونوں چلیں گے۔“  
”ہم دونوں؟“

”اوم ناتھ! بھول جا کھانے کو۔ اب تو باہر ہی ہو گا۔“ دپیک نے کہا۔  
”بہتر صاب جی۔“

”ہم دونوں؟“ حمید نے بڑے قحط سے دہرایا۔

”ہاں۔ میرا مطلب ہے، تم اسے تاج محل ہوٹل لے جاؤ میں اتفاقاً وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پھر تم کسی کام سے نکل جانا۔ باقی سب کچھ میں سنبھال لوں گا۔“  
”یہ اچھی مصیبت ہے یعنی میں جو کچھ بھی کروں، تمہارے کھاتے میں چلا جاتا ہے خیر..... خیر.....“ حمید نے آہ بھر کے کہا۔

”بس اب چل دو۔ آٹھ بجے تاج محل میں ملنا۔“ دپیک نے اسے دھکیلا۔



ہوٹل تاج محل کے ڈائننگ ہال میں رنگوں اور خوشبوؤں کا حسین ترین امتزاج تھا۔ انچل لہرا رہے تھے کہ ہوتے ہی لہرانے کے لئے ہیں۔ لہرانے کی ضرورت نہ ہو تو اتار پھینکے جاتے ہیں۔ دپیک چند لمحوں کا جائزہ لیتا رہا۔ بالآخر اسے ایک گوشے میں وہ دونوں نظر آ گئے۔ کامنی سرخ ساری میں تھی اور بہت اچھی لگ رہی تھی۔ دپیک میزوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ ہال میں فلمی لوگ بھی تھے کچھ نے ہاتھ اٹھا کر اسے دس کیا۔ وہ انگلیوں سے وی کا نشان بناتا آگے بڑھتا رہا۔ ”اے..... اے..... میرے ستارے۔“ اس نے حمید کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”واہ..... میری خوش قسمتی۔ میں بہت تنہا تھا۔“

”اب میں تنہا ہو گیا ہوں۔“ حمید نے دردناک لہجے میں کہا۔

دپیک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ کامنی نے اس سے پوچھا۔ ”آپ کو پتا نہیں تھا کہ ہم

یہاں ہوں گے؟“

”مجھے کیسے پتا چلتا۔ یہ سالا مجھے کبھی کچھ بتاتا ہے۔ میں تو اسی کی تلاش میں نکلا تھا۔“ دپیک نے حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ حمید سے مخاطب ہوا۔ ”رپورٹر اور ورائٹی والوں فون کا آیا تھا.....“

حمید چند لمحوں سے حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی سمجھ میں بات آ گئی۔ ”اوہ..... مجھے اشتہار دینے ہیں۔ خدا کی پناہ..... میں تو بھول ہی گیا تھا۔ یہ نامزدگی پر شکریے کا اشتہار بھی ایک عجیب رسم ہے اشتہار کل آتا ہے تو مجھے ابھی جانا ہو گا۔ مس کامنی..... یقین کیجئے، میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ دپیک کے ساتھ بیٹھیں۔ میں یہ کام نمٹا کے آتا ہوں۔“

”اگر آپ کو کوئی اعتراض نہیں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔“ کامنی نے کہا۔

”اعتراض کیسا..... یہ مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔“ دپیک نے چمک کر کہا۔

”بے وقوف ہیں۔“

دپیک نے جیب سے طے کیا ہوا ایک کلنڈر نکال کر حمید کی طرف بڑھایا۔ ”اشتہار کا مضمون۔“ اس نے وضاحت کی۔ ”یہ ہے وہ اشتہار جو کل کے رپورٹر اور ورائٹی میں چھپے گا۔“

حمید نے اشتہار پڑھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔ ”پاگل ہو گئے ہو؟“ چند لمحوں بعد اس نے کہا۔ ”میرا خیال تھا کہ تم یہ ایوارڈ جیتنا چاہتے ہو۔“  
”یقیناً جیتنا چاہتا ہوں۔“

”تو یہ اشتہار..... یہ تو ایوارڈ پر لات مارنے دینے کے مترادف ہے۔ دیکھو..... میں ابھی دوسرا اشتہار لکھ دیتا ہوں۔“

کامنی بڑی حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ ”ہرگز نہیں یہی اشتہار چھپے گا۔“ دپیک کے لہجے میں قطعیت تھی۔

”دیکھو۔ میں یہ معاملات تم سے بہتر طور پر سمجھتا ہوں۔ یہ کام مجھ پر چھوڑ دو.....“

”میں پڑھ سکتی ہوں اسے؟“ کامنی نے پوچھا۔ دپیک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ حمید

”لعنت...“

”ہاں“ میں کے فار کالج میں پڑھی ہوں۔“

”یہ اتفاق نہیں، سب کچھ میرے منصوبے کے مطابق ہوا ہے۔ صبح کی ملاقات البتہ

”اور مجھے بسبئی کے فٹ پاتھوں نے تعلیم دی ہے، ٹھو کریں میرا مضمون تمہیں۔ میں ایک سیلف میڈ آدمی ہوں۔“ دپک نے غریبہ لہجے میں کہا۔ وہ نگاہوں میں اداسی لئے اسے ہنکتی رہی۔ ”اور میں تمہیں بھی سمجھ گیا ہوں، میرا خیال ہے تم نے ایم اے کیا ہے اور اب ایب نارل سائیکولوجی میں پی ایچ ڈی کر رہی ہو۔ اپنے پرچے میں مجھ پر.....“

”پرچا نہیں، تھیسس کہو۔“ کامنی نے تصحیح کی۔

”ہاں..... تم مجھ پر تھیسس لکھو گی۔ تمہیں مجھ سے زیادہ ایب نارل آدمی کہیں نہیں ملے گا۔“ دپک نے کہا۔ ”ایک بات بہر حال الجھانے والی ہے۔“ کامنی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”صبح میں نے تم سے دوبارہ ملنے کو کہا تو تم نے انکار کر دیا۔ تم نے کہا کہ تم میرے ٹائپ کی نہیں ہو اور اب..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مجھ سے کیوں ملیں۔“ ”سچی بات یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم یا شاید اب اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں کہ حقیقت کا سامنا کر سکوں۔ آپ.... آپ میرے لئے بہت پریشان کن ہیں۔“

”اچھے سینس میں یا.....“

”بہت بری سینس میں۔“ کامنی نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ ”لیکن میں وضاحت نہیں کر سکتی۔“

”تمہارا مطلب ہے..... تم مجھے پسند نہیں کرتیں؟“

ان بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں نے اسے دیکھا..... بغیر کسی جذبے کے۔ ”غیر وہ آہستہ سے بولی۔“ آپ میں ہر وہ خصوصیت موجود ہے جس سے مجھے کراہت آتی ہے، جس سے میں نفرت کرتی ہوں۔“ دپک نے بڑے تعجب سے اسے دیکھا۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔ اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ غصے سے اس کا چہرہ تہمتا اٹھا ہے پھر وہ اٹھا اور نظر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بل ادا کیا۔ ”..... کو ٹپ دی اور کامنی کی طرف دیکھے بغیر سنگ ہال سے نکل گیا۔“

اورنگ زیب نے محول کے مطابق پی تھی۔ اور بہت زیادہ پی تھی۔ آکاش ہوٹل میں اس کا قیام تھا۔ وہ مقررہ وقت تک باہر نہیں آیا تو ایجنسی کا نمائندہ جسے بالخصوص اس کام پر مامور کیا گیا تھا، ڈپٹی کیٹ چابی کے ذریعے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے پہلے زنی سے..... اور پھر جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اورنگ زیب کو اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی وہ زبانی اپیلیں بھی کر رہا تھا۔

بالآخر اورنگ زیب نے آنکھیں کھول دیں لیکن اسے نظر پھر بھی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ”تم کون ہو جی؟“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ”جناب..... میں جی ہوں۔ ایجنسی والا۔ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کو اشتہاروں کے متعلق بتاؤں۔“

”دفع ہو جاؤ..... لیکن دفع ہونے سے پہلے شراب کی ایک بوتل بھجوا دو۔“ جی اپنے مقدر کو کونے لگا۔ ایجنسی میں لوگوں کی کمی تو نہیں تھی پھر یہ شخص اسی کے مقدر میں کیوں آیا۔ ”آپ یہ اشتہار سنیں جناب.....“ اس نے کہا۔ پھر رپورٹر اور ورائٹی میں شائع ہونے والا دپک ٹمپل کا اشتہار سنا دیا۔ اورنگ زیب نے بہت غور سے سنا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”ٹھیک ہے اب بوتل لاؤ۔“

”آپ مزید نہیں پی سکتے جناب! خود کو سنبھالیے جو کچھ میں نے پڑھا، آپ نے سن لیا؟“

”ہاں۔ میرا خیال ہے، دپک نے بزدلی کا ثبوت دیا ہے۔ اب لاؤ بوتل۔“

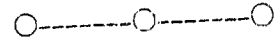
”بس کا خیال ہے کہ دپک اس اشتہار میں غلط نہیں ہے۔ بہر حال، ہمیں آپ کو ایوارڈ دلوانا ہے۔ آپ اس وقت کے سب سے بڑے اداکار ہیں۔ جناب مجھے حکم دیا گیا ہے کہ..... جناب اتنی ایم سوری، میں آپ کو بوتل نہیں دے سکتا۔ مجھے آپ کو اپنے ساتھ ایجنسی کے دفتر لے کر چلنا ہے، اٹھ جائیں جناب۔“

اورنگ زیب نے آہ بھری اور تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ اس نے ریوالور نوجوان جی پر تان لیا۔ ”میرے خیال میں اب تمہیں مزید ایک لمحہ بھی جینے کا حق نہیں۔“ اس نے کہا۔ ”تم جیسے سفاک، حریص، اور غیر انسانی صفات والے انسان اس دھرتی

پر بوجھ ہوتے ہیں... اور میں دھرتی کا بیٹاں کے سینے پر کوئی بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔  
جی کی گھگی بندھ گئی۔ پھر وہ پلٹ کر ایسا بھاگا کہ انجینی کے دفتری جاکر رکا۔

اس کے نکلنے ہی اورنگ زیب نے ریو اور کو بد مزگی سے دیکھا، اس کی نال منہ میں ڈالی اور ٹرائیگر دبا دیا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی خالی ریو اور آہ بھر کے رہ گیا۔ اورنگ زیب ہوش کے عالم میں اپنا ریو اور ہمیشہ خالی رکھتا تھا جانتا تھا کہ کسی دن نشے میں وہ خود کو ہلاک کر لے گا۔ درحقیقت اسے زندگی سے محبت نہیں رہی تھی۔ ایک بے وفائری کی محبت نے اسے دنیا کی ہر محبت سے محروم کر دیا تھا۔

اس نے فون اٹھایا اور روم سروس سے شراب کی ایک بوتل طلب کر لی۔



رونی کو اپنی کج روی ..... بے راہ روی کا احساس تھا۔ اس نے بار بار اس سے لڑنے کی کوشش کی تھی لیکن ہمیشہ ہار گیا تھا۔ ہر صبح کی طرح اس صبح بھی وہ اپنے آپ پر ..... اپنی کمزوری پر کڑھ رہا تھا۔ اسی لمحے اس کی بے راہ روی کا ثبوت ناشتے کی ٹرے لئے بیڈ روم میں آگیا۔ اس کا نام موہن تھا اور عمر ۱۸ سال تھی۔ وہ اندر سے بہت اچھے تہا۔

فلمی حلقے رونی کی بے راہ روی سے بخوبی واقف تھے۔ وہ بد نام آدمی تھا۔ احساس گناہ نے اس کے مزاج میں عجیب سا انکسار پیدا کر دیا تھا۔ لوگ اس کی خوش اخلاقی کے گن گاتے تھے۔ ایسے لوگ بھی تھے جو انسانی کمزوریوں کے حوالے سے اسے معاف کر دیتے تھے لیکن رونی اپنے طور پر بہت محتاط رہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کمزوری نے اس کے لئے زندگی کو بہت دشوار بنا دیا ہے..... تمام تر آسائشات کے باوجود۔

وہ ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ موہن بیٹھا اخبار پڑھتا رہا۔ اچانک اس کے منہ سے 'ارے' نکلا اور اس نے اخبار رونی کی طرف بڑھادیا۔ "یہ اشتہار پڑھیں۔ ذرا۔"

"میں اپنے اشتہار چھپنے کے بعد کبھی نہیں پڑھتا۔" رونی نے سرد لہجے میں کہا۔ احساس جرم کی وجہ سے صبح کے وقت اس کا موڈ بہت خراب رہتا تھا۔

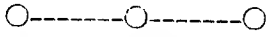
"یہ آپ کا اشتہار نہیں ہے۔ یہ دیکھ پٹیل کا ہے۔ میرا خیال ہے، پاگل ہو گیا ہے

بے چارہ۔ پڑھئے تو۔" موہن نے اصرار کیا۔

رونی نے وہ اشتہار پڑھا اور ناشتہ بھول بیٹھا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"ہے نا عجیب چیز؟" موہن نے پوچھا۔

لیکن اس اشتہار نے حساس رونی کے دل کے انجانے گوشوں کو چھو لیا تھا۔ "شنادار۔ میں سمجھتا ہوں کہ دیکھ نے ہم سب کو بہت بڑا اخلاقی درس دیا ہے" اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔



روپ کمار خود کو بھارت ماتا کا عظیم سپوت قرار دیتا تھا۔ اس کی تمام فلموں کا موضوع بھارت کی عظمت ہوتا تھا۔ وہ جنگی فلمیں ہوتی تھیں جن میں وہ فوجی کردار میں ناممکن قسم کے کارنامے انجام دیتا اور دشمنوں کے کشتوں کے پشے لگاتا نظر آتا تھا۔ حقیقت میں بھی وہ بے حد جان دار آدمی تھا۔ طویل القامت اور قوی الجشہ، بڑے بڑے ہاتھ پیر۔ البتہ اب اس کا پیٹ نکل آیا تھا۔ پھر بھی عام زندگی میں لوگ اس کے غصے سے خوف زدہ رہتے تھے۔ غصے میں اسے کچھ ہوش نہیں رہتا تھا اور وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

اس روز وہ اسٹوڈیو میں تھا کہ اس کے سیکرٹری سندر نے اسے وہ اشتہار دکھایا۔ اس نے وہ اشتہار پڑھا اور اخبار ایک طرف پھینک دیا۔ "بزدل کہیں کا۔ ایسے لوگ بھارت ماتا کے لئے کلنک کے ٹیکے کی حیثیت رکھتے ہیں۔" اس نے نفرت سے کہا۔ "بھگواڑا کہیں کا۔ ویسے اس بد معاش کا کوئی چانس بھی نہیں تھا۔"

سندر آہ بھر کے رہ گیا۔ وہ باس کو کیسے سمجھاتا۔ تاہم اس نے ہمت کر کے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے باس! وہ جھوٹ تو نہیں بول رہا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ اس کا واقعی کوئی چانس نہیں تھا۔ تم دیکھنا..... اس مورتی کو تم ہی چکایا کرو گے۔ وہ مورتی صرف بھارت ماتا کے سپوتوں کے لئے ہے..... میرے لئے ہے۔" روپ کمار نے سینے پر ہاتھ مار کے کہا۔

سندر نے ایک اور طویل آہ بھری۔ اب تو کچھ کہنا فضول ہی تھا۔ کون سنتا ہے فغان

درودیش۔

پوچھا۔

”ہارنا تو تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ شان سے ہارا جائے۔“ دپک نے جواب دیا۔  
 ”تم اچھے خاصے مقروض ہو اور جو لوگ مقروض ہوں وہ ایوارڈ جیتنے کی پوری  
 کوشش کرتے ہیں۔ من مورت ایوارڈ لینے کے بعد آدمی راتوں رات لکھ پتی بن جاتا ہے  
 لیکن ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ تمہارے اشتہار میں اتنا خلوص ہے کہ میرے خیال میں تمہارے  
 دونوں میں کچھ اضافہ ہی ہو جائے گا۔ وش یو گڈ لگ۔“  
 ”ان دیو قامت فنکاروں کے سامنے قسمت کیا ساتھ دے گی۔ تم نے ساری فلمیں  
 دیکھی.....“

”کوئی ایک بھی نہیں دیکھی۔“ ونو نے خشک لہجے میں کہا۔ ”لیکن تمام فلمیں تو  
 دوٹ دینے والوں نے بھی نہیں دیکھی ہوں گی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے دیکھی بھی ہوں  
 تو کیا فرق پڑتا ہے۔ دوٹ دینے والے بھی انسان ہیں۔ پسند ناپسند بھی چلتی ہے۔ آدمی وہی  
 کچھ دیکھتا ہے جو دیکھنا چاہتا ہے، اس کے نزدیک وہی بہترین ہوتا ہے۔ بات صرف یہ ہے  
 کہ وہ تمہیں پسند کریں گے تو تمہیں دوٹ دیں گے۔ اگر وہ تمہارے حریفوں کو پسند نہیں  
 کرتے۔ تب بھی تمہیں دوٹ دیں گے۔ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے اس  
 احتقانہ اشتہار سے فائدہ ہو سکتا ہے، لیکن سنو..... مجھے اچانک خیال آیا ہے۔ تم نے  
 یہ اشتہار یہی سوچ کر چھپوایا ہے۔“  
 دپک نے زوددار قہقہہ لگایا۔

”پہلے میں سمجھا تھا کہ تم نے احتقانہ حد تک مخلص ہونے کا ثبوت دیا ہے مگر ابھی  
 ابھی میری سمجھ میں بات آئی ہے۔ تم ایسے سلاہو سنت تو نہیں ہو۔ تو ہو نا کسی چکر میں؟“  
 ”ہاں..... ہوں تو“ دپک نے جواب دیا۔  
 ”بس ٹھیک ہے۔ مجھے نہ بتانا۔ میں تمہارے چکروں سے بے خبر ہی رہنا چاہتا  
 ہوں۔“ ونو کے لہجے میں مسرت تھی۔

دپک نے ریسیور رکھ دیا اور ایوارڈ جیتنے کے متعلق سوچنے لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ  
 ایوارڈ ملنے ہی اس کی مارکیٹ ویلیو کہیں کی کہیں پہنچ جاتی۔ رات وہ یہی سوچتا رہتا تھا۔  
 اسے ایوارڈ یقینی طور پر جیتنے کی ترکیب کرنی تھی۔ کوئی موثر منصوبہ بنانا تھا۔ اس کے پاس

○-----○-----○

پریم راج میک اپ روم میں تھا اور میک اپ مین سے دپک کے اشتہار ہی کے  
 سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ”آپ کے خیال میں دپک نے سنجیدگی سے یہ اشتہار دیا  
 ہے؟“ میک اپ مین نے پوچھا۔

”ہاں..... اس نے کل ذاتی طور پر بھی مجھے یہی بتایا تھا۔ اس نے یہاں تک کہا  
 تھا کہ وہ مجھے سپورٹ کرے گا۔“ پریم راج نے جواب دیا۔  
 ”لیکن آپ جانتے ہیں کہ وہ آدمی ناقابل اعتبار ہے۔“  
 ”یہ حقیقت ہے میں اس پر بھروسہ نہیں کر سکتا لیکن مجھے اس کے اشتہار پر بھروسہ  
 ہے۔ ویسے بھی اس کا کوئی چانس نہیں تھا۔“

”لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ بیلٹ پیپر پر تو اس کا نام رہے گا۔“ میک اپ مین نے  
 اعتراض کیا۔ وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے خیال میں ایوارڈ کا مستحق دپک پٹیل ہی  
 تھا۔

”کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ پریم راج نے بے پروائی سے کہا۔ ”میں دپک کو بہت  
 اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بے حد انا پرست آدمی ہے۔ اگر وہ سنجیدہ نہ ہوتا تو یہ اشتہار کبھی  
 نہ چھپواتا۔ ویسے بھی وہ میرے ساتھ مزید کام کرنا چاہتا ہے اس طرح اسے مزید شہرت  
 حاصل ہوگی اور دولت بھی۔ مجھے اس کا یہ اہمار پسند آیا ہے۔“

○-----○-----○

ناشتے کے بعد دپک نے اوم ناتھ سے پرکاش کا نمبر ملانے کو کہا اور اخبار میں اپنا  
 اشتہار دیکھنے لگا۔ یہ دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ حمید نے اشتہار میں کوئی تبدیلی نہیں کی  
 تھی۔ حرف بہ حرف وہی کچھ چھپا تھا جو اس نے لکھا تھا۔ اس نے اشتہار پڑھا اور اس کا جی  
 خوش ہو گیا۔ اشتہار کا تاثر بھرپور تھا۔ بس رنگ آمیزی کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ کاش اس  
 نے یہ اشتہار کسی اور سے لکھوایا ہوتا..... کاش

اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے اس کا  
 اکاؤنٹنٹ ونو بول رہا تھا۔ ”تم من مورت ایوارڈ کیوں چھوڑ بھاگے دپک؟“ ونو نے

دے گا۔ بہتر ہو گا کہ فیصلہ کر لو۔ میرا ساتھ دینا ہے یا نہیں۔ آخری فیصلہ تمہارا ہی ہو گا۔“  
حمید دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اوم ناتھ سہا سہا کمرے میں آیا۔ ”صاب جی..... کھانا کھائیں گے؟“ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”کیوں نہیں کھاؤں گا لنگور۔ لیکن تھوڑی دیر بعد۔“

فون کی گھنٹی بجی۔ دپیک نے ریسپور اٹھایا۔ ”اوہ..... دیش باپو! میں ابھی تمہیں ہی فون کرنے والا تھا۔“ اس نے گرم جوشی سے کہا۔ لطف یہ کہ اس بار وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اسے درحقیقت دیش کی مدد کی سخت ضرورت تھی۔ ”بھگوان کی قسم دیش باپو! میں تمہیں فون کرنے والا تھا۔ یقین کرو۔“

”مجھے یقین ہے۔“ دوسری طرف دیش نے آہ بھر کے کہا۔ ”میں جانتا تھا۔ انسانی دوستی اتنی ہکی نہیں ہوتی کہ وقتی غصے کی بھیٹ چڑھ جائے۔“

”بالکل بالکل۔ ایک سچے دوست کی خاطر درجنوں ایوارڈ گنوائے جاسکتے ہیں۔“

”تم نے میرا دل خوش کر دیا بچے۔“ دیش کے لہجے میں محبت تھی۔ ”صبح میں نے تمہارا اشتہار دیکھا۔ میں نے خود سے کہا..... دپیک میں اتنا ظریف ہے کہ وہ اپنی غلطی علی الاعلان تسلیم کر رہا ہے۔ میرے بچے میں اتنا حوصلہ ہے کہ وہ فلم انڈسٹری میں اتنی سر بلندی کے ساتھ سچ بولنے کی روایت قائم کر رہا ہے تو کیا مجھ میں اپنی غلطی تسلیم کرنے کا ظرف نہیں ہے..... اور میں اپنے کل کے رویے پر معذرت کر رہا ہوں بیٹے۔“

ایسی باتیں دپیک کو ہمیشہ بور کر دیتی تھیں تاہم خوش آئند بات یہ تھی کہ دیش اس اشتہار کے جھانسنے میں آگیا تھا۔ ”تم نے ٹھیک کہا تمہارے لئے ایوارڈ حاصل کرنے کا کوئی چانس نہیں۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”چنانچہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اسپورٹس میں اسپرٹ کا مظاہرہ کروں۔“

”تو میں کلونٹی والوں سے ہابی بھریوں؟“ دیش نے خوش ہو کر پوچھا۔

”فی الوقت نہیں۔“ دپیک نے محتاط انداز میں کہا۔ ”میں تمہارا مقروض ہوں۔“

لیکن میرے خیال میں ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ ممکن ہے، ایک دو ہفتے میں اس سے بہتر کوئی آفر مل جائے۔“

”ممکن ہے۔ آج صبح میٹرو والوں نے بھی فون کیا تھا۔ میں ان سے پھر بات کروں

مہم چلانے کے لئے سترہ دن تھے، جن میں سے ایک دن گزر گیا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ حمید کمرے میں داخل ہوا۔ ”گڈ مارننگ سر۔“ اس نے خراب لہجے میں کہا..... اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور موڈ بھی خراب معلوم ہوتا تھا۔ شاید اس نے رات زیادہ ہی پی لی تھی۔

”آج تم نے کوئی گڑبڑ کی تو میرے تمہارے درمیان فاصلہ بڑھ جائے گا۔“ دپیک نے بھی خراب لہجے میں کہا۔ ”میری طرف سے میرے چاروں حرفوں کو لہجے پر مدعو کرو۔ کہنا کہ یہ شکست خوردہ امیدوار کی طرف سے پُر خلوص دعوت ہے... سمجھے؟“

”سمجھ گیا۔ تم نے رونی کا آئیڈیا چرایا ہے لیکن مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ ہم تم زندگی بھر اچکا پن کرتے رہے ہیں۔ میں تمہارے گھٹیا پن پر حیران ہوں۔ تم تو اپنا انداز..... اپنی انفرادیت بھی گنوا رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ذہین ہو۔ اس ذہانت کو استعمال کیوں نہیں کرتے۔ تخلیقی ایج پیدا کرو۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟“

”تمہیں تکلیف کیا ہے آخر؟“

”میری روح بے چین ہے۔ میرے ضمیر پر بوجھ ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اسے میں نے شراب میں غرق کرنے کی کوشش کی تھی۔“ اگلے ہی لمحے وہ سہم کر رہ گیا۔ دپیک نے اس کا گلا دو بچ لیا تھا اور اب بڑی نفرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”جو آدمی بوجھ رکھنا چاہے، وہ ہر صورت میں بوجھ ہی کھاتا ہے۔ تم بزدل آدمی! تم نے اتنی بکواس کیوں کی، تم اس وقت خود کو بہت بڑا آدمی سمجھ رہے ہو، یہ بکواس کر کے۔ یہ بھول رہے ہو کہ تم کاکمڈج کی طرح حقیر اور پست ہو۔ آئیڈیلز اتنے بڑے اور حوصلہ صفر۔ لعنت ہو تم پر۔ تمہارا ٹھکانا یہاں بھی نرکھ ہے اور وہاں بھی نرکھ۔ اب سنو..... تمہارے ذہن پر اگر اور کوئی بوجھ بھی ہے تو وہ بھی اتار دو.....“ اس نے جھٹکے سے حمید کو چھوڑ دیا۔

”مجھے کچھ نہیں کہنا۔“ حمید نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

”تو بہتر ہے، دوسرے کمرے میں جا کر رو لو۔ بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ یہ دن مصروفیت کا ہے۔ ہمیں بہت کام کرنا ہے اور کام آسان نہیں ہے۔ تمہارا ضمیر اسے اور دشوار بنا

تھا۔

”کھو ہیرو! کیسے یاد کیا۔ خیریت تو ہے؟“ اس نے پوچھا۔ ”نامزدگی مبارک ہو۔ جیتنے کا ارادہ بھی ہے کہ نہیں؟“

”ہاں ارادہ تو ہے۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں ایوارڈ کے بیٹ سٹم کے متعلق کچھ علم ہے؟“  
”نہیں ویسے میرا خیال ہے، تم نے مجھے اپنی کامیابی یقینی بنانے کے سلسلے میں کام کرنے کے لئے بلوایا ہے۔ یہی بات ہے نا؟“  
”تم جو چاہو فرض کر سکتے ہو؟“

پرکاش بڑی شیطنت سے مسکرایا۔ ”یہ ممکن نہیں ہے پرنس۔“  
”تمہارا مطلب ہے، میں ایوارڈ نہیں جیت سکتا؟“

”نہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ تم ایوارڈ جیتنے کی گارنٹی حاصل نہیں کر سکتے۔ ویسے تم پہلے امیدوار نہیں ہو جسے ووٹ خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔“  
”میرے ذہن میں دور دور تک ایسا کوئی خیال نہیں۔ نہ تو میں کروڑ پتی ہوں اور نہ میرے خیال میں ووٹ خریدے جاسکتے ہیں۔ یہ سیاست کا نہیں، فن کا اکھاڑا ہے۔“  
”تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟“

”میں ووٹرز کے جذبات سے کھیلنا چاہتا ہوں۔ ان کے دل جیتنا چاہتا ہوں۔“  
”وشواری یہ ہے کہ تمہارے حریف بھی تم جیسے ہیں۔ وہ بھی دلوں پر راج کرتے ہیں۔ اس صورت میں تم کیا کرو گے۔ یہ ثابت کرو گے کہ روپ کمار اندر سے جنگیز خاں اور پریم راج درحقیقت ہلر ہے۔“

دپک نے اس گھٹیا ایکسٹرا سپلاز کو کبھی پسند نہیں کیا تھا لیکن اس وقت اسے اس سے کام لینا تھا۔ چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم خاصے قریب پہنچ گئے ہو۔ کچھ اور سوچو۔“

”کیا بات کر رہے ہو.....؟“

”اگر میرے لئے کام کرنا چاہتے ہو تو خاموشی سے میری بات سنو۔ ۱۳ مارچ کو اکیڈمی کے ممبرز کے نام بیٹل سپر زپوسٹ کئے جائیں گے جن کی واپسی کی آخری تاریخ ۱۳ اپریل ہے لیکن آدھے سے زیادہ بیٹل سپر زپو ابتدائی پانچ روز میں فائل ہو جاتے ہیں۔ یعنی ووٹرز

گا۔“

”بہت خوب ویسے باپو، میں سوچ رہا ہوں کہ ہتھیار تو میں نے ڈال ہی دیئے ہیں۔ کیوں نہ اس نامزدگی سے کچھ فائدہ اٹھاؤں، کچھ پلٹی مل جائے تو کیا برا ہے۔“  
”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟“

”ایسا کرو کہ..... میں شکست خوردہ لٹچ اریج کر رہا ہوں..... کل تاج محل میں۔ تم میرے چاروں حریفوں کو میری طرف سے لٹچ پر مدعو کر لو میں انہیں مبارک باد اور نیک تمنائیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں کچھ کہہ نہیں سکتا دپو! ضروری نہیں کہ وہ دعوت قبول ہی کر لیں۔“  
”ممکن ہے، نہ کریں لیکن میرے ایثار کے جواب میں انہیں اتنا تو کرنا ہی چاہئے۔ تمہیں یہ کام کرنا ہو گا باپو۔“

”سو دے بازی کر رہے ہو؟“ دپک نے سرد لہجے میں پوچھا۔ ”دیکھو دپو..... بہتر ہے، میں تمہیں حقیقت بتا دوں۔ ان دنوں میرا ہاتھ تنگ ہے۔ وکٹر مجھے ابجینسی سے الگ کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ دوسری طرف میری صحت ٹھیک نہیں..... اور علاج بھی منگنا ثابت ہو رہا ہے۔ میں بڑی مشکل میں ہوں۔“  
”ٹھیک ہے۔ تمہاری خاطر میں یہ بھی کر لوں گا باپو۔“  
”شکریہ سچے۔ میں تمہاری خاطر ان چاروں کو یکجا کرنے کی کوشش کروں گا.....“

”نہیں باپو..... کوشش نہیں، تمہیں یہ کام کرنا ہو گا..... یقینی طور پر۔“  
”اوکے بوائے۔ آئی دل ڈواٹ۔“ رابطہ منقطع ہو گیا۔

دپک نے ریسپور کریڈل پر ڈالا اور سکون کا سانس لیا۔ وہ اس گفتگو کے نتائج سے خوش تھا۔ اس کا معمولی قسم کی آفر قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ تاہم وہ دیش کے ساتھ ٹال مٹول سے کام لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بڑی بات یہ تھی کہ اس نے صرف وعدے کے زور پر دیش کو پٹالیا تھا۔

وہ کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا کہ پرکاش آگیا۔ وہ ایکسٹرا سپلاز تھا لیکن درپردہ اور بھی بہت کچھ کرتا تھا۔ اوم ناتھ نے دپک کی ہدایت کے مطابق فون کر کے اسے طلب کر لیا۔

کو متاثر کرنے کے لئے مہم ۲۵ مارچ تک موثر رہتی ہے۔ یعنی اس عرصے میں مجھے پرستار چرانے ہیں، روپ کمار کے، رونی کے، پریم راج کے اور اورنگ زیب کے پرستار۔ صرف اس صورت میں، میں جیت سکتا ہوں۔“

”اور اس دوران وہ تمہارے پرستار چرانے کی کوشش کریں گے۔“ پرکاش نے کہا۔ ”خیر تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہے؟“

”ہاں، اسی لئے تو تمہیں بلایا ہے تمہیں پریم راج پر کام کرنا ہے۔“  
”وہ تو تم پہلے ہی کر چکے ہو۔ میں نے تمہیں بیلا کا پتا دیا تھا۔ ہم وہاں پولیس کا چھپلا.....“

”نہیں، بیلا کو مردہ سمجھ لو۔ پریم راج نے مجھے وہاں پکڑ لیا تھا۔ اب اس کا بیلا سے کوئی تعلق نہیں۔“ دپک نے کہا اور پوری تفصیل سنا دی۔

پرکاش کچھ دیر ہنستا رہا پھر بولا۔ ”ٹھیک ہے، میں پانچ ہزار لوں گا۔“  
”یہ تو بہت زیادہ ہیں۔“

”نہیں، مجھے کسی نہ کسی طور پر پریم راج کو ٹریپ کرنا ہے، پھنسانا ہے اور یہ کام خطرناک ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ من مورت ایوارڈ کی اوقات پانچ ہزار کی بھی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے، اب یہ بتاؤ کہ کام کیسے کرو گے؟“ دپک نے کہا۔

”دیکھیں گے۔ پریم راج بہت محتاط آدمی ہے، آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گا۔ نامزدگی کے بعد تو وہ اور محتاط ہو جائے گا۔ بہت مشکل کام ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ کوئی لغزش کرے گا، اس کے لئے جال بچھانا ہو گا۔“

”تو کچھ سوچو نا۔“

”سوچوں گا۔ دوسرے تین حرفوں کے متعلق کیا خیال ہے؟“

”ان سے میں نمٹ لوں گا، دیے بھی مجھے صرف پریم راج سے خطرہ ہے۔“

”ٹھیک ہے پرنس لیکن ایک بات سمجھ لو، کامیابی کی گارنٹی نہیں ہے، تمہارا کام ہو یا نہ ہو مجھے پانچ ہزار ملیں گے۔“ پرکاش نے کہا۔

”یہ تو میں نے سمجھ لیا لیکن ایک بات تم بھی سمجھ لو۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کی صورت میں ایک نیڈی پیسہ بھی نہیں ملے گا تمہیں۔“

”ایسی بات نہیں، کوشش تو میں سر توڑ کروں گا، آگے بھگوان جانے۔“  
”اور اگر ایوارڈ مجھے مل گیا تو سوچو کہ میرے دوستوں کو کیا کچھ نہیں ملے گا۔ میں اپنی پروڈکشن قائم کروں گا۔ میرے دوست فائدے ہی میں رہیں گے۔“

”میرا شمار اپنے دوستوں ہی میں کرنا پرنس، تم فکر نہ کرو، میں پوری کوشش کروں گا۔ اؤکے۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ”اور سنو! میں چیک نہیں، کیش لوں گا۔“

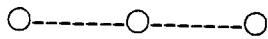
دپک ہچکچایا۔ ونود کا کہنا تھا کہ ہر ادائیگی چیک کے ذریعے ہو تاکہ حسابات ٹھیک ٹھاک رہیں پھر کچھ سوچ کر اس نے کیش ادائیگی کی حامی بھر لی۔

اس کے جانے کے بعد دپک نے اوم ناتھ کو بلا کر برتن سمیٹنے کی ہدایت کی اور اخبار میں اپنا اشتہار دیکھنے لگا۔

ایک کھلا خط از طرف دپک ٹیل، نامزدگی برائے بہترین اداکار۔ بنام ممبران من مندر آرٹس اکیڈمی

”میں اداکاروں کی انجمن کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس اہم ترین ایوارڈ کے لئے نامزدگی کا اعزاز بخشا۔ دلی شکریہ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں اداکاری کے اعتبار سے، آگ میں، اورنگ زیب، بادشاہ، میں رونی، فرشتہ، میں پریم راج اور، سندرس، میں روپ کمار جیسے عظیم فنکاروں کی ہمسری کر سکتا ہوں۔ میری التجا ہے کہ اس سلسلے میں ووٹ دیتے وقت ان چاروں میں سے کسی ایک کو منتخب کریں۔ شاید کسی دن میں بھی آپ کے ووٹ کا مستحق ٹھہروں گا کیونکہ ابھی مجھے بہت آگے جانا ہے۔“

آپ کا مخلص۔ دپک ٹیل



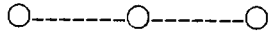
اس کی آنکھ کھل گئی۔ کوئی بری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا۔ اس نے سوتی ہوئی بیلا کو بد مزگی سے دیکھا۔ دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا۔ ”کون ہے بے؟“ اس نے دہاڑ کر کہا۔  
”میں حمید ہوں یار، دروازہ کھولو، بارہ بج رہے ہیں۔“



حمید چند لمحے سوچتا رہا۔ میں.....میں.....میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔

”مرتے دم تک؟“

حمید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔



تاج محل کے ڈائننگ ہال کی پوزیشن دیکھ کے لئے آئیڈیل تھی۔ ہال کے ایک سرے پر بار تھا اور بار کے اس طرف بار کی نشستیں تھیں۔ وہاں کا ماحول نیم تاریک اور رومان پرور تھا لیکن دیکھ کو اس کی رومان پروری سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اہم بات یہ تھی کہ وہاں درجنوں رپورٹرز بھی چھپا دیئے جاتے تو اس کے حریفوں کو پتا نہ چلتا۔ لنچ ڈائننگ ہال میں ہوتا تھا۔ یعنی رپورٹران لوگوں کو دیکھ اور سن سکتے تھے جبکہ وہ لوگ رپورٹروں کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

دیکھ کو ہیڈ دیٹر نے اندر داخل ہوتے ہی بتا دیا کہ روپ کمار آچکا ہے اور گول بار کے ڈانگ ہال کی سمت والے گوشے میں موجود ہے۔ دیکھ اس کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔ اسے جلد از جلد روپ کمار کا کام تمام کرنا تھا۔ وقت بہت تھوڑا تھا۔ کسی بھی وقت باقی حریف بھی آ سکتے تھے۔ اس نے روپ کمار کے برابر والے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے اس کے کندھے تھپتھپائے، ”ہیلو چیمپ۔“ اس نے کہا۔

روپ کنار نے کڑے تیروں سے اس کی طرف دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ نظر آئی۔ ”لڑکے کہاں ہو تم؟“ اس نے بناؤنی گرم جوشی سے کہا۔  
 ”کیا منگواؤں تمہارے.....؟“

”فضول باتیں مت کرو، تم یہاں میرے مہمان ہو۔“ دیکپ نے لہجے میں خلوص سموتے ہوئے کہا۔ اس وقت باریٹنڈر نے اس کے سامنے جام لا کر رکھ دیا۔ ”دادا! میں چاہتا ہوں کہ اردوں کے آنے سے پہلے تمہارے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کر دوں۔“ دیکپ نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

روپ کمار نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے دپک کے لئے اپنی ناپسندیدگی چھپانے

”میں اٹھ گیا ہوں، ابھی آتا ہوں، تم ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کرو۔“ اس نے چیخ کر کہا پھر جھنجھوڑ کر بیلا کو اٹھا۔ ”بس، اب تم چل دو یہاں سے۔“

پندرہ منٹ بعد وہ باہر نکلا۔ ”غصب خدا کا گھوڑے بیچ کر سوتے ہو۔ دینش نے فون کیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ اورنگ زیب کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ باقی سب نے مجوزہ بیچ کی دعوت قبول کر لی ہے۔“

”میں نے کہا تھا کہ چاروں.....“

”درست ہے لیکن اورنگ زیب جیسے پیکل آدمی کے بارے میں تو کبھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“ حمید نے اس کی بات کٹ دی۔ ”اور پھر کون جانے“ اورنگ زیب آہی آہی جاتے۔“

”اسے بھی آنا پڑے گا۔“ دھپک نے غرا کر کہا۔ ”وہ اس دور کا سب سے بڑا اداکار ہے، وہ نہیں آیا تو گٹھ بڑھو جائے گی۔ سب سے زیادہ آسانی سے ووٹ وہی حاصل کر سکتا ہے۔“

”تو تم کیسے کلٹ لو گے اس کے ووٹ؟“

”یہ حقیقت ہے کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ دیکھ نے بے بسی سے کہا۔  
 ”لیکن وہ دعوت میں آگیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مزاج کے اعتبار سے راجا ہی ہے۔“  
 ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دونوں کے بجائے حریفوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے  
 ہو؟“

”ایک بات بتاؤں۔“ دپک کے انداز میں راز داری تھی۔ ”تم بورہست کرتے ہو۔ بھگوان کے لئے میرا بیچھا چھوڑ دو۔ تم اپنے اس ہتھیار سے مجھے ہلاک بھی کر سکتے ہو۔“

”میں جانتا ہوں، تم کس چکر میں ہو۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ درحقیقت دپک کے گھٹیا پن سے اسے وحشت ہونے لگی تھی۔

”اب تم کو گے کہ تم مجھے مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ تمہیں میرے گھٹیا منصوبے کے متعلق سب کچھ معلوم ہے۔ میں تم سے ایک سیدھی سی بات کہوں گا۔“ دیک نے چند لمحے توقف کیا پھر بولا۔ ”صرف یہ بتاؤ کہ تم میرے ساتھ ہو یا نہیں، اب میں تمہارا ایکچر نہیں سنوں گا..... نہ آج، نہ کل اور نہ آئندہ کبھی۔“

کی کوشش کی تھی پھر بھی وہ آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

”ہم کبھی قریب نہیں رہے، ہماری کبھی دوستی نہیں رہی۔“ دیپک نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”بتا نہیں کیوں، ہمارے درمیان ہمیشہ فاصلہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، وہ کہنا میرے لئے مشکل ہے، میں صرف اتنا کہوں گا کہ میں اور میرے دوست اس ایوارڈ کے لئے تمہیں سپورٹ کریں گے، تمہیں ووٹ دیں گے۔“

روپ کمار کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے رخسار تہمتانے لگے اور آنکھوں میں جیسے سورج اتر آیا۔ ”میں..... کیا.....؟“

”ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی ہے دادا! میں نے زندگی میں ایسی عظیم پرفارمنس نہیں دیکھی، جیسی تم نے سندھ دیس میں دی ہے۔ تم نے لوگوں کو بھارت ماتا کے حقیقی سپوتوں کا روپ دکھایا ہے۔ اس ایوارڈ کی شکل میں تمہاری فتح بھارت ماتا کی فتح ہوگی۔ اوہ، میں جذباتی ہو گیا لیکن بھارت ماتا کے معاملے میں جذباتی ہونا میں نے تم سے ہی سیکھا ہے، اس لئے میں ایوارڈ کے مقابلے سے دستبردار ہوا ہوں۔“

”لعلت ہو مجھ پر۔“ روپ کمار نے پوری قوت سے دیپک کا کندھا پکڑ لیا۔ اسے اپنی گرفت کی سختی کا احساس بھی نہیں تھا۔ ”میں تمہیں بتاؤں.....؟“ اس نے چیخ کر کہا۔

”شش..... ذرا آہستہ۔“ دیپک نے اپنا کندھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”سننے دو سب کو، میں چاہتا بھی یہی ہوں کہ سب سن لیں۔“ روپ کمار نے چیخ کر کہا۔ ”دیپک ٹیل، تم ایک عظیم انسان ہو..... بھارت ماتا کے عظیم سپوت۔“

”شکریہ دادا! یہ الفاظ تمہاری زبان سے ادا ہونے کی وجہ سے اور زیادہ قیمتی ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں تم سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے۔“

”میں اس فلمی دنیا میں برسوں سے ہوں۔ تم پہلے شخص ہو جس میں کچھ کہنے کا حوصلہ نظر آیا ہے مجھے۔ یہ میں تمہارے اشتہار کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں وہ تو کوئی بھی چھپوا سکتا ہے لیکن تم نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کرچ بولا ہے۔“

”شکریہ دادا!“ دیپک نے آہستہ سے کہا اور کن انکھیوں سے بار کے دوسری طرف

دیکھا جہاں حمید چند صحافیوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا تھا۔ روپ کمار کی آواز وہاں تک یقیناً پہنچی ہوگی جب کہ وہ خود آہستہ بول رہا تھا۔

”دیکھو! آج سے ہم تم دوست ہیں..... جگہری دوست“ روپ کمار نے کہا۔ ”اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ آج تک میں تمہیں غلط سمجھتا رہا ہوں لیکن اب اس کی تلافی بھی کروں گا، سنا تم نے؟“

”سن رہا ہوں۔“

”میں تمہیں اپنی ایک قلم میں کاٹ کر دوں گا۔ پریم راج کی طرح ثانوی کردار میں نہیں۔ مرکزی کردار تمہارا ہو گا۔ ہم دنیا کو دکھائیں گے کہ تم کیا ہو۔“

”لیکن دادا! اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لو، مرکزی کردار تم کرنا۔“

”ارے نہیں دیکھو، کیسی باتیں کرتے ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ فرشتہ کس کے زور پر چلی تھی۔ تمہارا کردار مختصر تھا..... ثانوی تھا، اس کے باوجود تم پوری قلم پر چھائے ہوئے تھے۔ تم بہت بڑے اداکار ہو، سچے فنکار، سچے دوست اور میں ذاتی طور پر تمہارے ایوارڈ سے دستبردار ہونے کے حق میں نہیں ہوں، میں تمہیں ووٹ دوں گا، رام جی کی سوگند، میرا ووٹ تمہارے حق میں جائے گا۔“

دیپک نے کن انکھیوں سے صحافیوں کو دیکھا، جن کی پنسلیں متحرک تھیں۔ ”شکریہ دوست۔“ اس نے بہ آواز بلند کہا۔ اسی لمحے اسے روٹی آتا نظر آیا۔

”اور یہ حقیقت ہے کہ تمہاری کردار نگاری لازوال تھی“ روپ کمار نے چنگھاڑ کر کہا۔

دیپک نے فیصلہ کیا کہ اتنا کافی ہے۔ ”میں ابھی آیا۔“ اس نے روپ کمار سے کہا۔ ”روٹی آگیا ہے اور میزبان ہونے کی حیثیت سے، تم سمجھ رہے ہو نا دادا؟“

”لعلت بھیجو روٹی پر۔“

”میں میزبان ہوں دادا!“

”اچھا چلو، تمہاری دوستی کی خاطر یہ بھی سہی۔ میں یہ بھی برداشت کر لوں گا۔“ روپ کمار نے اعلیٰ طرفی کا مظاہرہ کیا۔

”تم اپنے لئے اور جام بنو، میں ابھی آیا۔“ دیپک نے کہا اور روٹی کی طرف چل

دیا۔ بار کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے حمید کو آنکھ ماری۔ تمام رپورٹرز چوکس بیٹھے تھے۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔

”آؤ روٹی کیا حال ہے، آمد کا شکریہ۔“ دیپک نے چمک کر کہا۔

”تم سناؤ کیسے ہو؟“ روٹی نے گرم جوشی سے کہا۔ ”لیکن بچو..... یہ شکست خوردہ کی طرف سے لچ کا آئیڈیا تو میرا تھا۔“

دیپک نے روٹی کے لئے ڈرنک کا آرڈر دیا پھر وہ روٹی سے مخاطب ہوا۔ ”بے شک، آئیڈیا تمہارا تھا لیکن حق میرا تھا۔ شکست خوردگی تو میری یقینی تھی۔“

”بہر حال، تمہاری چوری مجھے پسند آئی۔ میں خود بھی اس معاملے میں کم نہیں ہوں۔“ روٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔ دیپک کو وہ بہت اچھا لگا۔ پھر روٹی نے روپ کمار کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”اس طرح تمہا چھوڑنے پر وادا تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا بچو!“

دیپک کو اندازہ ہو گیا کہ روٹی کے لئے اسے حکمت عملی تبدیل کرنا پڑے گی۔ وہ روپ کمار کی طرح جذباتی اور بے وقوف نہیں تھا۔

”تم نے بڑبڑی تو نہیں دکھائی نا؟ میرا مطلب ہے، تم دہشت کی وجہ سے میدان چھوڑ کر تو نہیں بھاگے ہو؟“ روٹی نے پوچھا۔

”ارے نہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ پہلے کبھی کسی نے اتنی جرات کا مظاہرہ نہیں کیا۔“ دیپک نے کہا۔ ”میرے جیتنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دیانت داری کو ترجیح دی۔ حقیقت ہے آنکھیں چرا نا حماقت ہے۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس شخص کا ساتھ دوں جو اس ایوارڈ کا صحیح معنوں میں مستحق ہے۔“

”اور تمہارا اشارہ یقیناً میری طرف ہے۔“ روٹی نے مضحکہ لہجے میں کہا

”تمہارا اندازہ درست ہے۔“ دیپک نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرا بھی کوئی چانس نہیں ہے۔“

”یہاں میں تم سے متفق نہیں ہوں۔“ دیپک نے کہا۔ ”میں اور میرے حلقے کے تمام لوگ تمہیں ووٹ دیں گے۔ میں اس کی وجہ بتا دوں۔ سب سے اچھی پر فارمنس درحقیقت تمہاری ہے۔“

روٹی کی آنکھوں سے شکست کا تاثر ڈھل گیا اور اس کی جگہ شکرگزاری نے لے

لی۔ ”تم سچ کہہ رہے ہو؟“

”ظاہر ہے، مجھے تم میں سے کسی کی فلم میں بھی کام نہیں کرنا۔ میرا تم سے کوئی مفاد وابستہ نہیں، پھر میں جھوٹ کیوں بولوں۔“

”سچ تو یہ ہے بچو کہ تم اس وقت میرے دل میں اتر گئے ہو۔ خواہ مجھے ایوارڈ نہ ملے، میں تمہاری محبت اور خلوص کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔“

”ایوارڈ تمہیں ہی ملے گا۔“ دیپک نے دھیمی آواز میں کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ

رپورٹرز کے کانوں تک اس کی آواز پہنچے۔

”تب تو بہتر ہے کہ میں بھی اعتراف کر لوں۔“ روٹی نے اپنے جام سے گھونٹ لیتے

ہوئے کہا۔ ”میری رائے یہ ہے کہ تم نے بچپنا دکھایا ہے، وہ اشتہار چھوڑ کر غلطی کی ہے۔“

”کیوں؟“ دیپک نے منہ بناتے ہوئے اپنی خوشی کو چھپانے کی کوشش کی۔

”میں اتنا انا پرست نہیں کہ فن کی قدر دانی کو نظر انداز کر دوں۔“ روٹی نے ایک

ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”میں نے وہ پانچوں فلمیں دیکھی ہیں..... تم نے

دیکھیں؟“

”نہیں، ساری تو نہیں دیکھیں۔“ دیپک نے پوری سچائی سے کہا۔

”کون سی نہیں دیکھی؟“

”سندر دیس۔“ دیپک نے روپ کمار کی طرف دیکھتے ہوئے۔

”روپ کمار۔“ روٹی نے پُر خیال لہجے میں کہا۔ ”روی، وہ تو ایسا تھا جیسے کسی چوہے

نے دیو کو نگل لیا ہو۔ معمول کے مطابق اور ناقابل یقین نعرہ ہی نعرہ۔ ملی فلم ہونے کی وجہ

سے وہ نامزد ہو گیا ورنہ اس کی پر فارمنس ہمیشہ کی طرح اس فلم میں بھی بے جان تھی۔

جہاں تک پریم راج کا تعلق ہے، سچی بات یہ ہے کہ لگتا تھا وہ ہدایات یاد کرنے کی کوشش

کر رہا ہے اسے بھول جاؤ۔ البتہ اورنگ زیب کا معاملہ مختلف تھا۔ مجھے اس کا کام بہت پسند

آیا۔ اس نے ڈوب کر اداکاری کی لیکن اس کا کردار حقیقت سے بعید تھا پھر تم ہو.....“

”میں تمہیں کیسا لگا؟“ دیپک نے سانس روک کر پوچھا۔

”شاندار..... لازوال..... بے مثال۔“

”مذاق کر رہے ہو؟“

کھانے کے دوران خاموشی رہی۔ دیکھ خوش تھا کہ اس کا مشن پورا ہو گیا۔ اورنگ زیب بھی آگیا، جس کی کوئی امید نہیں تھی لیکن اورنگ زیب نے کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اس نے اپنے لئے اسکاچ کی بوتل منگلی تھی اور مسلسل پیتا رہا تھا، باقی چاروں حریف خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے۔

کھانے کے بعد ویٹرنے میز صاف کر دی پھر کافین سرو کی گئی مگر اورنگ زیب بدستور پی رہا تھا۔ وہ اس دعوت میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ بالکل انوکھی بات تھی۔ اسی وقت فوٹو گرافرز نازل ہو گئے۔

پریم راج سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”یہ تمہارا آئیڈیا ہے دیکھ؟“ اس نے دیکھ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ دیکھ نے جلدی سے صفائی پیش کی۔

”من مورت ایوارڈ کے نام پر۔“ فوٹو گرافر نے جھوٹ بولا۔

”تب تو ٹھیک ہے۔“ پریم راج نے کہا۔

کچھ دیر تصویریں کھینچی جاتی رہیں پھر اچانک روپ کمار نے اورنگ زیب سے پوچھا۔ ”تم کسے ووٹ دو گے راجا؟“

اورنگ زیب نے اسے گھور کر دیکھا۔ ”کیا تم سیرٹ بیلٹ سسٹم کو چیلنج کرنا چاہتے

ہو؟“ اس کا لہجہ درشت تھا۔

”میرا بھی تم سے کوئی مفاد وابستہ نہیں۔“ رونی نے نرم لہجے میں کہا۔ ”لیکن مجھے فن سے محبت ہے۔ میں لازوال پر فارمنس کو لازوال ہی کہوں گا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم پانچوں میں نمبر ایک تم رہے ہو، اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں ڈٹے رہنا چاہئے تھا۔ میں بھی خود پسند ہوں لیکن میں تمہیں ووٹ دیتا۔ سچائی کے آخری لمحے میں یہ بھی بتا دوں کہ اب بھی تمہیں ہی ووٹ دوں گا۔ یہ تمہاری حماقت کے خلاف احتجاج ہو گا۔“

”ہش..... تم نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو میں تمہارے لئے کہنا چاہتا تھا، واقعی تم چور ہو..... میری طرح..... مجھ سے بھی بڑے۔“

رونی بے حد متاثر ہوا۔ اس نے دیکھ کا کندھا تھپتھپایا اور حمید کے ساتھ بیٹھے ہوئے رپورٹرز سے مخاطب ہوا۔ ”میں اعلان کر رہا ہوں کہ بہترین اداکاری کے ایوارڈ کے لئے میرا انتخاب دیکھ پٹیل ہے۔“

رپورٹرز مسکرا دیئے لیکن دیکھ دبل کر رہ گیا۔ گویا رونی کو رپورٹرز کی موجودگی کا علم تھا۔ شاید اس نے آتے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس کا مطلب ہے، اس نے جو کچھ کہا، سچ تھا۔ اسی وقت پریم راج نمودار ہوا۔ وہ میک اپ میں بلکہ کاسٹیوم میں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سیدھا اسٹوڈیو سے چلا آ رہا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا۔ ”اس ڈرامے پر شرمندہ ہوں۔“ اشارہ اپنے میک اپ اور کاسٹیوم کی طرف تھا۔ ”دراصل میں نے بڑی مشکل سے اس دعوت کے لئے وقت نکالا ہے۔“

دیکھ جا کر روپ کمار کو بھی لے آیا۔ وہ چاروں کھانے کی میز کی طرف بڑھ گئے۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اورنگ زیب آتا نظر آیا۔ ہیڈ ویٹرنے اسے سلام کیا اور نامزدگی پر مبارک باد دی پھر وہ اسے نیبل تک لے آیا۔ وہ چاروں اٹھ گئے۔ ”مجھے تمہاری آمد سے دلی مسرت ہوئی ہے۔“ رونی نے پر خلوص لہجے میں کہا۔ اورنگ زیب فلم انڈسٹری میں راجا کے نام سے مشہور تھا۔

”راجا میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“ دیکھ نے کہا۔

”شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہئے دیکھ پٹیل۔“ اورنگ زیب نے سرد لہجے میں کہا۔

روپ کمار نے ققمہ لگا کر بات کو مذاق میں ٹالا۔ دیکھ گھبرا گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس یادگار دعوت کا اختتام جھگڑے پر ہو۔ ”دراصل راجا کچھ دیر پہلے ہم لوگ اسی سلسلے میں بات کر رہے تھے۔“ اس نے وضاحت کی۔ ”لیکن تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بہر حال، اپنا ووٹ بہترین اداکار کو دوں گا۔ بہترین پرفارمنس کی بنیاد پر۔“ اس نے باری باری روپ کمار، پریم راج، اور رونی کو دیکھا جیسے انہیں یقین دلایا ہو کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔ اورنگ زیب کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ نظر آئی۔

”حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں میں سے ہر ایک خود کو ووٹ دے گا۔“ اورنگ زیب نے کہا۔

”ہرگز نہیں۔“ رونی نے سب سے پہلے تردید کی۔

”تمہارا اندازہ غلط ہے راجا۔“ روپ کمار بولا۔

”اور تم پریم راج؟“ اورنگ زیب نے پریم راج سے کہا۔ ”تم تردید نہیں کر رہے ہو۔“

”کیوں کہوں میں تو خود کو ہی ووٹ دوں گا۔“ پریم راج نے بے پروائی سے کہا پھر اسے احساس ہوا کہ اس کے لہجے میں بلا کی خود پسندی تھی ”میرے خیال میں سب سے اچھی پرفارمنس میری ہے لیکن میں نے ساری فلمیں نہیں دیکھی ہیں۔“

دیکھ ہونٹ کٹ کر رہ گیا۔ پریم راج اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں تھا۔ دوسری طرف اورنگ زیب نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ ان سب کو آ پار دیکھ رہا ہے۔

”میں نے ساری فلمیں دیکھی ہیں۔“ اورنگ زیب نے کہا۔

”اور تم خود کو ووٹ دو گے..... یقیناً“ پریم راج نے جوابی وار کیا پھر اسے احساس ہو گیا کہ اورنگ زیب اب اسے پن چھوئے بغیر نہیں مانے گا۔ ”اگر میں نامزد نہ ہوا ہوتا.....“ اس نے مزید کہا۔ ”تو میں دیکھ کو ووٹ دیتا“ اس کی پرفارمنس بہت اچھی تھی۔“

”بہت خوب۔“ اورنگ زیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

پریم راج جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”میں چلتا ہوں“ مجھے اسٹوڈیو بھی پہنچنا ہے۔“

”دیکھو پریم۔“ اورنگ زیب نے کہا۔ ”حقیقت یہ ہے کہ تم ایک بار اور میں دوبار

..... ہم دونوں ہی یہ ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ نامزدگیوں کی تو تعداد بھی یاد نہیں رہی۔ اس اعتبار سے ہم سینئر اور بڑے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ جو مستحق ہے ہم اسے جیتنے کا موقع دیں.....“

”راجا مجھے جانا ہے۔“ پریم راج بولا۔

”ہم پر واجب ہے کہ ہم بہترین پرفارمنس کو ووٹ دیں۔ یہ خیال کئے بغیر کہ ہم نامزد کئے گئے ہیں۔ اس اسپرٹ کے بغیر فلم ایوارڈ کی کوئی اہمیت نہیں۔ بات صرف ایوارڈ حاصل کرنے کی نہیں، فن کی سر بلندی بہت ضروری ہے۔ اس کے لئے ایثار کرنا پڑتا ہے۔ فن کی آبرو اسی میں ہے کہ فنکار اسے دیانت داری سے سراہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ نامزدگی، صرف نامزدگی بھی بہت بڑا اعزاز ہے جہاں تک تعلق ووٹ کا ہے۔ اب ممبرز کا رجحان بدل گیا ہے کبھی کبھی تو مجھے شک ہوتا ہے کہ ان کے بچے، ان کے ملازم ان کی طرف سے بیلٹ پیپرز پر نشان لگا کر اسے بھیج دیتے ہیں۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ مقبول کون ہے۔ حالانکہ یہ الیکشن نہیں، سیکشن ہے۔“

پریم راج نے پہلو بدلا۔ وہ انڈسٹری کے سب سے بڑے سب سے سینئر آرٹسٹ کو رپورٹرز کے سامنے نظر انداز کر کے رخصت ہونے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

”سو یہ ہماری ذمہ داری ہے پریم راج کہ سینئر آرٹسٹ ہونے کے ناتے ہم بہترین پرفارمنس کو ووٹ دیں تاکہ فن کی آبرو قائم رہے۔ اچھی پرفارمنس کے مقابلے میں کمزور پرفارمنس پر ایوارڈ ملنے سے ایوارڈ کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری من مندر آرٹس اکیڈمی کے اراکین پر بھی عائد ہوتی ہے جو شاید فن سے محبت اور فن کی قدر کرنا بھول گئے ہیں۔ پریم..... تمہیں اور مجھے ذمہ داری نباہنی چاہئے۔“

”تم درست کہہ رہے ہو راجا! اچھا! اب میں چلتا ہوں۔“

”ایک منٹ رکو۔“ اورنگ زیب نے کہا۔

”کیا بات ہے راجا! مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ پریم راج کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں بہترین پرفارمنس کس کی ہے اور میں

کے ووٹ دوں گا۔“

”پھر کبھی سسی، خدا حافظ۔“ پریم راج نے کہا اور پلٹ کر چل دیا۔ اسے احساس ہو

رہا تھا کہ یہ لُغ اسے بے حد منگنا پڑا ہے اور اس کی پوزیشن خاصی خراب ہو گئی ہے۔  
پریم راج کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی۔ اورنگ زیب بدستور پیتا رہا۔  
”راجا، تمہیں اکیڈمی پر اس طرح تنقید نہیں کرنا چاہئے تھی۔“ دپک نے ڈرتے ڈرتے  
کہا۔ روپ کمار اور رونی نے اس کی تائید کی۔

”مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں میں نے جو سچ سمجھا، محسوس کیا، وہی کہا اور اب  
میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا ہونا چاہئے، لیکن کیا ہو گا۔“

وہ سب سانس روک کر بیٹھ گئے۔ رپورٹرز بھی ساکت و صامت تھے۔

”میں نے پانچوں کی اداکاری دیکھی ہے۔ ان میں صرف ایک کارکردگی ایسی ہے جو  
بے پناہ صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔ میں اسے غیر معمولی کارکردگی قرار دیتا ہوں اور وہ  
پرفارمنس ہے دپک پٹیل کی، جسے میں پوری دیانت داری سے اپنا ووٹ دوں گا۔“

خاموشی گہری ہو گئی کتنے ہی منہ حیرت سے کھل گئے۔ دپک تو پتھر کا مجسمہ بن گیا۔  
اتنی بڑی کامیابی اس کے سامان و گمان میں بھی نہیں تھی۔

”جھگوان کی قسم، یہی میں نے کہا تھا۔“ رونی نے پُر جوش لہجے میں کہا۔ ”کیوں  
دوست، میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟“ اس نے دپک کو مخاطب کیا۔

دپک نے بمشکل سر کو تفسیمی جنبش دی۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ روپ کمار بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اورنگ زیب سے

بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اس نے خود اپنا گلا گھونٹ لیا ہے۔ یہ سچائی..... یہ  
فن سے محبت کی باتیں..... یہ فن کی سر بلندی کے لئے ایثار کی اپیل، یہ کیا حماقت  
ہے۔ کیا کیا ہے راجا نے، جب کہ ایوارڈ یقینی طور پر اسے ہی ملنا تھا۔

”راجا، آپ کا شکریہ۔ آپ کے یہ الفاظ میرے لئے ایوارڈ سے بڑھ کر ہیں۔“

دپک نے جذباتی ہو کر کہا۔

”لیکن تم جیتو گے نہیں۔“ اورنگ زیب کا لہجہ سرد تھا۔

دپک پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ ”میں تو مقابلے سے ویسے ہی دستبردار ہو گیا ہوں۔“

اس نے کہا۔

”تمہارا وہ اشتہار۔“ اورنگ زیب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”تم نے الفاظ کے

انتخاب میں بہت احتیاط برتی۔“

”لعنت ہو تم پر، خاموش ہو جاؤ۔“ دپک نے دل ہی دل میں کہا۔

”اس میں نہ انکار ہے نہ اقرار۔“

”شٹ اپ..... شٹ اپ۔“ دپک زبان خاموشی میں گڑ گڑایا۔

”اب تم ہار گئے تو تمہاری عزت ہے اور تمہیں ایوارڈ ملا تو یہ تمہاری توہین ہو

گی۔“

”کاش! رپورٹرز دفعت ہو جائیں، ان کا کام تو ختم ہو چکا ہے۔“ دپک دل ہی دل میں دعا

کر رہا تھا۔

”راجا! تمہارے خیال میں دپک ایوارڈ سے کیوں محروم رہے گا؟“ روپ کمار نے

پوچھا۔

”ہاں، وہ بہترین پرفارمنس کے باوجود ایوارڈ سے محروم رہے گا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ

زیادہ مقبول نہیں، اور یہاں جیت، مقبولیت کی ہوتی ہے۔ دپک بے رحم اور بد زبان ہے۔

انڈسٹری میں اس کا کوئی دوست نہیں۔“

”ویٹر! بل لاؤ۔“ دپک نے ویٹر کو پکارا۔ وہ یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے اس نے یہ آخری

بات سنی ہی نہیں۔

تو پھر کون جیتے گا؟“ رونی نے پوچھا۔ ”تم جیتو گے؟“

”احتمالاً نہ بات ہے۔ میں کیسے جیت سکتا ہوں ہوں۔ آج کی اس تمام خرافات کے

باوجود۔ ویسے بھی میں بڑھا ہوں۔ میرے خیال میں کوئی ہیرو جیتے گا۔ بھاری بھر کم۔“

”راجا! تم ہو غصہ کے آدمی۔“ روپ کمار چکا۔ اس کے خیال میں راجا کا اشارہ

اس کی طرف تھا۔

”جیتو گے تم بھی نہیں۔“ اورنگ زیب نے کہا۔ روپ کمار کی مسکراہٹ ہوا ہو

گئی۔ ”تم کچھ زیادہ ہی ہیرو ہو۔ اداکاری کرتے ہوئے اچھے خاصے آدمی کا کارٹون معلوم

ہوتے ہو۔“

روپ کمار کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”مردود، بڑ بولے، اگر میں تیرے دو چار ہاتھ جمدوں

تو.....“ اس نے چیخ کر کہا۔

”تم ایسا نہیں کرو گے، ورنہ مجھے فوراً“ شہید کا رتبہ اور ایوارڈ مل جائے گا۔“  
اورنگ زیب نے بے خوفی سے کہا۔ ”مجھے تو کوئی پروا ہے نہیں۔ تم ایوارڈ سے محروم رہ جاؤ گے، سمجھے ہیرو۔“

روپ کمار نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن دانت پس کر رہ گیا۔ ”ٹھیک ہے دوست دیپو! میں چتا ہوں۔“ اس نے دیکھ سے کہا۔ ”تم نے چماروں کو مدعو کر کے غلطی کی ہے لیکن اس میں تمہارا قصور نہیں۔“

دیکھ کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ ”چلو، میں تمہیں باہر چھوڑ آؤں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

ان کے جانے کے بعد رونی نے اورنگ زیب سے پوچھا۔ ”میرے متعلق کیا خیال ہے۔“

”تم عقل مند آدمی ہو۔ جانتے ہو کہ تمہیں ایوارڈ نہیں ملے گا۔“

”درست۔“ رونی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بچا صرف پریم راج۔“

”ہاں اور میرے خیال میں یہ ایوارڈ اسی کو ملے گا۔“ اورنگ زیب نے کہا۔ ”اس کی شہرت ابھی بھی ہے وہ چالاک بھی ہے اور محتاط بھی۔ اپنا اصل چہرہ اور اپنے گناہ چھپانے کا ہنر جانتا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ رونی نے آہ بھر کے کہا۔

”اس کے ایوارڈ جیتنے کا تصور میرے لئے روح فرسا ہے لیکن کامیاب وہی ہوگا“ کمزور پر فارمنس کے باوجود۔“

دوسری طرف دیکھ نے روپ کمار کو رخصت کرتے وقت اس ناخوشگوار واقعے پر اس سے معذرت چاہی۔ ”اگر ایوارڈ کا چکر نہ ہوتا تو میں اسی وقت اسے مزہ چکھا دیتا۔“ روپ کمار نے دانت پس کر کہا۔

”چھوڑو یار، دفع کرو اسے۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ تمہیں ایوارڈ مل جائے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

”مجھے عمر بھر افسوس رہے گا کہ میں تمہیں غلط سمجھتا رہا ہوں، میں شرمندہ ہوں دوست۔“ روپ کمار کے لہجے میں پشیمانی تھی۔

”چھوڑو ان باتوں کو، بس تم جیت جاؤ۔“

”میں ضرور جیتوں گا، تم جیسے دوست جو میرے ساتھ ہیں۔“ روپ کمار نے سینہ پھٹا کر کہا۔ ”اور ہاں، آئندہ ہفتے کو میرے ساتھ مچھلی کے شکار پر چلو نا۔ میری اپنی موٹر بوٹ ہے۔ مچھلی کے شکار کا تو ہمانہ ہے۔“ اس نے بائیں آنکھ میچ کر معنی خیز لہجے میں کہا۔ ”کیا خیال ہے؟“

”اس ہفتے تو ممکن نہیں۔“ دیکھ نے جان بوجھ کر کہا۔

”تو اگلے ہفتے سہی۔“

”ہاں، یہ ٹھیک ہے۔“

روپ کمار کو رخصت کر کے دیکھ دوبارہ اندر آیا۔ رونی اسے راستے ہی میں مل گیا۔ ”لو بچو، میں تو چلا۔“ اس نے خوش دلی سے کہا۔

”کیوں، اتنی جلدی کیا ہے؟“

”میں بہت تھل مزاج آدمی ہوں یار، لیکن راجا کو زیادہ دیر برداشت کرنا ممکن نہیں۔“

”آئی ایم سوری رونی۔“

”ارے نہیں بھئی۔ معذرت کی ضرورت نہیں۔ ایک اعتراف اور کروں۔ شکست خوردہ لہجے میرا آئیڈیا سہی لیکن میں اس پر عمل نہیں کر سکتا تھا، اتنے بھانت بھانت کے لوگ یکجا کرنا۔ تم نے کمال کر دیا بچو لیکن اب اس راجا سے بول چھڑاؤ ورنہ ایسوپولینس منگانا پڑے گی۔“

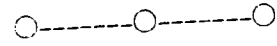
”اب کب ملاقات ہوگی؟“

”شریف بد معاش کے پر۔ میسر میں نہیں آؤ گے؟“

”اوہ! مجھے تو یاد ہی نہیں تھا۔“ دیکھ نے پیشانی پر ہاتھ مار کے کہا۔ اسے اب بھی یاد نہیں آیا تھا۔ ایسی باتوں کو یاد رکھنا حمید کی ذمہ داری تھی۔

رونی کو رخصت کر کے دیکھ اندر گیا۔ اس نے ہیڈ ویئر کو بلا کر بل کی ادائیگی کی اور اسے گھڑی ٹپ دیتے ہوئے کہا۔ ”راجا کو بتا دینا کہ مجھے ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا۔“ ہیڈ ویئر نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ دیکھ باہر نکل آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ شکست خوردہ اداکار

کے لُج نے کمال کر دکھایا تھا۔ چاروں حرفوں نے متفقہ طور پر اسے فتح کا مستحق قرار دیا تھا۔ یہ بہت بڑی جیت تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ سب کچھ اخبارات میں شائع ہونے والا تھا۔ وہ احساس فتح سے سرشار تھا۔



اوم ناتھ نے دپک کو خوش دیکھا تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ صاب جی کامیاب واپس آیا ہے۔ دپک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب اسے حمید کا انتظار تھا پھر اسے خیال آیا کہ اس دوران کیوں نہ ایک کام ہی نمٹا لیا جائے۔ اس نے ڈائری میں کرنل مودی کا نمبر ڈھونڈا۔ اسکول کے دنوں میں وہ اور مودی ساتھ پڑھتے تھے۔ وہ ساتھ بہت مختصر تھا، کیونکہ دپک کو اسکول راس نہیں آیا۔ داوی نے جلد ہی اسے اسکول سے اٹھالیا تھا۔ مودی بہت وضع دار آدمی تھا۔ وہ اس پرانے ساتھ کو اب تک نہیں بھولا تھا۔ محاذ جنگ پر کارناموں کے صلے میں اسے تمغہ بھی ملا تھا۔ وہ ہمیشہ دپک سے کتا تھا کہ اسے اپنے اداکار دوستوں سے متعارف کرائے لیکن دپک کا کوئی دوست ہی نہیں تھا۔ اس وقت بھی فون پر مودی نے وہی فرمائش دہرائی۔ ”بہت دنوں سے عیاشی بھی نہیں ہوئی ہے“ اس کے لہجے میں پشیمانی تھی۔

دپک کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھری۔ ”یہ بتاؤ، تمہاری چھٹی کس دن ہوتی ہے؟“ اس نے پوچھا۔  
”ہفتہ اور اتوار۔“

”تو سنو کرنل! اس ہفتے کے بعد جو ہفتہ آئے گا“ اس کے لئے ہم نے شاندار پروگرام بنایا ہے۔ سمندر کے سینے پر عیاشی کل۔ میرے ایک اداکار دوست کی اپنی بوٹ ہے۔“

”بہت خوب! میں تو ابھی سے ایکسائٹ ہو رہا ہوں۔“ ریسپور پر کرنل مودی کی سرد آہ سنائی دی۔ ”یہ بتاؤ بوٹ کس کی ہے؟“

”روپ کمار کی۔“

ریسپور پر چند لمحے گالیوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا پھر کرنل نے پوچھا۔ ”یہ تم نے

ایسے ذلیل لوگوں سے دوستی کب سے شروع کر دی۔“

دپک مسکرایا۔ کرنل اسی مزاج کا آدمی تھا۔ وطن کے سلسلے میں ڈراما اسے سخت نا پسند تھا، اس کا کہنا تھا کہ جو لوگ جنگ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، وہ اس موضوع پر فلم کیوں بناتے ہیں اور تھرڈ کلاس لفنگوں کو وطن پرست اور جان پر کھیلنے والے فوجیوں کا کردار کیوں دیا جاتا ہے۔ ”او بھائی صاحب، اس موقع پر سیاست نہ بگھاؤ۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”تمہیں عیاشی سے مطلب ہے یا اس جعلی ہیرو سے۔ تم اسے یہ بھی نہ بتانا کہ فوج میں ہو اور بہادری کا تمغہ جیت چکے ہو، بس منہ بند رکھنا اور رنگینیاں سمیٹتے رہنا۔“

”او بھگوان، تو اب مجھے لفنگوں سے آرڈر لینے پڑیں گے۔ یس سر، شری دپک..... یس سر، میں تیار ہوں سر۔“

دپک نے اسے پروگرام کی تفصیل بتائی اور ریسپور رکھ دیا۔ اسی لمحے حمید کمرے میں آیا۔ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ وہ آتے ہی دپک سے لپٹ گیا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔

”رپورٹرز نے کچھ مس تو نہیں کیا۔“ دپک نے اسے دور ہٹاتے ہوئے پوچھا۔  
”انہوں نے ایک ایک لفظ نوٹ کیا ہے سوائے تمہاری باتوں کے۔“ حمید نے کہا۔  
”انہیں پتا ہے کہ چاروں اداکار تمہیں ایوارڈ کا مستحق سمجھتے ہیں اور یار..... اورنگ زیب نے تو حد ہی کر دی۔“

”میں اس سے منہ چھپا کر بھاگا ہوں، کمبخت خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔“  
”جب میں وہاں سے چلا ہوں تو وہ دوسری بوتل لئے بیٹھا تھا لیکن وہ بالکل سویر تھا۔ میرا مطلب ہے، تمہیں ایوارڈ کا مستحق قرار دیتے ہوئے وہ نشے میں ہرگز نہیں تھا۔ کل یہ خبر پہلے صفحے پر شائع ہو گئی۔ اس کے ووٹ کی تو زیادہ اہمیت نہیں لیکن اس نے اکیڈمی کے اراکین کو جس طرح رگڑا ہے اور وہ بھی ایوارڈ کے دنوں میں، وہ ناقص فراموش ہے۔“

”میں نے اس سے برا بے وقوف آج تک نہیں دیکھا۔“

”اس نے جو کچھ کہا، سچ تھا۔“



”کل یہ خبر چھپ جائے گی کہ روپ کمار‘ روٹی اور اورنگ زیب مجھے ووٹ دے رہے ہیں۔ پریم راج اگر خود مقابلے میں شریک نہ ہوتا تو وہ بھی مجھے ووٹ دیتا۔ اس کے بعد ایک مسئلہ سامنے آئے گا۔ میں مقابلے سے دستبردار ہو چکا ہوں، اب میں کوئی اشتہار نہیں دے سکتا چنانچہ یہ کام کسی اور کو کرنا ہو گا۔ ایک تو تم ہو اور دوسرا ونیش۔ اس کے علاوہ اور کسی کو تلاش کرو۔ مشہور شخصیت ہو تو اچھا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا کہ اشتہار کا مضمون کیا ہو گا۔ تم میرے اشتہار کو احقانہ اور میری جذباتیت پر مبنی قرار دیتے ہوئے اکیڈمی کے ممبرز سے اپیل کرو گے کہ وہ میری احقانہ جذباتیت اور سچائی کو نظر انداز کریں اور فرشتہ‘ میں میری لازوال پر فارمنس کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ ووٹ پر فارمنس کو ملنا چاہئے‘ سمجھ گئے؟“

حمید نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے منصوبے کے سلسلے میں نظر ثانی کر لو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم زندگی کو قلم بنا کر رکھ دو اور اس قلم کا تقسیم کار میں ہوں۔“

”یہی ڈیئر‘ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اداکاری پارٹ ٹائم نہیں بلکہ فل ٹائم جاب ہے۔ اورنگ زیب نے کہا ہے کہ مجھے ووٹ دے گا۔ کیونکہ میری پر فارمنس سب سے اچھی ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ایوارڈ نہیں جیت سکتا کیونکہ میں مقبول نہیں ہوں۔ سو ڈیئر یہی‘ میں راتوں رات مقبول تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ کر سکتا ہوں کہ اپنے حریفوں کی مقبولیت کم کرنے کی کوشش کروں اور مقبولیت کے اعتبار سے انہیں خود سے نیچے لے آؤں یہی وجہ ہے کہ مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنا ہو گا۔“

حمید نے سوگاری سے اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ”اور دوست‘ شریف بدمعاش کے پر۔ میز کا دعوت نامہ بھی ملا ہو گا۔“ دیکپ نے پکارا۔ حمید رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر اثبات میں سر ہلایا ”میں شریک ہوں گا۔“ دیکپ نے اعلان کیا۔

”اور وہاں کسے قتل کرنے کا پروگرام ہے؟“ حمید نے پلٹ کر پوچھا۔

”روٹی کو۔“

”سنو دیپو‘ اس کے ایوارڈ لینے کا کوئی امکان نہیں پھر اتنے عمدہ‘ نفیس‘ نرم‘ نرم

”لیکن اس نے اپنے لئے ایوارڈ کا کوئی امکان نہیں چھوڑا۔“

”اسے ایوارڈ کی پروا بھی نہیں ہے۔ بہر حال‘ دیپو! اب ایوارڈ تمہارا ہو گیا۔ یہ ایوارڈ تم ہی لو گے‘ صرف اپنی کارکردگی کی بنیاد پر۔“

”سچ کہہ رہے ہو؟“ دیکپ نے پوچھا۔ اس کے جسم میں سنسنی کی لہری دوڑ گئی تھی۔

”بالکل‘ تم صرف اپنی کارکردگی کی بنیاد پر یہ ایوارڈ جیتو گے۔“

دیکپ کسی سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے بڑی اداسی سے نفی میں سر ہلایا۔

”میں نے کبھی تمہیں غلط گائیڈ کیا ہے؟“ حمید نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

”یار یہ سب نہ شروع کر دیتا پھر‘ میں عاجز آ گیا ہوں یہ سن سن کر۔“

”میرا مشورہ مانو‘ اپنا منصوبہ منسوخ کر دو۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اپنی مہم مجھے سوچ دو۔ خدا کی قسم ایوارڈ تمہیں ہی ملے گا‘ کسی بدمعاش کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

دیکپ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”میں میں ناکامی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ممکن ہے‘ تمہارا دعویٰ درست ہو لیکن غلط ہوا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میرا منصوبہ یقینی ہے۔“

”اور اگر منصوبے میں رکاوٹ پڑ گئی تو؟“ حمید نے اعتراض کیا۔

”یہ ممکن نہیں ہے‘ تمہاری مدد سے میں اس پر کامیابی سے عمل کر سکوں گا۔“

”دیپو‘ ان چاروں کی پینہ میں خنجر گھونپنے کے بعد تم عمر بھر کڑھتے رہو گے‘ خود سے نفرت کرو گے۔“

”ہرگز نہیں میں جانتا ہوں کہ اورنگ زیب کے سوا ان میں سے ہر ایک میری پینہ میں خنجر گھونپنے کو تلا بیٹھا ہے۔“

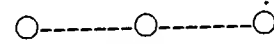
”خیر چھوڑو‘ یاد رکھنا کہ آج تمہیں سودائی کے پر۔ میز میں شریک ہونا ہے۔“ حمید نے اسے یاد دلایا۔ ”بہت اہم موقع ہے۔ ٹی وی والے کو ترجیح کریں گے۔“

”لیکن میں تمہا نہیں جاؤں گا۔ میرے لئے کسی اچھی سی ساتھی کا بندوبست کرو۔ اچھی کا مطلب سمجھتے ہو نا؟“ حمید نے اثبات میں سر ہلایا۔

گفتار مزاج آدمی کو تکلیف پہنچانے کی کیا ضرورت ہے۔“  
 ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن یہ اپنے دفاع میں قتل کرنا ہوگا۔“  
 ”تم رونی کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”نہ سنو تو بہتر ہے۔ باضمیر لوگوں کو معلومات کے معاملے میں محتاط رہنا چاہئے۔“  
 ”اس کی بے راہ رومی ثابت کرو گے دنیا پر؟“ حمید نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔  
 ”دیکھ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔“ لیکن یہ بات تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔“ حمید نے اعتراض کیا۔

”درست ہے لیکن چھپی ہوئی خبر کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔“ دیکھ نے کہا۔  
 ”حمید کے چہرے پر کراہت کا تاثر دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھا۔ ”ہیسی“ مجھے بھی یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا لیکن میں مجبور ہوں۔“  
 ”بہت خوب فل ٹائم ایکٹر، لیکن یاد رکھنا اپنی ان حرکتوں کی بنا پر ایک دن تم خود سے نفرت محسوس کرو گے۔“ حمید نے نفرت سے کہا اور باہر نکل گیا۔



پراکش کا دفتر، دفتر کم اور دڑبا زیادہ لگتا تھا۔ اس کی سیکرٹری جولیا کو بہ مشکل قبول صورت کہا جاسکتا تھا لیکن وہ بہت چالاک اور تیز لڑکی تھی۔ دیکھ کے نزدیک وہ ناقابل اعتماد تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے جولیا کی مبارک باد پر کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ وہ اندرونی کمرے میں چلا گیا، جہاں پراکش کاؤچ پر لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ دیکھ نے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے پانچ ہزار ہرگز نہیں دوں گا۔ کجایہ کہ تم دن دہاڑے سو رہے ہو۔“ دیکھ نے سخت لہجے میں کہا۔ ”کوئی نئی تازی؟“

”صرف دن اور تاریخ نئی ہے۔ باقی سب کچھ پرانا ہے۔“ پراکش نے نہایت اطمینان سے کہا۔ ”اور ہیرو، مجھ پر سواری کرنے کی کوشش نہ کرو۔ رات بھر اس مردود پریم راج کے پیچھے لگا رہا ہوں میں۔“

”کوئی بات تو نہیں بنی ہوگی؟“

”نہیں، پریم راج ویسے ہی محتاط آدمی ہے۔ اب ایوارڈ کی وجہ سے اور محتاط ہو گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے پانچ ہزار کمانے کی ایک اور صورت بھی ہے۔“ دیکھ نے کہا پھر وہ دیر تک اسے سمجھاتا رہا۔ پراکش اسے ستائشی نظروں سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ کبخت بلا کا منصوبہ ساز ہے، لیکن جلد یا بدیر ثابت ہو جائے گا کہ کسی نے رونی کو پھنسانے کی کوشش کی ہے، دیکھ نے منصوبہ بیان کرنے کے بعد کہا۔ ”چنانچہ ہم ایک تیر سے دو شکار کریں گے۔“ اس نے جیب سے ایک چیک نکال کر میز پر رکھ دیا۔

پراکش نے چیک کا جائزہ لیا۔ اس پر ۲۱ جنوری کی تاریخ تھی۔ وہ پانچ سو روپے کا چیک تھا اور اس پر پریم راج کے دستخط تھے، ”بھگوان۔“ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ”مجھے تو تم سے ڈر لگنے لگا ہے۔“ اس نے کہا اور یہ حقیقت بھی تھی۔ ”یہ چیک تمہیں کہاں سے ملا؟“

”اگر پریم راج نے یہ چیک مجھے دیا ہوتا تو بے کار تھا۔“ دیکھ نے کہا۔ ”اس نے اسٹوڈیو میں فلاش کھیلے ہوئے دیش سے ہارنے کے بعد اسے اسی چیک کے ذریعے ادائیگی کی تھی۔“

”اور تم وہاں موجود تھے؟“

”ہرگز نہیں، میں نے زندگی میں کبھی جوا نہیں کھیلا۔ دیش اپنے جیتنے کا فخریہ اعلان کر رہا تھا۔ اس کے پاس ایسے کئی چیک تھے۔ کئی لوگوں کے، میں نے اسے پانچ سو روپے دے کر اس سے یہ چیک لے لیا تھا۔ اس وقت یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سے اتنا بڑا فائدہ اٹھا سکوں گا۔“

”تم اس سے شدید نفرت کرتے ہو؟“

”نہیں، میں کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ میں اسے ٹاپسند کرتا ہوں، بس۔ اب آگے بڑھو۔ پریم راج کو یاد آ جائے گا کہ اس نے یہ چیک دیش کو دیا تھا۔ دیش اس معاملے میں مجھے کبھی نہیں پھنسائے گا۔ وہ مالی طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ میں اس کی آخری امید ہوں، وہ مجھے کبھی نہیں گنوائے گا، سمجھے!“

جانے کے بعد دپک، کامنی کی طرف متوجہ ہوا۔ ”یہ کیا چکر ہے؟“

”میں تم سے ملنا چاہتی تھی پہلے، میں نے سمجھا کہ حمید نے تمہاری ہدایت پر مجھے فون کیا ہے پھر مجھے اندازہ ہو گیا کہ ایسا نہیں ہے لیکن تم سے ملنے کو جی چاہتا تھا۔“

”تم تو مجھ سے نفرت کرتی ہو۔“

وہ بڑی بڑی آنکھیں جھک گئیں۔ ”میں نے تمہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے نا؟“

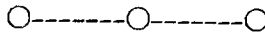
اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اور اب میں کموں کہ میں نے جو کچھ کہا، وہ غلط تھا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، میں تم سے شرمندہ ہوں۔“

دپک اس خوبصورت معے کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ”دیکھو سی، تم میری سمجھ میں نہیں آئیں۔“ اس نے کہا۔ ”عام طور پر میری کھال بہت موٹی ہے لیکن تمہاری باتیں چبھتی ہیں۔ پتا نہیں کیوں، میں خود بھی نہیں سمجھ پاتا۔ تم بہت خوبصورت ہو اور میں نہیں چاہتا کہ اس انڈسٹری کے بھیڑیے.....“

”تم..... تم رقابت محسوس کر رہے ہو؟“ کامنی کے رخسار تھمتھا اٹھے۔ ”آؤ،“

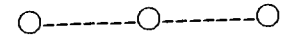
اب چلیں۔“

دپک نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اپنی انجانی کیفیات سے خوفزدہ تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ خود کو محبت میں گرفتار محسوس کر رہا تھا۔ بات تو خوف کی ہی تھی۔



ٹی وی کوریج کا مرحلہ بخیر و خوبی گزر گیا۔ فلم کے دوران دپک کی تمام تر توجہ کامنی کی طرف رہی۔ وہ بہت خوش تھا۔ کامنی نے بھی اس کی توجہ کو محسوس کر لیا تھا۔ دپک بھی خوش تھا کہ اجیت نے فلم میں بہت اچھی اداکاری کی تھی۔ دپک کو منہ دکھاوے کی تعریف کا مرحلہ بہت گراں گزرتا تھا لیکن اس روز اجیت کو سراہنا بہت آسان تھا۔ اس کی عمدہ اداکاری کی وجہ سے۔

فلم کے بعد ڈنر تھا۔ اس دوران اشارز کی ملاقاتیں اور ان کے درمیان گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ دپک کو احساس تھا کہ ہر شخص کی نظریں کامنی کی طرف اٹھ رہی



دپک کو اس سے غرض نہیں تھی کہ سودائی کے پر۔ میسر میں شریک ہونے کے لئے اس کی ساتھی کون ہوگی۔ اطلاعی گھنٹی بجی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ دروازے پر حمید کے ساتھ کامنی کو دیکھ کر اسے جھٹکا لگا۔ وہ دونوں اندر آ گئے۔ ”ہیلو مس سی فور کامنی،“ فرام کے فور کلکتہ۔“ اس نے خوش دلی سے کہا۔ لیکن اس کا لہجہ سرد تھا۔

”اے تمہیں کیا ہو گیا؟“ حمید نے حیرت سے پوچھا۔

”کچھ نہیں، تم یہ بتاؤ کہ پر۔ میسر میں میرے ساتھ کون شرکت کرے گا اور کہاں ہے وہ؟“ دپک نے پوچھا۔

”پاگل ہوئے ہو، کامنی کو، میں اسی لئے تولایا ہوں۔“

”کیا..... کیا چکر چل رہا ہے، یہ کیسا مذاق ہے؟“

”حمید کو کچھ بھی معلوم نہیں؟“ کامنی نے دپک سے کہا۔

”کیا معلوم نہیں۔“ حمید نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ ”کیا ہو رہا ہے یہ، میں نے فون پر کامنی کو پر۔ میسر کے لئے مدعو کیا۔ کامنی رضامند ہو گئی۔ میں اسے یہاں لے آیا پتا تو چلے کہ چکر کیا ہے۔“ وہ جھنجھلا رہا تھا۔

دپک کامنی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ یہ لڑکی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، لیکن وہ اسے کھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بہت خوبصورت اور بہت پیاری لڑکی تھی۔ یہ خیال ہی اذیت ناک تھا کہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

”تم نے بھی نہیں بتایا۔“ کامنی نے دپک سے کہا۔ ”ورنہ حمید مجھے کبھی فون نہیں کرتے۔“

”مجھے بتاؤ تو سہی کہ بات کیا ہے، میں پاگل ہو جاؤں گا۔“ حمید نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

”کچھ نہیں۔ ہمارے درمیان، ہم لڑ پڑے تھے پچھلی بار۔“ دپک نے جلدی سے کہا۔ ”غلطی میری تھی۔“

”تو چلو، اب اصلاح کر لو اپنی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔“ حمید یہ کہہ کر چلا گیا۔ اس کے

ہیں اور لوگ اسے حامدانہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ کامنی کا ساتھ اس کے لئے بہت سودمند ثابت ہوا تھا۔

کھانے کے موقع پر وہ ویش کے ساتھ بیٹھے۔ کھانے کے بعد وہ نکل ہی رہا تھا کہ پریم راج سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اسی وقت دور روٹی کھڑا نظر آیا۔ دپک نے اسے دیکھ کر ہاتھ لہرایا اور پھر کامنی کو پریم سے متعارف کرایا۔

”آپ کو اسکرین پر اتنی بار دیکھا ہے کہ لگتا ہے آپ کو برسوں سے جانتی ہوں۔“ کامنی نے پریم راج سے کہا۔

”کاش یہ سچ ہوتا“ پریم راج نے بڑی حسرت سے کہا۔

”میرا خیال تھا کہ آپ لوگ پہلے بھی ملے ہوں گے۔“ دپک نے کہا۔ ”فرشتہ میں کامنی نے بھی کام کیا تھا۔“

”کیا! مجھے تو یاد نہیں.....؟“

”ظاہر ہے میرا کام آپ دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں تھا۔ مختصر سا کردار تھا وکیل کی بیوی کا اور جس روز میری شوٹنگ تھی آپ دونوں سیٹ پر موجود نہیں تھے۔“ کامنی نے وضاحت کی۔

”گڈ“ دپک نے خوش ہو کر کہا۔

”ہاں یاد آگیا۔“ پریم راج نے کہا۔ ”تم نے بہت اچھی اداکاری کی تھی۔ میرے ساتھ کام کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

دپک کے وجود میں غصے کی تند لہرائی۔ پریم راج نے میرے ساتھ کہا تھا۔ ہمارے ساتھ نہیں۔

”سوری“ وہ تو میں نے یونہی شوقیہ کام کر لیا تھا مجھے اداکاری سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”پھر بھی۔ سوچو ذرا“ تم تو مدھو بالا اور ہیمالانی کو بھی مات کرو گے.....“

”وہ لو“ تمہاری مدھو بالا آگئی۔“ دپک نے تپ کر کہا۔ ”تمہارے پیروں کی زنجیر“ ذرا پلٹ کر دیکھو۔“

پریم راج نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی بیوی سللی اس طرف آرہی تھی۔ ۳۵ سال کی

عمر میں بھی وہ حسین کملانے کی مستحق تھی۔ وقت اس کے وجود پر سے بہت آہستگی سے گزرا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ تین بچوں کی ماں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس کا اور پریم راج دونوں کا کبھی کوئی سینڈل نہیں بنا تھا۔ ”ہیلو دپک۔“ اس نے سرد مہری سے کہا اور کامنی کی طرف دیکھا۔

”ڈارلنگ“ یہ کامنی ہے، اس نے فرشتہ میں ایک رول کیا تھا۔“ پریم راج نے بتایا۔

”مجھے یاد ہے“ وکیل کی بیوی کا رول تھا۔“ سللی نے کہا۔

”کمال ہے! آپ کو یاد کیسے رہ گیا؟“ کامنی نے حیرت سے پوچھا۔

”پروڈیو سر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اس کی فلم مجھے دس دس بار دیکھنا پڑتی ہے۔“ سللی نے کہا۔ اس کے لہجے میں شکایت نہیں تھی پھر وہ پریم راج کی طرف مڑی۔

”چلیں ڈیر!“

دپک چند لمحے انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ”اس کا بس چلتا تو تمہارے ساتھ دنیا کے آخری سرے تک پیدل چلنے کی کوشش کرتا۔“ اس نے تلخ لہجے میں کامنی کو بتایا۔

”تو یہی خواہش تمہاری بھی تو ہوگی؟“

”ہاں لیکن میری بات اور ہے، میری خواہش کا انداز اور ہے۔“

وہ مسکرائی۔ ”تم انڈسٹری میں بہت بدنام ہو اس سلسلے میں۔ میں تمہاری شہرت سے بے خبر نہیں ہوں۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے لیکن یقین کرو، تمہاری بات اور ہے، تم مختلف ہو اور تمہارے متعلق میرا رویہ اور انداز بھی مختلف ہے۔“

کارڈ رائو کرتے ہوئے دپک اسی بارے میں سوچتا رہا۔ اسے اپنی آزادی ہمیشہ عزیز رہتی تھی۔ اس کا فارمولا تھا کہ لگاؤ ہو گا تو چوٹ بھی لگے گی اور وہ چوٹ کھانے کا قائل نہیں تھا لیکن کامنی اس کے حواس پر چھا گئی تھی۔ اس نے کن آنکھوں سے کامنی کو دیکھا۔

”روشنی سرخ ہو گئی ہے۔“ کامنی نے اسے بتایا۔

”اس نے پوری قوت سے بریک لگایا۔ کار عین کراسنگ لائن پر رکی۔“ خیریت تو

ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ کامنی نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔

”طبیعت تو ٹھیک ہے لیکن تمہاری موجودگی میں، میں کسی اور چیز پر توجہ مرکوز نہیں کر سکتا۔“

”تو میں اتر جاتی ہوں۔“ کامنی کے لمبے میں سنجیدگی تھی۔

”نہیں، مجھے تم سے باتیں کرنا ہیں۔“

”لائٹ گرین ہو گئی ہے۔“ کامنی نے اسے یاد دلایا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھادی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر کامنی نے کہا۔ ”میں تمہاری شکر گزار ہوں، تمہارا ساتھ پر لطف رہا۔“

”میں..... میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔“ دیکپ نے انک انک کر کہا۔ اس نے زندگی میں اتنے محالے بولے تھے۔ اتنی اداکاری کی تھی کہ اب اس کے پاس اپنا مافی الضمیر واضح کرنے کے لئے نہ الفاظ تھے اور نہ تاثرات۔ وہ محبت میں مبتلا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اس موقع پر کوئی ایسا ویسا اظہار کرے جو وہ ہمیشہ کرتا آیا ہے، جھوٹ موٹ۔ کامنی کے معاملے میں وہ جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا۔

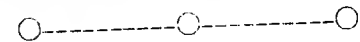
”میں جانتی ہوں۔“ کامنی نے نرم لمبے میں کہا، جیسے سب کچھ سمجھ گئی ہو۔ ”کچھ نہ کہو دیکپ اور اب مجھے اتار دو، مجھ سے اب کبھی نہ ملنا۔ میں التجا کروں تب بھی، ورنہ میری نحوست تمہیں لے بیٹھے گی۔ میں تمہیں نادانستہ بھی برباد نہیں کرنا چاہتی۔ میں وہ لڑکی ہوں، جس کا لمس ہر چیز، ہر شخص کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ میں گناہ گار ہوں اور یہ میری سزا ہے میں اس سزا میں تمہیں شریک نہیں کرنا چاہتی، پلیز۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں.....“

”کیسے آئے گا، تم مجھے جانتے ہی کب ہو۔“

”سنو سی، میں دو تین دن کے لئے دہلی جا رہا ہوں، واپس آتے ہی تم سے ملوں گا“ مجھے تم سے محبت ہے۔“ اچانک دیکپ کو احساس ہوا کہ اس نے کتنی آسانی سے، بغیر کسی شرمندگی کے گھسا پٹا مکالمہ ادا کر دیا ہے، پوری سچائی کے ساتھ۔ ”میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

دیکپ نے کامنی کو اس کے فلیٹ پر اتار اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔



دیکپ نہیں چاہتا تھا کہ حمید، پرکاش کو اس کے ساتھ دہلی روانہ ہوتے دیکھے، اسی لئے وہ حمید کو اپنے ساتھ نہیں لایا۔ البتہ اس نے حمید کے لئے تحریری ہدایات اوم ناتھ کے پاس چھوڑ دی تھیں۔ اس نے ہدایت کی تھی کہ وہ کامنی کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات اکٹھی کر کے رکھے۔

دہلی ایئرپورٹ سے ان دونوں نے ٹیکسی لی۔ ”تم کہاں ٹھہرو گے؟“ دیکپ نے پرکاش سے پوچھا۔

”شالیماں ہوٹل۔“

”ٹھیک ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ اب رتنی مجھے تمہارے ساتھ دیکھے۔“

”یہاں میری ایک دوست ہے کانتا، میں اس سے کام لوں گا۔“ پرکاش نے کہا۔

”ٹھیک ہے پرنس، میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔“ وہ ٹیکسی سے اتر گیا۔

دیکپ نے اپنے لئے ٹاور پلازہ میں کمرہ ریزرو کر لیا تھا۔ وہ ہوٹل پہنچا تو اسے حمید کا پیغام ملا۔ اس نے ایوارڈ کے لئے مہم شروع کر دی تھی۔ دوسرا پیغام اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ فلم ٹائمز کا کیلاش اس سے ملنا چاہتا تھا۔ دیکپ نے کیلاش کو ٹاور پلازہ بلا لیا۔ انٹرویو بہت اچھا رہا۔ دیکپ مطمئن تھا۔

تھوڑی دیر بعد پرکاش نے فون کر کے بتایا کہ اس نے رونی کے لئے جال بچھا دیا ہے۔ اس کے بعد تنائی تھی، سی..... کامنی کا تصور تھا اور وہ تھا۔

اگلی صبح کے اخبارات نے اس کا دل خوش کر دیا۔ ہر اخبار نے اورنگ زیب کو سب

سے زیادہ اہمیت دی تھی ”فلمی صنعت کے سب سے بڑے اداکار اورنگ زیب نے آج یہاں بمبئی میں انکشاف کیا کہ وہ بہترین اداکار کے ایوارڈ کا مستحق دپک پٹیل کو سمجھتے ہیں اور دپک ہی کو ووٹ دیں گے۔ واضح رہے کہ دپک پٹیل پہلے ہی ایوارڈ کے مقابلے سے دستبردار ہو چکے ہیں۔“

ابھی وہ اخبار پڑھ ہی رہا تھا کہ فون کی کھنٹی بجی۔ دوسری طرف حمید تھا۔ ”مبارک ہو سر۔“ اس کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔ ”آپ سب سے آگے نکل گئے ہیں۔“

”میرا موڈ خراب کرنے کی کوشش نہ کرو یہی“ دپک نے خشک لہجے میں کہا۔ ”میں اس وقت اخبار پڑھ رہا ہوں۔“

”اخبار تو بمبئی کے ہیں پڑھنے کے قابل۔ رہنا نے تمہاری کارکردگی اور اس پر چاروں حرفوں کے تبصروں پر مشتمل پورا کالم لکھا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ پریم راج صرف خود پرستی کی وجہ سے خود کو ووٹ دے گا ورنہ اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ تمہاری کارکردگی سب سے اچھی تھی۔ اس وقت پریم راج اس وقت کو کوس رہا ہو گا جب اس نے لہجے کی دعوت قبول کی تھی۔“

”گڈ! شاندار..... بس اسی پر توجہ رکھو اپنی۔ ہمارا مقابلہ اسی سے ہے۔“ دپک نے کہا۔

”اور تمہارے خیال میں رونی کا کوئی چانس نہیں ہے؟“

”تمہیں فون پر یہ بکواس نہیں کرنا چاہئے۔“

”اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔“ حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”اور سازشی لوگوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے۔“

اس لمحے دپک کو یقین ہو گیا کہ حمید اس سے نفرت کرتا ہے لیکن اس کا منطقی ذہن اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ حمید آج جو کچھ بھی تھا، اسی کے دم سے تھا۔ اس کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ”دیکھو دوست یہی ‘مخراپن مت کرو‘ یہ بہت سنگین وقت ہے۔“

”میری فکر نہ کرو، میں تو کسی قبر کی طرح خاموش ہوں۔“

”یہ کیا بکواس ہے؟“

”میں پریشان ہوں، شاید خود سے شرمندہ بھی ہوں، ہاں، واقعی مجھے خود پر شرم آ رہی ہے۔“

”تو تمہیں فوراً اس کچرا گاڑی سے اتر جانا چاہئے۔“

”بہت دیر ہو گئی، اب یہ ممکن نہیں“ حمید کے لہجے میں تاسف تھا۔

”میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔“

”مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں۔“

”میرا مطلب ہے، اس سے ہمارے تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔“

”بہت بہت شکریہ لیکن اب میں تمہاری کچرا گاڑی سے نہیں اتر سکتا کیونکہ اس

وقت تک میں بری طرح آلودہ ہو چکا ہوں جسم سے برسوں بدبو آتی رہے گی۔“ حمید نے

کہا۔ ”اور ایک بات۔ میں نے اشتہار چھپنے کو دے دیا ہے، اپنے دستخط سے۔ اس میں لکھا

ہے کہ تمہاری بات کو اہمیت نہ دی جائے، تمہارا دماغ خراب ہو گیا تھا۔“

”یہ ہوئی ثابت دوست۔“

”پھر میں نے دیش کی طرف سے بھی اشتہار لکھ لیا ہے۔“

”بہت خوب یہی، تم شاندار جا رہے ہو، خواہ خواہ اپنے ضمیر پر بوجھ مت سوار کرو۔“

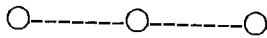
اپریل تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”او ہاں، میں نے کامنی کے متعلق معلوم کیا۔ اس کی شادی گوپال نامی شخص سے

ہوئی تھی۔ دہلی کی بات ہے، گزشتہ جون کی۔ اس کے شوہر نے شادی کی رات خود کشی کر

لی تھی۔“

دپک سنائے میں آگیا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔



اخبار سے پتا چلا کہ گوپال نے اپنے نویں منزل کے فلیٹ سے چھلانگ لگا کر خود کشی

کر لی تھی۔ پولیس نے اس کی موت کو خود کشی قرار دیا تھا۔ اس کی بیوہ کامنی کی حالت

بہت تباہ تھی۔ وہ اس کی خود کشی کا کوئی ممکنہ سبب نہیں بتا سکی تھی۔ وہ گوپال کی شادی کی

رات تھی۔

”مندرجہ ذیل جاکر بھگوان سے پرارتھنا کرو، اب کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ اور ہاں، پریم راج بھی آگیا ہے۔ پر۔ میسر میں شرکت کرے گا۔ تمہارے ہی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔“  
”واہ یہ ہوئی ناکام کی بات۔“

”میں نے کمانا قسمت پوری طرح خلاف نہیں ہے۔ کچھ اچھے شگون بھی ہیں۔ بہر حال، پرنس، اس نمبر پر تم مجھ سے بات کر سکتے ہو۔ اب تو میں پانچ ہزار کمائے کا کام کر رہا ہوں، ہے نا؟“

”یقیناً“ اب تم حقدار ہو۔“ دیکپ نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔ چند منٹ بعد کھٹی دوبارہ بجی۔ اس بار دینش تھا۔

”دیکپو، وہ جو میٹرو والوں کا اسکرپٹ میں نے تمہیں دیا تھا.....“  
”میں نے پڑھا، مجھے کدوار پسند آیا۔ میں یہ فلم سائن کرنے کو تیار ہوں۔“ دیکپ نے کہا۔ ”بشرطیکہ معاوضہ معقول ہو۔“

”مجھے افسوس ہے دیکپو، میٹرو والوں نے اپنا خیال بدل دیا ہے، وہ انور جمال کو کاسٹ کر رہے ہیں۔“

”تو ٹھیک ہے، کیا ہرج ہے، مجھے ویسے بھی کوئی جلدی نہیں۔ ایوارڈ کا فیصلہ ہو جائے تو بات کریں گے۔“ دیکپ نے کہا۔ ”اور ہاں بابو، تمہارا وہ سوہو والا بنگلا ابھی تمہارا ہی ہے نا؟“

”ہاں، فی الحال تو میرا ہی ہے۔ رہن رکھا جا چکا ہے۔ اس کی ایک چابی تو تمہارے پاس بھی ہے۔“

”ہاں، پیر کی رات میں وہاں گزاروں گا۔“  
”کیوں، تمہارا اپنا گھر بھی تو ہے۔“ دینش نے اعتراض کیا۔

”بابو، دراصل یہ لڑکی مختلف ہے۔ دکھی اور حساس..... اور اس کے لئے میرے جذبات بھی مختلف ہیں۔ میں اسے کسی ایسی جگہ نہیں لے جانا چاہتا ہوں جہاں پہلے کبھی کسی کے ساتھ گیا ہوں۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”ٹھیک ہے۔“ دینش کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ ”تمہارے لئے ایک خبر ہے۔ میٹرو والی بات ختم ہوتے ہی میں نے کاؤنٹی والوں سے تمہارے لئے حامی بھر لی ہے۔“

دیکپ نے اخبار ایک طرف رکھا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ کامنی اپ سیٹ کیوں ہے۔ ایسا کیوں ہے کہ وہ اس کے قریب بھی آنا چاہتی ہے اور قربت سے بچنے کی خواہش مند بھی ہے۔ ساگ رات اور بیوگی کا بوجھ۔ وہ سوچ کر ہی لرز گیا لیکن درحقیقت کیا ہوا تھا، اس نے فیصلہ کیا کہ یہ تو کامنی ہی بتائے گی۔

دیکپ ہوٹل پہنچا تو کاؤنٹر پر کسی کا پیغام ملا۔ پیغام دینے والے نے اپنا فون نمبر دیتے ہوئے دیکپ کو اس نمبر پر فون کرنے کو کہا تھا۔ دیکپ نے اندازہ لگایا کہ وہ یقیناً ”پرکاش“ ہو گا۔ اس نے اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اس نمبر پر رنگ کیا۔ دوسری طرف سے ایک بھاری نسوانی آواز سنائی دی۔ دیکپ نے اپنا نام بتایا۔ اگلے ہی لمحے اسے پرکاش کی آواز سنائی دی۔  
”سوئیٹ پرنس..... ایک رکاوٹ اچانک سامنے آگئی ہے۔“

”نہیں، بھگوان کے لئے، اس مرحلے پر نہیں۔“ دیکپ نے گڑگڑا کر کہا۔  
”کیا کروں، تمہارا رونی اپنے موہن کو ساتھ لایا ہے۔ اب کیا کروں، تم ہی بتاؤ؟“  
دیکپ نے تیزی سے سوچنے کی کوشش کی لیکن معاملہ تیزی کا نہیں تھا۔ ”تم..... تم اس موہن سے جھگڑا کر لو، کسی طرح اسے اندر کرا دو۔ اس طرح تمہارے والے لڑکے کی جگہ بن جائے گی۔“

”کیا بات کر رہے ہو۔ اس طرح تو میں بھی گرفتار ہو جاؤں گا۔“ پرکاش نے احتجاج کیا۔ ”اور اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لڑکا، رونی کے ہوٹل کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ دراصل اس لڑکے سے کانٹا کام لے رہی ہے..... میری دوست۔ لڑکے کا نام بھولا ہے، وہ رونی کے ہوٹل جا چکا ہے اور اب جگہ بنانے کی کوشش کر رہا ہو گا۔“  
”بیراغرق!“

”ضروری نہیں، ممکن ہے، بات بن ہی جائے۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ وہ لڑکا بھولا نہ تمہاری طرف اشارہ کر سکتا ہے اور نہ میری طرف..... بلکہ وہ تو کانٹا کا نام بھی نہیں لے گا۔ پریم راج کا چیک اس کے پاس ہے وہ کام مکمل ہونے کے بعد اسے کیش کرائے گا۔ کانٹا نے یہی شرط عائد کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے پہلے ہی وہ اندر ہو جائے گا۔ میں نے اپنا کام کر دیا۔ کامیابی، ناکامی بھگوان جانے۔“

”میں ایسے کام بھگوان پر چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔“ دیکپ نے جھنجھلا کر کہا۔

”کیا..... کیا کہہ رہے ہو؟“

”دیکھو نا، رقم کی ضرورت تمہیں بھی ہے اور مجھے بھی۔“ دیش کے لمبے میں خوف تھا۔ ”انہوں نے ایڈوانس پچاس ہزار دیا تھا۔ ساڑھے سولہ ہزار تمہیں مل جائیں گے اور میرا حساب بھی صاف ٹھیک ہے نا؟“

”کیسے ٹھیک ہے۔“ دپک ماؤتھ پیس میں دباڑا۔ ”تمہیں کوئی حق نہیں تھا۔ اب اس قلم میں اداکاری بھی تم ہی کرو گے۔“

”دیو! تم سمجھتے کیوں نہیں، میں بڑی مشکل میں ہوں۔ مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے، سب کچھ ٹھیک.....“

”لعنت ہو تم پر قصائی، اس حرکت پر تو میں تمہیں تباہ کر دوں گا۔ میں اس قلم میں ہرگز کام نہیں.....“

”پلیز دیو، میری مدد کرو۔“ دیش اب گڑگڑا رہا تھا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔ ”میری مدد کرو۔ دیو مجھے اسٹاف کو تنخواہ دینی ہے۔ وکٹر مجھے نکالنے کے موقع کی تلاش میں ہے، اگر اس وقت میں تنخواہیں نہیں دے سکا تو وہ مجھے برنس سے الگ کر دے گا، میں تباہ ہو جاؤں گا۔“

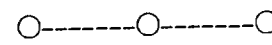
”میں تم سے بمبئی آکر بات کروں گا، اب ریسیور رکھ دو۔“ دپک نے غرا کر کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ چند لمحے بعد اس نے پیلس ہوٹل کا نمبر ملایا اور روٹی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

چند لمحے بعد ریسیور پر روٹی کی آواز ابھری۔ دپک کی آواز سن کر وہ بولا۔ ”کب آئے تم؟“

”ابھی دو گھنٹے پہلے آیا ہوں۔“ دپک نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ ”بہت بور ہو رہا ہوں۔“

”تو میرے پاس آ جاؤ، ایک بجے تک پہنچ جاؤ، ٹھیک ہے؟“

”اوکے۔“



دپک تیار ہو کر نکل ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا

اور حیران رہ گیا۔ پریم راج کی بیوی سلٹی اس کے سامنے کھڑی تھی، وہ کمرے میں آئی۔

”تم..... تم یہاں کیا کر رہی ہو!“ دپک کے لمبے میں حیرت تھی۔ وہ کمرے میں داخل نہیں ہوا بلکہ دروازے ہی پر کھڑا رہا۔ اس نے دروازہ بند بھی نہیں کیا تھا۔

”میں اپنے شوہر کے ساتھ پر۔ میسر میں شریک ہوتی رہتی ہوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟“ سلٹی نے خشک لمبے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے، یہاں میرے کمرے میں۔“ دپک نروس ہو رہا تھا۔ اس نے کوریڈور میں دیکھا۔ پریم راج کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ کہیں یہ کوئی جال تو نہیں؟

”بس یونی، تم سے کچھ بات کرنا تھی۔“

”تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟“

”دیش باپو نے بتایا تھا۔“ سلٹی نے بے حد معصومیت سے کہا۔

”اوہ، پریم راج بھی آ رہا ہے۔“

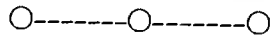
”نہیں۔“ وہ واضح طور پر اس کی گھبراہٹ سے محفوظ ہو رہی تھی۔

”تو بہتر ہے، نیچے چلو، میں تمہیں ریٹورنٹ میں چائے پلاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ پریم کو کوئی غلط فہمی ہو، وہ میرا بڑا اچھا دوست ہے۔“

”ہاں، بالکل، تم پریم کے سگے بھائی ہو، اس کے لئے جان بھی دے سکتے ہو، میں جانتی ہوں۔“ سلٹی نے قہقہہ لگایا۔ ”بہت محتاط نظر آ رہے ہو!“

”میں سمجھا نہیں۔“

”سمجھ جاؤ گے، آؤ نیچے چلیں، تم سے تو میں چائے ضرور پیوں گی۔“



دپک کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چکر کیا ہے۔ وہ اس وقت ریٹورنٹ میں تھے سلٹی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس نے چائے کی پیالی سلٹی کے سامنے رکھ دی۔ ”اب کہو، بات کیا ہے؟“ اس نے کہا۔

”بات صرف اتنی سی ہے کہ میں نے کبھی کابوس نہیں دیکھا۔“

”مجھے کابوس کا مطلب نہیں معلوم۔“ دپک نے کہا۔ ”لیکن میرا اندازہ ہے کہ یہ



توہن کرنے والا لفظ ہے۔

”شبابش، تم عقل مند ہوتے جا رہے ہو۔ کلبوس اسم ہے اور اس کا مطلب ہے خبیث روح۔ ایسا شخص جو اپنی اصلیت دبا کر، چھپا کر رکھے، اسے کلبوس کہتے ہیں۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں، تم مجھے کچھ بھی سمجھو۔“ دپیک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خیر، اصل بات کرنے کے لئے مجھے اپنا گھریلو پس منظر بتانا پڑے گا۔“ سلمیٰ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”ہمارے گھرانے میں فلم کو معیوب اور اداکاروں کو بھانڈا سمجھا جاتا ہے لیکن میں نے اسلام سے..... میرا مطلب ہے، پریم سے محبت کی پھر شادی کی۔ میرے خاندان والوں نے مجھے بد گوشت کی طرح الگ کر دیا، باپ نے عاق کیا اور ماں نے اپنی جائیداد کو ٹرسٹ بنا کر میرے بچوں کے نام کر دیا۔ مجھے نظر انداز کر کے، حالانکہ میں اکلوتی بیٹی تھی۔ جس جائیداد کی میں بات کر رہی ہوں، وہ مالیت کے اعتبار سے بلا مبالغہ کمزوروں کی ہے۔“

”بڑی زیادتی کی۔“ دپیک نے چہرے پر اذیت کا تاثر لانے کی کوشش کی۔ ”ویسے کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ مجھے ایک دوست سے ملنے جانا ہے۔“

سلمیٰ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ”جب پریم نے پہلا من مورت ایوارڈ.....“

”اکلوتا کو۔“ دپیک نے اسے ٹوکا۔

وہ مسکرا دی۔ ”ہاں، اب تک اکلوتا ہے وہ ایوارڈ۔ بہر حال، ایوارڈ ملنے کے بعد صورت حال میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی۔ پریم کو اداکار کے بجائے فنکار سمجھا جانے لگا۔ میں اپنے خاندان کی بات کر رہی ہوں۔ خالہ نے اپنی وصیت میں مجھے شامل کر لیا لیکن ابو اڑے رہے اور امی نرم پڑ جانے کے باوجود ابو کا ساتھ دینے پر مجبور تھیں۔“

دپیک نے گھڑی دیکھی، وہ لیٹ ہو رہا تھا لیکن جانتا تھا کہ سلمیٰ سے جان چھڑانا ناممکن ہے۔

”اگر پریم اس سال بھی ایوارڈ جیت لے تو مجھے یقین ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ ابو اور امی میرے بچوں سے ملنے کو ترپتے ہیں۔ انہیں صرف ایک بہانہ چاہئے ان سے ملنے کا۔ اس لحاظ سے میرے لئے اس ایوارڈ کی بڑی اہمیت

ہے۔ یہ ایوارڈ پریم کو ملنے کی صورت میں تمہیں بھی فائدہ ہو گا۔ میں تم سے پریم کی تین فلموں میں مرکزی کردار کا وعدہ کرتی ہوں۔ معاوضہ اتنا ملے گا، جتنا پریم لیتا ہے، جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں ایوارڈ ملنے کے باوجود اتنا معاوضہ کوئی نہیں دے سکتا اور پھر تین فلمیں۔“

دپیک چند لمحے کے لئے گنگ ہو گیا پھر اس نے خود کو سنبھالا۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ اسے اپنی اداکاری جاری رکھنا ہے۔ ”لیکن سلمیٰ! میں تو پہلے ہی مقابلے سے دستبردار ہو چکا ہوں۔“

”یہ وہ بات ہے، جس پر مجھے یقین نہیں۔“ سلمیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”شکست خوردہ آدمی کا لچ اچھا آئیڈیل تھا لیکن اس سے صرف تمہیں فائدہ پہنچا۔“

”وہ محض اتفاق تھا۔ ویسے بھی مردوں کو دعوت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ میں ایوارڈ کے مقابلے میں سے دستبردار ہو چکا ہوں اور پریم کا ساتھ دے رہا ہوں۔ تمہاری تین فلموں کی پیش کش مجھے قبول ہے۔“ اس نے ویٹرئس کو بل ادا کر دیا۔

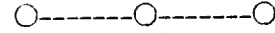
”ٹھیک ہے پٹیل۔ بات یہ ہے کہ اگر تم دیانتداری کے ساتھ ایوارڈ کے حصول کی کوشش کرو گے تو میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں اور اگر تم واقعی دستبردار.....“

”میں کتنی بار کس کس کو بتاؤں کہ دستبردار ہو چکا ہوں۔“ دپیک نے جھنجھلا کر کہا۔

”اس صورت میں میری تین فلموں کی پیش کش موجود ہے لیکن تم نے پیچھے سے کوئی وار کیا اور گھٹیا حرکتیں کیں تو یہ یاد رکھنا کہ میں تم سے کم نہیں ہوں۔ میں تمہیں تمہارے کھیل میں شکست دے سکتی ہوں۔“

دپیک کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اس لمحے سلمیٰ خوبصورت عورت نہیں بلکہ خوف ناک ناگن لگ رہی تھی۔

”بس میرے خیال میں اتنا کافی ہے، چائے کا شکریہ۔“ سلمیٰ نے کہا اور اٹھ کر ریٹورنٹ سے نکل گئی۔ دپیک کے پیٹ میں اینٹھن چھی ہونے لگی۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ اسے سلمیٰ کے غیاب ہی میں سہی، اس پر غصہ آ جائے لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ درحقیقت وہ خوفزدہ تھا۔



رونی نے اپنے کمرے میں دیپک کو بھولے سے متعارف کرایا۔ دیپک کا دل ڈوبنے لگا۔ جو کچھ تھا، نظر بھی آتا تھا، انہیں متعارف کراتے وقت رونی کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

بھولا کبل ہوا جا رہا تھا۔ رونی نے بڑی مشکل سے اسے جام بنانے کے لئے موہن کا ساتھ دینے کی ہدایت دے کر رخصت کیا۔ دیپک پریشان تھا۔ اس کے خیال میں وہ سیٹ اپ بددوار تھا۔ بھولا دیکھتے ہی مشکوک قسم کا لڑکا نظر آ رہا تھا اور پھر رونی سے اس کی بے تکلفی میں بڑا گھٹیا پن تھا۔ دیپک کو تو اس پر حیرت تھی کہ رونی نے اسے اپنے کمرے میں کیسے گھسنے دیا۔

”یہ پری پیکر چیز تم نے کہاں سے دریافت کی؟“ دیپک نے رونی سے پوچھا۔  
 ”بات الٹی ہے۔ اس نے مجھے دریافت کیا ہے۔ وہ آئوگراف کے ہمانے میرے سر پر مسلط ہوا ہے۔“

دوسرے کمرے میں موہن اور بھولا کے ہنسی ٹھٹھول کی آواز سنائی دی۔ رونی کا منہ بن گیا۔ چند لمحوں بعد موہن نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی، جس میں دو جام اور ایک بوتل رکھی تھی، اس نے جام بنانے کے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے۔ بھولا بھی آگیا تھا۔

”دیکھو بھئی بھولا میاں۔“ رونی نے کہا۔ ”تمہاری توجہ کا بہت بہت شکریہ لیکن میں اب چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔“

بھولا نے زخمی نگاہوں سے رونی کو دیکھا۔ دیپک نے دل ہی دل میں بھگوان کا شکریہ ادا کیا کہ لڑکا نامزد نہیں ہوا ہے اور ورنہ وہ یقیناً ”بہترین اداکاری کے ایوارڈ کا مستحق قرار پاتا۔“ جی بہت بہتر۔“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ ”لیکن کوئی عام آدمی جب بادشاہوں کی صحبت میں ہو تو اسے دربار سے نکلنا کبھی اچھا نہیں لگتا۔“ اس نے مکھن لگایا۔

”آؤ میں تمہیں چھوڑ آؤں۔“ موہن نے رونی کی آنکھ کا اشارہ پا کر کہا۔ پھر وہ بھولا کا ہاتھ تھام کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

رونی اور دیپک پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ ”آج پر۔ میسر کے بعد تم اور موہن کھانا میرے ساتھ کھاؤ نا۔“ دیپک نے کہا۔

”موہن تو پر۔ میسر میں نہیں جا رہا ہے۔“ رونی نے دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
 موہن بھولا کو چھوڑ کر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

”کیا بات ہے تم کچھ پریشان ہو؟“ دیپک نے پوچھا۔  
 ”یار دیپک ..... میری دنیا بہت خطرناک ہے۔“ رونی نے آہستہ سے کہا۔  
 ”اس کا سبب میری زندگی کے تاریک اور بدنام گوشے ہیں۔“ اس کے لہجے میں بے بسی اور گمراہی تھی۔ دیپک کو شرمندگی ہونے لگی۔ ”اور ساری دنیا ان سے باخبر ہے۔ یوں، زندگی کی خطرناکی بڑھ گئی ہے۔ اب اس لڑکے کی ہی مثال لے لو۔“

”تمہارا اشارہ موہن کی طرف ہے؟“  
 ”نہیں، بھولا کی طرف۔ میرا خیال ہے، کسی نے مجھے پھانسنے کے لئے اسے میرے پیچھے لگایا ہے۔“

دیپک نے بڑی مشکل سے اپنے چہرے کو بے تاثر رکھا۔ ”اگر ایسا ہے تو اسے ہمارے مقابلے میں نامزد ہونا چاہئے۔ کبخت غضب کی اداکاری کر رہا ہے۔ ویسے تو مجھے بے ضرر لگتا ہے۔“ اب وہ یہ قدم اٹھا کے پچھتا رہا تھا۔ رونی ایک مختلف اور ذہین آدمی ثابت ہو رہا تھا۔

”وہ یقیناً کسی کا بھیجا ہوا ہے۔“ رونی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ مضطرب اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ ”اگر مجھے یہ احساس نہ ہوتا تو میں اس کے جال میں پھنس چکا ہوتا۔ تمہاری آمد سے مجھے سہارا ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایوارڈ کے دنوں میں میرا کوئی سیکنڈل بنے اور میرے حریفوں کو اس سے فائدہ ہو۔“

”ایک منٹ“ دیپک نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ...“  
 ”سٹ اپ، احمقانہ باتیں مت کرو۔“ رونی نے اسے ڈانٹ دیا۔ ”اگر مجھے تم پر شک ہوتا تو میں اس سلسلے میں تم سے بات کیوں کرتا! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا کوئی چانس نہیں اور درحقیقت تم ہی ایوارڈ کے مستحق ہو۔ میں تم سے اس گھٹیا پن کی امید نہیں رکھتا۔“

”آخر مجھے تم لوگوں کو یقین دلانے کے لئے اپنی دستبرداری کا کتنی بار اعلان کرنا پڑے گا؟“ دیمپک نے تلخ لہجے میں کہا۔

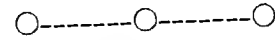
”اس کے باوجود تمہارا چانس ہے۔“ رونی نے پُر خیال انداز میں کہا۔ ”تمہاری حد سے بڑھی ہوئی شرافت ووٹرز کو اپیل کر لے گی۔ تمہارا لہجہ بھی بے حد کامیاب ثابت ہوا۔“

”وہ محض اتفاق تھا۔“

رونی مسکرایا۔ ”میں نے کہا تھا“ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن میں اس طرح اسکینڈل کا شکار نہیں ہونا چاہتا۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں ایک نشان زدہ آدمی ہوں اور میرے خیال میں پریم راج میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔“

دیمپک نے ایک طویل سانس لے کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ رونی اس پر اعتماد کرتا تھا۔ اس حقیقت نے اسے لرزا کر رکھ دیا اور یہ بھی سچ تھا کہ رونی کو پھنسانا بے سود تھا کہ کیونکہ رونی کا کوئی چانس نہیں تھا۔

اسی لمحے موہن واپس آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر جھینپی جھینپی مسکراہٹ تھی اور وہ رونی سے آنکھیں ملانے سے گریز کر رہا تھا۔ رونی بے حد ناخوش نظر آنے لگا۔ دیمپک کو اب صرف نکل بھاگنے کی فکر تھی۔ اسے پرکاش کو فون کر کے جال سمیٹنے کی ہدایات دینا تھیں۔ ”ٹھیک ہے رونی، میں چلتا ہوں۔“ اس نے کہا اسے اندازہ تھا کہ اس کے جاتے ہی اس کمرے میں رقابت کا ایک زبردست سیکولنس جنم لے گا۔



اس نے پرکاش کو فون کیا۔ اس بار بھی کرخت آواز والی کانٹا نے جواب دیا۔ ”سوری دیمپک صاحب، پرکاش تو یہاں موجود نہیں۔“

”کب آئے گا؟“ دیمپک نے پوچھا۔

”کچھ کہا نہیں جاسکتا، من موچی آدمی ہے۔“

”مجھے فوری طور پر اس سے ملنا ہے۔“

”تب تو ایسا کریں کہ آپ یہیں آجائیں، جب بھی پرکاش آئے گا، آپ کی ملاقات

ہو جائے گی۔“

دیمپک نے پتا نوٹ کیا اور ریسپور رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ جس علاقے کا وہ پتا ہے، وہاں کیسے لوگ رہتے ہیں۔ وہ وہاں جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ اوسط درجے کے اس بنگلے میں داخل ہوا۔ اندر ایک مادام سے ملاقات ہوئی۔ دیمپک کے بتانے پر اس نے فوراً ”کانٹا کو بلوایا۔ کانٹا اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی۔

”کچھ پیئیں گے؟“ کانٹا نے پوچھا۔

دیمپک نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ کانٹا کی خوبصورتی دیکھ کر حیران تھا۔ کم از کم آواز سننے کے بعد تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس قدر خوبصورت ہو گی۔ ”بھولا تمہاری دریافت ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں۔“ کانٹا نے جواب دیا۔ ”کیوں، کوئی گڑبڑ ہو گئی؟ دیمپک صاحب! آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔“

”ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے، مجھے بھولا کے بارے میں بتاؤ۔“

”اس کام کے لئے بھولا مناسب ترین ہے۔“ کانٹا نے فخریہ لہجے میں کہا۔ ”وہ منہ بند رکھنا جانتا ہے۔ کم عمر لگتا ہے، حالانکہ اس کی عمر ۲۳ سال ہے۔ منہ بند اس لئے رکھے گا کہ اس کا منشیات کو ادھر ادھر کرنے کا کام میرے علم میں ہے۔ وہ فوج میں تھا۔ دو سال پہلے بدکرداری کی بنیاد پر اسے فوج سے نکال دیا گیا۔“

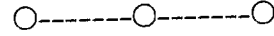
”یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن میں اب منصوبے پر عمل نہیں کرنا چاہتا۔“

”اوہ، طے یہ ہوا تھا کہ وہ اپنی سی کوشش کرے گا اور چیک بہر حال، اسی کا ہے، اب اس سے چیک واپس لینا آسان نہیں۔“

”میں چیک واپس نہیں مانگ رہا ہوں، صرف کام سے ہاتھ اٹھا رہا ہوں۔“

”اوکے۔“ کانٹا نے کہا اور ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ایک نمبر ملایا۔ چند لمحے وہ کسی سے بحث کرتی رہی۔ وہ یقینی طور پر بھولا تھا۔ پھر اس نے فون رکھ دیا۔ ”لیجئے، آپ کا کام ہو گیا۔“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔“ دیک نے کہا۔  
لیکن گھر سے باہر نکلنے میں اسے ایک گھنٹے سے بھی زیادہ لگا۔ دیک چلنے لگا تو کانٹا  
نے کہا۔ ”پرکاش سے ذکر نہ کرنا وہ بہت حسد آدی ہے۔“



پر۔ میسر کے دوران رونی بہت بے چین رہا۔ بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ بالآخر اس نے  
دیک سے کہا۔ ”میں جا رہا ہوں۔ دیپو مجھے ایک ضروری کام ہے۔ اور وہ فلم ادھوری  
چھوڑ کر چلا گیا۔“

پر۔ میسر کی تقریب سے فارغ ہو کر دیک اپنے ہوٹل واپس آ گیا وہ جلد از جلد بمبئی  
پہنچنا چاہتا تھا۔ کانٹا اسے بری طرح یاد آ رہی تھی۔ بارہ بجے کے قریب اس نے کانٹا کو فون  
کیا۔

”میں آپ کو فون کرنے والی تھی۔“ کانٹا نے کہا۔ ”پرکاش ابھی تک واپس نہیں آیا  
ہے۔“

”کیا..... کیا مطلب!“

”وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسے نہیں بتا سکی کہ منصوبہ  
کینسل کر دیا گیا ہے، وہ اب بھی اسی چکر میں ہو گا۔“

”کیا..... کیا کو اس ہے یہ؟“ دیک مارتھ پیس میں دھاڑا۔

”دیکھئے نا اس میں میرا کیا قصور ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو میں اسے  
مطلع کر دیتی، میں کیا کر سکتی ہوں؟“

”ٹھیک ہے کانٹا، تمہارا شکریہ میں دیکھتا ہوں، کچھ سوچوں گا۔“ دیک نے کہا اور  
ریسیور رکھ دیا۔

صورت حال بہت خراب تھی، اگر پرکاش پروگرام کے مطابق عمل کرتا رہا تو اب  
منصوبے کے پہلے حصے پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے چال الٹ جائے گی۔ دیک کو اندیشہ تھا  
کہ ذرا سی تفتیش کے بعد پتا چل جائے گا کہ رونی کو پھانسا گیا ہے اور پھانسنے والا پریم راج  
ثابت نہیں ہو سکے گا یعنی اس کی اپنی پوزیشن مشکوک ہو جائے گی۔

ابھی وہ صورت حال پر غور کر رہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ”سوٹ پرنس“ جلی  
پچانی آواز سنائی دی۔

”تم کہاں ہو مردود؟ کہاں مر گئے تھے؟“ دیک نے غصے سے بے قابو ہو کر کہا۔  
”ایئر پورٹ سے فون کر رہا ہوں اور تمہارے لئے بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ پہلی  
فلائٹ سے یہ شہر چھوڑ دو اور خفا کیوں ہو تم؟ کام ہو گیا ہے، صاف ستھرا اور نفیس۔“  
”کانٹا سے تمہاری بات نہیں ہوئی؟“ دیک نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

”نہیں، میں بہت مصروف تھا۔“

”میں تمہاری تلاش میں وہاں بھی گیا۔ پھر میں نے کانٹا کے ذریعے منصوبہ کینسل  
کر دیا۔“

”اس کے باوجود قسمت نے ہمارا ساتھ دیا۔ کام ہو گیا۔ ہوا یہ کہ بھولا موہن پر دل  
وجان سے فدا ہو گیا تھا۔ ادھر رونی پر۔ میسر میں گیا، ادھر بھولا نے اس کے کمرے کا رخ  
کیا۔ بھولا کی بد قسمتی کہ رونی پر۔ میسر سے قبل از وقت آ گیا۔ نتیجہ یہ کہ رونی نے جذباتی  
ہو کر بھولا کی خوب ٹھکائی کی۔ پولیس آئی اور اب رونی حوالات میں ہے۔ دونوں لڑکے بھی  
ہیں۔ رپورٹرز حوالات کے چکر لگا رہے ہیں فرسٹ کلاس کام ہوا نا۔“

دیک سنائے میں کھڑا تھا۔ پرکاش نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ چند لمحے بعد دیک نے  
بھی ریسیور رکھ دیا جو کچھ ہوا، وہ اس پر متاسف تھا۔ کیا ستم تھا کہ جب وہ دار کرنا چاہ رہا تھا  
تو طرح طرح کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور اب جبکہ وہ رونی کو بخش چکا تھا، دار خود بہ  
خود ہو گیا تھا۔ شاید رونی کے ستارے ہی گردش میں آ گئے تھے۔ دیک کے ذہن میں اب  
ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا۔ میں نے رونی کو تباہ کر دیا۔ بلا وجہ۔

اسی وقت گھنٹی بجی، اس نے ریسیور اٹھایا۔ ”ہیلو بچو۔“ دوسری طرف سے رونی کی  
لرزہ آواز سنائی دی۔

دیک چند لمحے خاموش رہا۔ وہ ثابت کرنا چاہ رہا تھا کہ سوتے سے اٹھا ہے پھر اس  
نے بھرائی ہوئی آواز بنا کر کہا۔ ”رونی.... ہی ہوتا؟“

”ہاں بچو، میں بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔“ رونی کی آواز سے خوف جھلک رہا

”ابھی ایف آئی آر نہیں کٹی گئی ہے۔ ویسے لگتا ہے، تمہارے پاس بھی کوئی کہانی ہے۔“ چوتھے نے خیال ظاہر کیا ہے۔

”میں صرف یہ چاہتا ہوں دوستو کہ بے انصافی نہ کرو، حقائق سامنے آنے کا انتظار کرو۔ اس کے بعد بے شک کوئی لحاظ نہ کرنا۔“

دیک، ہیڈ محرر کے پاس پہنچا۔ ہیڈ محرر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ”سوری جناب اس وقت تو صرف ان کا وکیل ان سے مل سکتا ہے۔“

”انچارج کون ہے؟“ دیک نے پوچھا۔

جگدیش صاحب۔ وہ اپنے کمرے میں موجود ہیں۔“

دیک، انسپٹر جگدیش کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ انسپٹر چین سوکر معلوم ہوتا تھا۔ اس کی انگلیاں نکوٹین زدہ تھیں۔ اس وقت وہ سگریٹ سے سگریٹ سلگا رہا تھا۔

”یوں سمجھیں شری دیک کہ گندے پانی اور غلاظت کی پائپ لائن پھٹ گئی ہے۔“ انسپٹر نے دیک سے کہا۔ ”آپ کیوں اس کے چکر میں پڑ کے خود کو خراب کرتے ہیں۔ جب کہ آپ کے لئے ایوارڈ کا امکان زیادہ ہو گیا ہے۔ روٹی کو تو اس سلسلے میں مرہہ ہی سمجھیں۔ میری مانیں تو اس چکر میں نہ پڑیں۔“

”لیکن روٹی بے قصور ہے۔“ دیک نے احتجاج کیا۔

انسپٹر نے دیک کو گرفتاری کی پوری تفصیل سنا دی۔ ”اب سمجھے آپ میری بات!“ اس نے آخر میں کہا۔

”میں صرف ایک بات جانتا ہوں انسپٹر۔“ دیک نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ ”اداکار بھی انسان ہوتے ہیں، ان میں خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ روٹی بہت شریف آدمی ہے، میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ آدمی ہے..... اپنی تمام خامیوں سمیت، میں خود دوبار حوالات میں بند ہو چکا ہوں۔“

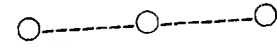
”کیسے؟ کب؟ کس سلسلے میں؟“

”برسوں پہلے، ایک بار کاروں پر پتھر برسائے کے سلسلے میں اور ایک بار بیکری سے ڈبل روٹی چرانے کے الزام میں لیکن مجھے سزا نہیں ہوئی کیونکہ میں ڈبل روٹی کھا گیا تھا اور بعد میں ہاتھ آیا تھا۔“

”تم پر۔ میسر سے کیوں نکل بھاگے تھے، کیا گڑ بڑ ہے؟“

”سنو بچو! مجھے صرف ایک کال کی اجازت ملی ہے اور یہاں تمہارے سوا میری مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ میری بات غور سے سنو، میں حوالات میں ہوں، پلیز میری مدد کرو اخبار والے بھی آگئے ہیں۔ میں چاندنی چوک کی حوالات میں ہوں، پلیز۔“

”تم فکر نہ کرو میں آ رہا ہوں۔“ دیک نے کہا اور ریسپور رکھ دیا چند لمحے وہ سوچتا رہا۔ بھولے کے متعلق کچھ اور معلومات ضروری تھیں۔ اس نے کانٹا کو فون کیا۔ کانٹا سے حاصل کردہ معلومات کے بعد وہ مضبوط پوزیشن میں آ گیا۔ اس نے کانٹا کا شکریہ ادا کر کے ریسپور رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک وکیل دوست ارجن کو فون کر کے پولیس اسٹیشن پہنچنے کو کہا اور اپنے کمرے سے نکل آیا۔



تھانے میں چار رپورٹرز موجود تھے۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکے۔ ”آپ کچھ قبل از وقت نہیں آگئے دیک صاحب۔“ ایک رپورٹر نے کہا۔ ”ابھی اس کی تدفین کا مرحلہ کچھ دور ہے۔“

”ویسے تمہیں تو خوشی ہوئی ہوگی شری دیک۔“ دوسرا بولا۔ ”تمہارا ایک حریف کم ہو گیا۔“

”سوری دوستو، تمہیں مایوسی ہوگی یہ سن کر، میں روٹی کی تدفین کے لئے نہیں اس کا ساتھ دینے کے لئے آیا ہوں۔“ دیک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واقعی؟ ویسے اسے اس کی ضرورت بھی ہے۔“ پہلا رپورٹر بولا۔

”بات یہ ہے کہ اس طرح جسے بھی پھنسیا جائے گا، مجھے اس سے ہمدردی ہوگی۔“ دیک نے کہا۔ ”اس کے علاوہ میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ کسی شخص پر کورٹ کی بجائے پولیس میں مقدمہ چلے۔ بے شک، آپ کو ایک چٹ پٹی خبر ملی ہے لیکن میرے خیال میں یہ خبر جعلی ہے۔ اتنے افسردہ نظر نہ آؤ۔ حقیقت بھی کم چٹ پٹی نہیں ہوگی۔“

”یعنی آپ کے خیال میں روٹی بے قصور ہے!“ تیسرے رپورٹر نے حیرت سے کہا۔

”اس پر الزام کیا ہے، یہ تو پتا چلے؟“ دیک نے کہا۔

دستخط ہیں۔“

دپیک نے بھونچکا نظر آنے کی اداکاری کی۔ ”اوہ! پریم راج! وہ بھی تو آیا ہوا ہے یہاں۔“

”میں نے انہیں بھی یہاں بلوایا ہے، آپ کچھ دیر صبر کریں۔ میں ذرا اس لڑکے کے متعلق چیک کرالوں۔“

دپیک بیٹھا رہا چند لمحے بعد وکیل بھی آگیا۔ ان دونوں نے ہاتھ ملائے۔ ”میں نے ضمانت نامہ تیار کرالیا ہے۔“ ارجن نے بتایا۔ وہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ انسپکٹر جگدیش اب تک نہیں آیا تھا۔ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد وہ پریم راج کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ پریم راج الجھا ہوا بھی تھا اور خوفزدہ بھی۔ ”پریم! تم بھی!“ دپیک نے پوچھا۔

”میں اپنی مرضی سے آیا ہوں۔“ پریم راج نے بے حد خراب لہجے میں کہا، پھر وہ انسپکٹر سے مخاطب ہوا۔ ”دیکھو انسپکٹر مجھے معلوم نہیں کہ تم نے آدھی رات کو بلا کر میری نیند کیوں خراب کی ہے۔“

”آپ بیٹھیں تو۔“

”بیٹھوں گا میں بعد میں، پہلے مجھے بتاؤ کہ چکر کیا ہے، اگر تم مجھ سے روٹی کے کردار کے سلسلے میں ضمانت چاہتے ہو تو میرا جواب نفی میں ہے۔ میں اسے پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی شہرت داغ دار ہونے کا خطرہ.....“

”آپ بیٹھئے تو سہی، یہاں کسی کی شہرت داغ دار نہیں ہو رہی ہے۔“ انسپکٹر نے سرد لہجے میں کہا پھر اس نے چیک پریم راج کی طرف بڑھا دیا۔ ”غور سے دیکھئے یہ آپ ہی کا ہے نا؟“

پریم راج چند لمحے چیک کو حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”ہاں، میرے ہی دستخط ہیں، میرا ہی چیک ہے۔“

”آپ نے یہ چیک کسے دیا تھا؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔

پریم راج نے چیک کی تاریخ دیکھی اور ذہن پر زور دینے لگا۔

”انسپکٹر آپ میرے موکل کو بک کر رہے ہیں؟“ ارجن نے پوچھا۔

”ایک منٹ وکیل صاحب! میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ صورت حال بدل گئی

انسپکٹر کو اس کی صاف کوئی پسند آئی۔ ”خیر، آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”میرے خیال میں روٹی کو پھنسا لیا گیا ہے۔ میں نے اس لڑکے بھولے کو روٹی کے کمرے میں دیکھا تھا۔ روٹی نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ لڑکا کسی کا بھیجا ہوا ہے۔“

”کس کا؟“

”بہترین اداکار کے لئے نامزد ہونے والوں میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔“

”تو؟“

”میں بھی، بشرطیکہ تم ثابت کر سکو۔“ دپیک نے نرم لہجے میں کہا۔ ”بہر حال، اس بھولے کے طور طریقے مجھے بھی مشکوک لگے۔ محسوس ہو رہا تھا کہ روٹی کا شک غلط نہیں۔ مجھے یہ بھی لگ رہا تھا کہ میں نے اسے کیس دیکھا ہے لیکن یاد نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال مجھے یاد آ ہی گیا۔ یہ بتاؤ انسپکٹر، روٹی کے خلاف الزامات کیا ہیں؟“

”ابھی ایف آئی آر تو نہیں کٹی ہے ہم نے۔ تاہم اس پر تشدد، مارپیٹ اور لڑکوں کا اخلاق بگاڑنے کا الزام ہے۔“

”یہ آخری الزام تو صریحاً زیادتی ہے۔ اس لڑکے کا اصل نام کرشن ہے۔ دو سال پہلے میں نے دہلی میں کسی پر۔ میسر کے موقع پر اسے آؤگراف دیا تھا۔ مجھے یہ اپنے نسوانی طور طریقوں اور انداز کی وجہ سے یاد رہ گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ فوج میں ہے۔“

”میں ابھی چیک کراتا ہوں۔“ انسپکٹر جگدیش نے کہا۔

”ایک بات اور اس کی تلاشی تو تم نے لی ہوگی۔ کوئی غیر معمولی چیز تو برآمد نہیں ہوئی اس کے پاس ہے؟“

”مثلاً؟“ انسپکٹر نے حیکھے لہجے میں کہا۔

”کوئی ٹھنڈی رقم..... جال بچھانے کا معاوضہ۔“

”شری دپیک..... یا تو آپ دنیا کے ذہین ترین انسان ہیں یا آپ نے روٹی کو پھنسانے کی کوشش کی تھی“ انسپکٹر نے طویل سانس لے کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ دپیک نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس سے ایسی کوئی چیز نکلی ہے۔“

”جی ہاں، پانچ سو روپے کا ایک چیک جس پر آپ کے حریف اداکار پریم راج کے

ہے۔ شری دیپک کی غیر انسانی یادداشت کی وجہ سے.....“

”انسپکٹر! تمہارا لہجہ تو بین آمیز ہے۔ کیا تم میرا معطلہ اڑا رہے ہو؟“ دیپک نے انسپکٹر کی بات کاٹتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”آپ جو چاہیں سمجھیں۔“ انسپکٹر نے آہ بھر کے کہا۔ ”بہر حال، کرشن عرف بھولا کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ فوج میں رہ چکا ہے اور بد اطواری کی بنیاد پر اسے فوج سے نکالا گیا تھا۔ اس کی عمر بھی کم نہیں بلکہ ۲۳ سال ہے جب کہ وہ لڑکا موہن اٹھارہ سال کا ہے۔ چنانچہ صورت حال الٹ گئی ہے۔“

”ہاں، اس کا مطلب ہے، میرے موکل نے بجا طور پر مداخلت کی ہے۔ موہن اس کی ذمہ داری ہے۔ میرے موکل نے ایک جرم کو روکنے کی کوشش کی تھی۔“ میں تمہیں اس کے تعاون کا یقین دلاتا ہوں انسپکٹر۔“ وکیل ارجن نے کہا۔

دیپک نے پریم راج کی طرف دیکھا جو اب بھی چپک کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کا تاثر تھا۔

”ہاں شری پریم راج، چپک کے سلسلے میں کچھ یاد آیا آپ کو؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔

”جی ہاں، ۲۱ جنوری کو میں اسٹوڈیو میں فلاش کھیل رہا تھا۔ وہاں میں نے اپنے ایجنٹ دیش کمار سے ہارنے کے بعد اسے چپک کے ذریعے ادائیگی کی تھی۔“

”ان سے تصدیق ہو سکے گی اس بات کی؟“

”یقیناً۔“

”دیپک صاحب بھی شریک تھے اس روز؟“ انسپکٹر نے جبہٹتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں، یہ نہیں تھا۔“ پریم راج نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

”میں جو انہیں کھیلتا اور نہ کبھی کھیلوں گا۔“ دیپک نے مسکرا کر کہا۔

”تو یہ بات طے ہو گئی کہ شری رونی کو کسی نے پھنسانے کی کوشش کی تھی۔“ انسپکٹر نے کہا۔

اسی لمحے ایک ہیڈ کانسٹیبل، بھولے کو دھکیلتا ہوا کمرے لایا۔ دیپک حیران رہ گیا۔

رونی نے بھولے کی ٹھیک ٹھاک مرمت کی تھی۔ اس کا منہ اترا ہوا آنکھ سوچی ہوئی اور

ہونٹ پھٹے ہوئے تھے۔

انسپکٹر نے پریم راج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، بھولے سے پوچھا۔ ”تم نے ان صاحب کو دیکھا ہے کبھی؟“

”فلموں میں دیکھا ہے کئی بار، ویسے کبھی نہیں دیکھا۔“ بھولے نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

انسپکٹر نے دیپک کی طرف اشارہ کیا۔ ”اب یہ نہ کہنا انہیں بھی صرف فلموں دیکھا ہے۔“

”بس آج شام رونی صاحب کے کمرے میں پہلی بار دیکھا تھا۔“

”اور دو سال پہلے کسی فلم کے پر۔ میسر کے موقع پر نہیں دیکھا۔“

”نہیں جی..... کبھی نہیں..... کبھی نہیں۔“ بھولے نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔

انسپکٹر نے پریم راج سے چپک لے کر بھولے کے سامنے لہرایا۔ ”اور یہ چپک تمہیں کہاں سے ملا؟“

کرشن عرف بھولے کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ وہ کانٹا کا نام نہیں لے سکتا تھا ورنہ وہ اس کی منشیات فروشی کا راز فاش کر دیتی اور اسے جواب بھی دیتا تھا..... بہت جلدی۔ ”میں نے جوئے میں جیتا تھا اسے۔“

”کہاں؟“

”یہ تو مجھے یاد نہیں۔“

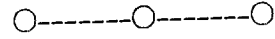
انسپکٹر چند لمحے سوچتا رہا پھر ہیڈ کانسٹیبل کو بھولے کو لے جانے کا اشارہ کیا۔ ”اب آپ لوگ بھی جاسکتے ہیں۔“ اس نے ان سے کہا۔

پریم راج بے تاب سے اٹھا۔ وہ نہ جانے کب سے جان چھڑانے کے چکر میں تھا۔

”انسپکٹر ایک بات سن لو، اگر تم نے اس سلسلے میں میرا نام اچھالا تو عدالت میں کھڑے نظر آؤ گے۔“ اس نے دھمکی دی۔

”میں دیش صاحب سے چپک کے سلسلے میں تصدیق کر لوں پھر آپ سے دوبارہ بات ہوگی۔“ انسپکٹر نے بے پروائی سے کہا۔

پریم راج بے حد متشکر نظر آنے لگا۔ تاہم وہ فوراً ہی کمرے سے نکل گیا۔ ارجن رونی کی آمد کا منتظر تھا۔ دپک نے باہر نکل کر اخبار نویسوں کو مختصراً ”سب احوال سناؤالا۔“



”میں تمہیں لفٹ دے سکتا ہوں۔“ باہر نکل کر ارجن نے کہا۔ ”میری کار موجود ہے۔“

”شکریہ ارجن! تم رونی کو پلازہ ہوٹل اتار دینا۔ مجھے دراصل ایک کام یاد آ گیا ہے۔“ دپک نے کہا۔

”دپک بچو! میں تمہارا احسان مند ہوں کیوں نہ تم.....“ رونی نے کہنا چاہا۔

”ارے یار! اب اتنی معمولی سی بات کی بنیاد پر قلم نہ بنا بیٹھنا۔“

”میرا بس چلے تو قلم ہی بنا دوں، سچ کہہ رہا ہوں۔“

”ارجن! اپنی فیس تم رونی سے ہی وصول کرنا۔“ دپک نے ارجن سے کہا۔ ”اور

ٹکڑی فیس وصول کرنا، یہ موٹی اسامی ہے۔“

انہیں رخصت کر کے دپک ایک فون بوتھ کی طرف لپکا۔ درحقیقت وہ خوفزدہ تھا۔ انسپکٹر جگدیش بہت ذہین اور مستعد پولیس افسر ثابت ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ انسپکٹر سے پہلے دیش کو فون کر لے۔

کافی دیر کھنٹی بجتی رہی۔ دیش کے ملازم نے ریسور اٹھایا۔ ”میں دپک بول رہا ہوں، باپو سے بات کراؤ۔“ دپک نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”جی، وہ تو یہاں نہیں ہیں۔“

”کہاں ہیں؟ مجھے ان سے ضروری بات کرنا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے لیکن انھوں نے منع کیا تھا کسی کو بتانے سے۔“

”میرے لئے نہیں منع کیا ہو گا۔ سنو فضلو، یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔“

”اوہ، دپک میاں، آپ خیریت سے تو ہیں۔ خدا نخواستہ ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا

آپ کا؟“

دپک دانت پیس کر رہ گیا۔ ”سنو فضلو بلا! میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ مجھے فوری طور

پر باپو سے بات کرنا ہے۔ جلدی سے بتاؤ، وہ کہاں ہیں؟“  
خاصی رد و قدح کے بعد فضلو نے اگلا کہ دیش آگرہ گیا ہوا ہے، لیکن وہ وہاں کہاں  
ٹھہرے گا، یہ اسے بھی معلوم نہیں تھا۔ وجہ بھی نا معلوم تھی۔

”اچھا خیر، میری بات غور سے سنو!“ دپک نے کہا۔ وہ بہت پریشان ہو گیا تھا۔  
”دیکھو، اب کوئی بھی فون کرے، تم یہی کہنا کہ تمہیں دیش باپو کے بارے میں معلوم  
نہیں، خواہ پولیس فون کرے.....“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا، وہ تو آپ کو خاص آدمی  
سمجھ کر بتا دیا۔“

”مجھے افسوس ہے فضلو بابا کہ میں نے تمہاری نیند خراب کی اور ہاں، ایسا کرنا  
ریسور ہی کریڈل سے ہٹا دو، سکون سے سوتے رہنا۔“

”ہاں، یہ اچھی ترکیب بتائی آپ نے، میں ایسا ہی کروں گا، اچھا دپک بابو، شب  
بخیر۔“

بوتھ سے نکل کر دپک قریبی ریسٹورنٹ کی طرف بڑھا۔ وہ کافی کی ضرورت محسوس  
کر رہا تھا۔ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا اور اچھل پڑا۔

”آرام سے..... آرام سے، گھبرانے کی کیا بات ہے۔“

”اوہ، یہ تم ہو۔“ دپک کا فل ٹائم اداکار ہونا اس وقت کام آگیا۔ اس نے بہت  
تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔

”یہ فون پر کس سے راز و نیاز ہو رہے تھے؟“ انسپکٹر نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

”تھا کوئی نہیں اس سے کیا؟“ دپک کا لہجہ نرم تھا۔

”میرا خیال تھا کہ آپ دیش کمار کو فون کر رہے ہوں گے۔“

دپک نے بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ کو برقرار رکھا۔ انسپکٹر  
خطرناک حد تک ذہین ثابت ہو رہا تھا۔ ”دیش کمار..... تم اسے نہیں جانتے، اتنی

رات کو تو وہ وزیر اعظم سے بھی بات نہیں کرے گا۔“

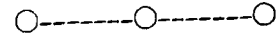
”گھبرانے کی ضرورت نہیں، بس مجھے یونہی خیال آگیا تھا۔“ انسپکٹر نے کہا۔



”دراصل میں نہیں چاہتا کہ ایوارڈ کا فیصلہ ہونے کے دنوں میں آپ کسی مشکل میں پھنسیں۔

”تم فکر نہ کرو، میں کسی مشکل میں نہیں پھنسون گا۔ آئی ایم سوری، میں یہاں کافی پینے آیا تھا۔“ دیکھ نے آگئے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس نے انپکٹر کو اخلاقاً بھی مدعو نہیں کیا۔

اس نے ریسٹورنٹ کے دروازے میں قدم رکھا ہی تھا کہ انپکٹر نے اسے پکارا۔ اس نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے انپکٹر کو دیکھا۔ ”مجھے دیش کمار کا فون نمبر دے دیں۔“ دیکھ نے اسے دیش کے آفس کا نمبر دے دیا۔



بہی پہنچتے ہی دیکھ نے اپنے جنگلے اور پھر خواب گاہ کا رخ کیا۔ اوم ناتھ گھر پر نہیں تھا۔ دیکھ تیرہ گھنٹے ڈٹ کر سویا۔ اسے جنگلے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ سو کر اٹھنے کے بعد اس نے حمید کو فون کیا۔ دیر تک کھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے ریسپور نہیں اٹھایا۔ شاید حمید موجود نہیں تھا۔ پھر دیکھ نے کامنی کو فون کیا۔ وہاں سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سوچتا اور کڑھتا رہا۔ آخر کار کامنی کس کے ساتھ تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ رقابت محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے دیش کو فون کیا۔ وہاں انکچ لون آرہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ فضلہ نے ریسپور اب تک کریڈل پر نہیں رکھا ہے۔ گویا ابھی تک وہ آگرے سے واپس نہیں آیا تھا۔

اس نے شراب کی بوتل کھول لی اور پیتا رہا اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ ٹیلی فون کی کھنٹی نے اسے جگایا تو صبح ہو چکی تھی۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ غمار کی بدترین کیفیت سے دوچار تھا۔ متلی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے ریسپور اٹھا کر ماوتھ پیس میں ہیلو کہا۔

”تم زندگی کے بارے میں کیا جانو۔“ دوسری طرف سے دیش کی آواز سنائی دی۔ ”ہاں، تم موت سے بخوبی واقف ہو کیونکہ تمہاری فطرت تباہ کن ہے۔ تم موت تخلیق کرتے ہو، ہر طرح کی موت لیکن زندگی کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اپنی زندگی

کے بارے میں بھی نہیں کیونکہ تم زندگی سے محروم ہو، تم سرے سے انسان ہی نہیں ہو، تم تو بس اداکار ہو، تم چہرے سے بھی محروم ہو، البتہ تمہارے پاس نقاب نما چہرے ہیں..... ان گنت چہرے، جنہیں تم ضرورت کے مطابق استعمال کرتے رہے ہو۔“

دیکھ خواب کی سی کیفیت میں دیش کی آواز سنتا رہا۔ وہ حقیقت تو نہیں تھی، غمار کا کرشمہ تھا شاید۔

”چنانچہ تمہیں زندگی اور موت کا حوالہ دینے کا کوئی حق نہیں، تم نہ زندہ ہو، نہ انسان ہو اور نہ زندگی کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ البتہ تم یم ووت ہو..... زندگی سلب کرنے والے.....“

”ایک منٹ۔“ دیکھ نے لڑکھرائی آواز میں کہا۔ ”دیش تم واپس کب آئے؟“

”میں صبح ساڑھے آٹھ بجے پہنچا تھا اور اب سوا نو بجے ہیں۔ مجھے فضلہ سے تمہارا پیغام ملا۔“

”تم نے کسی سے بات تو نہیں کی۔“

”مجھ جیسے شرمسار کسی سے کیا بات کریں گے۔ میں اس قابل ہی کہاں رہا.....“

”مجھے تم سے بات کرنا ہے، فوراً“ یہاں آجاؤ۔“ دیکھ جیسے یلکھت ہی جی اٹھا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر دیش نے کہا۔ ”نہیں دیکھ پٹیل! میں بہت سرفرک چکا“

میں نہیں آسکتا۔“

”کیا..... کیا بکواس ہے یہ؟ تم سمجھ نہیں رہے ہو؟“ دیکھ نے چیخ کر کہا۔

”میں خوب سمجھتا ہوں، تمہیں مجھ سے ملنا ہے تو تمہیں میرے گھر کا پتا بھی معلوم ہے۔“

دیکھ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ اتنا نازک وقت اور دیش کے نخرے۔ غصہ اتنا شدید تھا کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ وہ ہانپتا رہا۔

”اور اب تم مجھے دھمکی دو گے۔“

”میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“ دیکھ نے بہ مشکل خود پر قابو پا لیا۔

”تم کوئی فون ریسپو نہ کرنا۔ نہ کسی سے بات کرنا۔ پہلے مجھ سے مل لو، میں بتاؤں گا کہ کیا

کچھ ہوا۔

”بتانے کو کیا رہ گیا ہے۔ اخباروں میں سب کچھ تو موجود ہے۔ شاید تم نے اخبار نہیں پڑھا۔ تمہارا تبصرہ بھی ہے..... رونی کا بھی ہے پریم راج کی خاموشی! بے چارہ پریم راج۔ وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ ہر شخص اسی کو الزام دے گا۔ ہر طرف تمہاری شرافت اور عظمت کا چرچا ہے تم بہت بڑے اداکار ہو بلکہ کلاکار..... تم نے ذلت اور کیننگی کو کتنی آسانی سے شرافت میں ڈھال دیا۔“

”لعنت ہو تم پر۔ میں کہتا ہوں، تمہیں میرے آنے تک اپنا منہ بند رکھنا ہو گا۔“

”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اب تم مجھے دھمکی دو گے لیکن ویپک پٹیل، اب تمہارے پاس مجھے دھمکانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اب میں تم سے خوفزدہ نہیں ہوں، میں ہر خوف کی آخری حد سے گزرنے کے بعد ہر خوف سے آزاد ہو چکا ہوں، اب کچھ بھی نہیں رہا۔“

”میں آ رہا ہوں۔“ ویپک نے ریسیور ہٹ دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا کچن کی طرف گیا اور اچار کے مرتبان میں سے کچے آم کی ایک قاش نکال کر منہ میں رکھ لی۔ پندرہ منٹ بعد وہ رداگی کے لئے تیار تھا۔ اسی وقت پرکاش نازل ہو گیا۔ ”سوٹ پرنس تم نے تو کمال ہی کر دیا۔“ وہ ویپک کو دیکھتے ہی چکا۔ ”میں نے ایک تیر سے دو شکار کا محاورہ سنا تھا لیکن جب تمہاری تلوار بلند ہوئی تو اس پر سر پریم راج کا تھا اور خون کے چھینٹے رونی کے واہ..... واہ۔“

ویپک کو خوف آنے لگا۔ کیا اب پرکاش اسے مستقل طور پر بلیک میل کرے گا؟

”ابھی ایک مسئلہ باقی ہے، ویش۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”تم نے کہا تھا کہ وہ پوری طرح تمہارے قابو میں ہے۔“

”ہاں، میں نے کہا تھا“ ویپک نے پاؤں ہٹ کر کہا۔ ”وہ اگر حقیقت بتائے گا تو خود بھی ملوث ہو جائے گا لیکن ابھی فون پر اس کا لوجہ بدلا ہوا تھا میں اس وقت اسی کے پاس جا رہا ہوں۔“

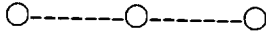
”میں بھی چلوں گا۔“ پرکاش نے کہا۔

”یہ مناسب نہیں ہے“ ویپک نے کہا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ تم میرے ساتھ دیکھے

جاؤ۔“

”ویش مجھے نہیں جانتا۔“ پرکاش نے جھوٹ بولا۔

”ویپک کو یقین تھا کہ یہ نامناسب ہے لیکن اس نے مزید اعتراض نہیں کیا۔“



ویش اپنے ڈرائنگ روم میں تھا نہیں تھا۔ پریم راج اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔ سامنے ایک پولیس انسپکٹر اور ایک ہیڈ کانسیبل بیٹھا تھا۔ ہیڈ کانسیبل شاید بیان لکھ رہا تھا۔

”مائی ڈیئر دیپو۔“ ویش نے مصنوعی گرم جوشی سے کہا۔ ”یہ انسپکٹر کیلاش ہے اور یہ راجندر۔ پریم راج کو تم جانتے ہی ہو۔ اوہ..... یہ تمہارے ساتھ پرکاش موہ ہے؟“

”جی ہاں۔“ پرکاش نے جواب دیا۔ پریم راج نے بڑی بے مہری اور خفگی سے ویپک کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور مسکراہٹ اسے خطرناک محسوس ہوئی۔

”ہاں تو انسپکٹر، آگے چلیں۔“ ویش نے انسپکٹر سے پوچھا پھر ویپک کی طرف مڑا۔

”یہ اس وقت وہلی پولیس کی نمائندگی کر رہا ہے۔ ہیں دیپو ڈیئر، دہلی والا سکیئنڈل۔“

”میرا خیال ہے، شری ویپک بھی یہاں اسی سلسلے میں آئے ہیں۔“ انسپکٹر کیلاش نے کہا۔

”جی ہاں۔“ ویپک نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ”اور مجھے یقین ہے کہ پریم راج کی یہاں موجودگی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔“

”حضرات! مجھے وہلی والے معاملے کے متعلق کچھ علم نہیں البتہ میں پانچ سو روپے کے چیک بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔“ ویش نے اعلان کیا۔

”ہاں راجندر اب تم بیان نوٹ کرنا شروع کرو۔“ انسپکٹر نے راجندر سے کہا۔

”یہ چیک جنوری کی کسی تاریخ کو میں نے فلاش کے کھیل میں جیتا تھا۔ تاریخ مجھے یاد نہیں۔“ ویش نے کہا۔

”چیک پر ۲۱ تاریخ ہے۔“ انسپکٹر نے کہا۔

”خیر، ۲۱ ہی ہوگی۔“ ویش نے بے پردائی سے کہا۔ ویپک نے محسوس کیا کہ پرکاش

خلاف کیوں استعمال کیا گیا۔ دیش باپو! تم نے یہ چیک دو تین ہفتے پہلے ہارا تھا نا؟“ دیکپ نے کہا۔ ویسے اندر ہی اندر وہ ہول رہا تھا۔

”واہ! کیا اچھی پرفارمنس دی ہے تم نے اس وقت۔“ پریم راج نے چڑ کر کہا۔  
”آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دیش صاحب، پریم راج کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں؟“ انسپکٹر نے دیکپ سے پوچھا۔

”نہیں انسپکٹر۔“ دیش نے کہا۔ ”جیسے پریم راج میرا موکل ہے، ویسے ہی دیکپ پٹیل بھی ہے، دیکپ یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے۔“  
”بہر حال، اب میں چلتا ہوں۔“ انسپکٹر نے کہا۔

پولیس والوں کے جانے کے بعد پریم راج بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دیش سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

”ارے کوئی بات نہیں پریم! یہ تو میرا فرض تھا۔ میری دعا ہے کہ اس سال کا ایوارڈ تمہارے حصے میں آئے، گڈ لک۔“ دیش نے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

پریم راج نے رخصت ہوتے وقت دیکپ کو کڑی نظروں سے دیکھا اور اس سے ہاتھ بھی نہیں ملایا۔ اس کے جانے کے بعد دیکپ نے دیش سے پوچھا۔ ”تمہیں اس کے جیتنے کی واقعی امید ہے؟“

”امید کیا، مجھے تو یقین ہے۔“ دیش نے سادگی سے کہا۔

”تم۔۔۔“ دیکپ نے بے اختیار اسے گلی دی۔

”شباباش، اب تک میں خود کو تمہارا دوست سمجھتا تھا۔ آج مجھے اپنی اصلیت کا پتہ چلا ہے۔“ دیش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”تم نے مجھے دشمنوں کے ہاتھ بیچ دیا۔“ دیکپ نے کراہ کر کہا۔

”ہرگز نہیں۔ میں نے خود کو شیطان کے ہاتھوں فروخت ہونے سے بچایا ہے اور سنو دیکپ! میں نے کاؤنٹی فلمز والوں کا چیک واپس کر دیا ہے۔ میں نے تم پر اپنا قرض بھی معاف کر دیا ہے اور تمہیں کنٹریکٹ سے آزاد بھی کر دیا ہے۔ اب میں تمہارا ایجنٹ نہیں ہوں۔ تم اپنے لئے کوئی اور ایجنٹ تلاش کر لو۔ ویسے مجھے تمہارے مستقبل کے ایجنٹ سے ہمدردی ہے کیونکہ تم وہ کینسر ہو جو بہت تیزی سے بڑھتا ہے۔“

چوکنہ ہو گیا ہے۔ ”کھیل کے دوران پریم راج میرا مقروض ہو گیا تھا۔ اس نے چیک کے ذریعے ادائیگی کی۔ میں نے وہ چیک کیش نہیں کرایا بلکہ ایک اور جگہ جوئے میں ہار گیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ کرشن عرف بھولانا می جس شخص کی تصویر میں نے اخبار میں دیکھی ہے، یہ چیک اسی نے مجھ سے چیتا تھا۔“

”یہ کب کی بات ہے؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔

”کچھ یاد نہیں، دو تین ہفتے پہلے کی بات ہے شاید۔“

دیکپ خالی خالی نگاہوں سے دیش کو تکتا رہا۔

”سو آپ سمجھ لیں کہ شری پریم راج کا اس بھولے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

دیش نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ ”پریم راج بے قصور ہیں۔ انہوں نے روٹی کو پھنسانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ٹھیک ہے نا دیپو!“

”تم ہی کہہ سکتے ہو یہ بات۔ ظاہر ہے، چیک کی اصلیت سے صرف تم واقف

ہو۔“ دیکپ نے بادل ناخواستہ کہا۔

”بس جناب، کلنی ہے میرا خیال ہے، پریم راج صاحب کی پوزیشن تو صاف ہو گئی۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”میری درخواست ہے کہ ہمارے دہلی کے انسپکٹر جگدیش سے بات کرنے تک اس بات کو عام نہ کیا جائے۔“

پریم راج کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن دیش نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا پھر اس نے انسپکٹر سے کہا۔ ”سوری انسپکٹر! میں اس سلسلے میں پریس کو پہلے ہی مطلع کر چکا ہوں۔ دیکھیں، میری مجبوری سمجھیں۔ پریم راج ایوارڈ کے لئے نامزد ہو چکا ہے، اس قسم کی پلبی اس کے لئے مضر ہوتی، اگر میں پریس کو مطلع نہ کرتا تو پریم راج کے حرفوں کو فائدہ ہوتا، جن میں دیکپ پٹیل بھی شامل ہیں۔“ اس نے دیکپ کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ تو درست ہے لیکن میں تمام نامزد ہونے والوں کی طرف سے کہہ رہا ہوں کہ ہم فیئر طریقے سے ایوارڈ جیتنا چاہتے درنہ ایوارڈ ہمیں قبول نہیں۔ میں نے دہلی میں اپنے دوست روٹی کا ساتھ دے کر عملاً یہ بات ثابت کر دی ہے۔ میں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ اب تک ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بھولے نے دو ہفتے کے دوران یہ چیک کیش کیوں نہیں کرایا اور پھر اس چیک کو روٹی کے

حمید نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن فوراً ہی دوبارہ ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
”تم کیا چاہتے ہو، اس ناشتے کا بل ادا کروں یا اسے یونہی چھوڑ دوں، بلکہ پھینک دوں؟“  
اس نے پوچھا۔

”یہ شہزادہ پوچھ رہا ہے کہ میں کہاں تھا اور وہ شہزادہ میرے لئے پریشان تھا۔ میں کہاں تھا۔ یہ ساری دنیا کو معلوم ہے، سوائے میرے سیکرٹری کے۔ کل پرسوں میں تمہیں فون کرتا رہا کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت تھی لیکن تم غائب تھے، یہی ہے سیکرٹری کا کام!“  
آہستہ آہستہ دیمپک کے لہجے کی تبدیلی کم ہو گئی۔ درحقیقت وہ کئی دن بعد اوم ناتھ اور حمید کو دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

”بکواس بند کرو، تمہیں میری ضرورت تھی..... اوہ نہ۔“ حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ ”اور تم کچھ بھی کر لو، اس وقت نہ میں اداس ہوں گا اور نہ مجھے غصہ آئے گا، کیونکہ میں خوش ہوں۔ اتنا اچھا ناشتہ..... اف! اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی۔ او..... اوم ناتھ! اس شخص کو بھی ناشتہ کرا دے، صورت ہی سے بھوکا لگ رہا ہے، دعائیں دے گا تجھے۔“

حمید کی خوش مزاجی دیمپک کے لئے بہت اچھا شگون تھا۔ گویا اچھے ناشتے نے ضمیر کو سلا دیا تھا۔ ”دہلی میں، میں جذباتی ہو کر نرم پڑ گیا تو تم نے مجھے ہیرو بنا دیا؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں دوست! تم اسے بزدلی کو گے اور میں انسانیت۔ وہ خبر پڑھ کر مجھے تم پر بے ساختہ پیار آیا۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ میرا اصل منصوبہ یہی تھا۔“  
”میں تمہیں جانتا ہوں، تم ذہین ہو مگر اتنے بھی نہیں پھر پریم راج کا چیک۔ وہ تم کہاں سے لائے؟ اس سے ثابت یہ ہوا کہ پریم راج بھی تمہارے انداز میں سوچ رہا تھا۔ کیا پتا، وہ تمہارے چکر میں بھی ہو۔“

”پریم راج کے ہاتھ صاف ہیں۔“ دیمپک نے کہا اور دیش کے بیان کے متعلق کے متعلق اسے تفصیل سنا دی۔

”یہ تو ذلت ہے، کیننگی ہے۔ دیش باپو نے تمہارے ساتھ زیادتی کی۔“ حمید نے

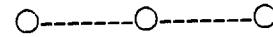
دیمپک کے لئے وہ دھماکا تھا۔ اس کا منہ فرط حیرت سے کھل گیا۔ ”کیا ہوا..... کک..... کیا ہو گیا تمہیں؟“ اس نے کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

”میں آگے گیا تھا، اسپیشلسٹ کے پاس۔ یہ بات طے ہو گئی ہے کہ میں تین ماہ سے زیادہ نہیں جی سکوں گا۔ یہ ان تین ماہ کا پہلا دن ہے۔ درد اور اذیت کے بلوغت میں اس پہلے دن سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ میں نے اپنی عزت بحال کر لی ہے، تم سے پیچھا چھڑا کر۔ تمہاری طرف میری جو رقم نکلتی تھی، میں نے معاف کر دی ہے، مجھے تم سے کچھ نہیں لینا کیونکہ جس چیز کی مجھے ضرورت ہے، وہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔“

دیمپک نے اس چیز کے متعلق پوچھا بھی نہیں اور دیش نے بتایا بھی نہیں۔ دیش کی آنکھوں میں گہری افسردگی تھی لیکن ان میں نرمی اور درگزر بھی تھا۔ دیمپک کو اپنے حلق میں کوئی گولا سا پھنسا محسوس ہوا۔

”میری چتا جلانے آؤ گے نا؟“ دیش نے پوچھا۔

”میں یم دوت ہوں۔ دیش کمار۔ مجھے موت سے نہیں، صرف زندگی سے دلچسپی ہے موت کے بعد تو میرا کام ختم ہو جاتا ہے۔“ دیمپک نے سفاک لہجے میں کہا۔  
”بس، یہی میں جانتا چاہتا تھا۔“ دیش نے دکھی لہجے میں کہا۔



پیر کی صبح دیمپک اسٹوڈیو سے گھر واپس آیا تو اوم ناتھ کچن میں تھا۔ حمید ڈائننگ ٹیبل پر ڈٹا ہوا تھا۔ وہ تقریباً ”ناشتا مکمل کر چکا تھا۔“ کیا مصیبت ہے، یہ..... یہ میرا گھر ہے یا یتیم خانہ؟“ اس نے بگڑ کر کہا۔

حمید بدستور ناشتے پر ہاتھ صاف کرتا رہا۔ ”کہاں غائب تھے تم؟“ کچھ دیر بعد اس نے منہ چلاتے ہوئے پوچھا۔

”ہم تو آپ کے لئے پریشان تھے بابو۔“ اوم ناتھ نے کہا۔ ”میں نے آپ کے لئے پرائیوٹ پکائے تھے۔“

”میں جانتا ہوں، تم دونوں کو میری بڑی فکر ہے۔“ دیمپک نے زہریلے لہجے میں کہا۔  
”تم لوگ صرف میری جیبیں جھروانا چاہتے ہو۔“

چنگھاڑ کر کہا۔

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا لیکن تمہیں تو بڑا اعتماد تھا اس پر، تم نے سارا الزام وکٹر کے سر ڈال دیا تھا۔“

”چلو، کوئی بات نہیں۔“ حمید نے بریف کیس کھولا اور اخبار میں اگلے روز شائع ہونے والے اشتہار کا پروف اس کے سامنے رکھ دیا۔ ”کم از کم اس خبیث سے کوئی فائدہ تو پہنچا ہمیں، سب کچھ رائیگاں تو نہیں ہوا۔“

اشتہار کا پروف دیکھ کر دپیک کا دل خوش ہو گیا۔ سادہ سا، دل میں اتر جانے والا مضمون تھا۔ سچائی کے لہجے میں۔ اس نے اشتہار دوبارہ پڑھا۔

من مندر آرٹس کمیٹی کے معزز اراکین کے نام

چند روز پہلے اسی صفحے پر اسی جگہ بہترین اداکاری کے لئے نامزد کردہ ایک اداکار کی آپ کے نام اپیل شائع ہوئی تھی، جس میں التجا کی گئی تھی کہ آپ ووٹ دیتے وقت اسے نظر انداز کر دیں۔ اس اداکار کا نام دپیک پٹیل ہے۔ میں ان بے شمار لوگوں میں سے ایک ہوں، جن کے خیال میں دپیک کا انکسار غیر ضروری اور نامناسب ہے۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ دپیک ایوارڈ کا مستحق ہے یا نہیں۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ دپیک کی احقانہ اپیل کو نظر انداز کر دیں۔ میں ذاتی طور پر اس ایوارڈ کے لئے دپیک ہی کو ووٹ دوں گا۔ اس لئے کہ میرے نزدیک اس سال سب سے اچھی پرفارمنس اسی کی ہے۔

دپیک پٹیل کے لئے نیک تمنائوں کے ساتھ۔

خلوص کیش دیش کمار

”واہ ہی، واہ!“ دپیک نے سر اٹھا کر حمید کو داد دی۔ ”مجھے اس سے یقیناً“ فائدہ پہنچے گا۔“

حمید نے اس کی طرف اخبار بڑھا دیا۔ اخبار میں روپ کمار کی طرف سے پورے صفحے کار تکثیر اشتہار شائع ہوا تھا۔ اسے پڑھ کر ایسا لگتا تھا کہ لغات سے تمام خوبصورت لفظ

جمع کر کے یکجا کر دئے گئے ہیں۔ اشتہار میں عامیانہ پن تھا۔ پریم راج کا اشتہار البتہ موثر تھا۔ اس نے فلمی نقادوں اور رسالوں میں شائع ہونے والے تبصروں کے اقتباسات دیئے تھے۔ یہ دیکھ کر دپیک کو بڑے زور کا غصہ آیا کہ ان تمام تبصروں میں اس کا اپنا تذکرہ بھی بھرپور انداز میں کیا گیا تھا لیکن پریم راج نے اسے بڑی صفائی سے کٹ دیا تھا۔ سب سے خوبصورت اشتہار روٹی کا تھا۔ وہ اشتہار روٹی کے ایجنٹ کی طرف سے تھا۔ وہ فلم بادشاہ سے روٹی کی اسٹل تھی جسے تین رنگوں میں شائع کیا گیا تھا۔ اشتہار میں سوائے اس تصویر کے کچھ بھی نہیں تھا، ایک لفظ بھی نہیں۔

اورنگ زیب کی طرف سے اب تک کوئی اشتہار شائع نہیں ہوا تھا۔ دپیک پر مایوسی طاری ہونے لگی، وہ اشتہارات بے حد موثر تھے، اپیل کرتے تھے۔ پھر اس نے صفحہ پلانا اور حمید کی طرف سے دیا جانے والا اشتہار اس کے سامنے تھا۔

ڈسٹر وٹرز آف من مندر آرٹس اکیڈمی۔

میرا نام حمید احمد ہے۔ میں دپیک پٹیل کا سیکرٹری اور پریس ایجنٹ ہوں لیکن اس اشتہار کی ادائیگی میں نے اپنی جیب سے کی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ میرے خیال میں دپیک پٹیل نے صرف مجھے ہی نہیں، آپ سب کو بھی مایوس کیا ہے۔ میری آپ سے التجا ہے کہ اس کی اپیل کو نظر انداز کریں اور بہترین پرفارمنس کو بلا جھجک ووٹ دیں، خواہ وہ کسی کی بھی ہو۔

میں اکیڈمی کا ممبر نہیں ہوں لیکن ہوتا تو بلاشبہ دپیک پٹیل ہی کو ووٹ دیتا۔ کیونکہ میں نے فرشتہ میں اس کی اداکاری سے بہتر پرفارمنس آج تک نہیں دیکھی۔

دپیک کا منہ لٹک گیا۔ حمید نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ”کیوں، اچھا نہیں لگا

تمہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”اچھا ہے لیکن انٹیلیکچوئل ٹائپ کا ہے۔“ دپیک نے مرے مرے لہجے میں کہا۔ ”لوگوں کو سوچنے پر مجبور کر کے ووٹ نہیں جیتے جاسکتے۔ جذبات سے کھیلنا ضروری ہے۔ لوگوں کو رلا دو، وہ تمہیں یاد رکھیں گے۔“

”یہ تو بہت مشکل ہے۔“ حمید نے زخمی لہجے میں کہا۔ ”میرا خیال ہے، اس سلسلے میں جو کمی ہے، وہ دہلی کا اسکیڈل پورا کر دے گا۔ تم یہ یقین کیوں نہیں کرتے کہ تم نے فرشتہ میں لازوال اداکاری کی ہے۔“

”بکواس‘ سچ سننا چاہتے ہو تم۔“ دیمپک جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔ ”میں نے صرف رقم کی وجہ سے وہ کردار قبول کیا تھا۔ پریم راج کی قلم میں پریم راج کے مقابلے میں میرے لئے کوئی چانس ممکن نہیں تھا۔ شرابی کا رول مکالمے ندارد۔ سوائے آخری سین کے مجھے کہیں موقع نہیں ملا۔ آخری سین، جس میں، میں نے اسے، اپنے باپ کو شوٹ کیا۔ اس لئے کہ وہ کرائے قاتل کی حیثیت سے سے اپنے بیٹے کے قتل پر مامور کیا گیا تھا اور ایسا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ سین جاندار تھا لیکن میں نے جم کر اداکاری نہیں کی۔ میں بہت پزار تھا، اتنا گیا تھا اس کردار سے۔“

”مجھے اور ایک عام قلم بین کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تمہاری کیفیت کیا تھی۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم نے تو جو اسکرین پر دیکھا، صرف اس پر تبصرہ کر سکتے ہیں اور جو کچھ میں نے اسکرین پر دیکھا، اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، سمجھے۔ اس بنیاد پر تمہیں نامزد کیا گیا اور تمہارے تمام حرفوں نے تسلیم کیا کہ تمہاری پرفارمنس سب سے اچھی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ خود تمہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں۔“

”سب ٹھیک ہے یہی لیکن میں ہار جاؤں گا۔ یہاں سیاست چل رہی ہے اور میرے تمام حریف مالی اعتبار سے مضبوط ہیں۔ مانا کہ روٹی کا کوئی چانس نہیں۔ اورنگ زیب نے خود اپنا گلا گھونٹ لیا ہے۔ پریم راج مقابلے میں موجود ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ دہلی کا اسکیڈل اسے ختم.....“

حمید نے تیز نظروں سے دیمپک کو دیکھا۔

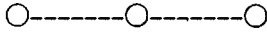
”میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے دیش کی گواہی پر یقین نہیں۔ دیش نے پریم راج کو بچانے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ سے پریم راج دوبارہ جی اٹھا ہے۔ جلد ہی اس کے پاس مورتیوں کی جوڑی ہوگی۔“

”تم..... تم پھر بد معاشی نہیں کرو گے۔ تم دوسروں کے لئے اسکیڈل تخلیق نہیں کرو گے۔“ حمید نے انگلی اٹھا کر کہا۔

”یہی، کوئی ترکیب سوچو۔ بھگوان کے لئے پریم راج کو الٹانے کی کوئی ترکیب سوچو۔“

”ہرگز نہیں، میں فیئر پلے کا قائل ہوں۔ مجھے اپنی ان حماقتوں میں شامل نہ سمجھنا۔ میں تو یہی کہتا ہوں بغیر سازش کے تم جیت سکتے ہو۔“

”ایوارڈ میرا ہے نا؟“ دیمپک نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”اس لئے تم ہر قسم کا خطرہ مول لے سکتے ہو۔“



دیمپک بارہ بجے سو کر اٹھا تو حمید کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ دیمپک نے اٹھتے ہی کامنی کو فون کیا۔ کھنٹی بجتی رہی۔ اس نے تنگ آ کر ریسیور رکھ دیا۔ ”تم یہ لکھتے ہی رہو گے، جیسے بہت بڑے مصنف ہو۔“ اس نے چڑ کر کہا۔ وہ حمید سے کامنی کے متعلق بات کرنا چاہتا تھا۔

حمید نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ”لو، رکھ دیتا ہوں۔“ اس نے پیڑ اور قلم رکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا ہی کام تھا اشتہار لکھ رہا تھا میں۔“

”لیکن دوست..... اب تم مزید اشتہارات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔“ دیمپک نے مدافعتیہ انداز میں کہا۔

”یہ سچ ہے، یہ اشتہار میری طرف سے نہیں ہے۔ تمہارے شکر گزار دوست روٹی نے فون کیا تھا۔ وہ تمہارے حق میں دستبردار ہو رہا ہے اور اشتہار اپنے خرچ پر چھپوائے گا۔“ حمید نے بتایا۔ ”یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ اسے تمہاری بدینتی کا اندازہ کیسے ہو گیا مجھے حیرت ہے، دنیا میں ایک شخص ایسا بھی ہے، جسے تمہارے اشتہار بے وقوف نہیں بنا سکے۔ بہر حال، وہ تمہارا شکر گزار ہے کہ تم نے اسے بڑی مصیبت سے بچالیا۔ مجھے یہ سوچ کر غصہ آتا ہے کہ تم بھی پریم راج کے انداز میں سوچ رہے تھے۔ اگرچہ کہ نہ سکے لیکن تم نے بعد میں جو کچھ کیا، مجھے اس پر فخر ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے۔“

”خیر، روٹی کا آئیڈیا ہے کہ اشتہار ویسا ہی ہو جیسا اس کا تھا۔ تمہاری ایک اسٹل۔“

”وہ، جس میں! میں پریم راج پر حلق کے بل چیخ رہا تھا، جس کے بعد میں نے اسے

شوٹ کیا تھا۔

”واہ‘ شاندار بہت اچھی اسٹل ہے وہ۔“

”ہاں‘ بری نہیں ہے۔“ دپک نے سوچتے ہوئے کہا۔

”پورے صفحے پر وہ اسٹل اور نیچے..... یہ ہے میرا ووٹ‘ آپ کا روٹی.....“

”اچھا آئیڈیا ہے۔“

”جسے کے دن چھو انیس گے اشتہار۔“

”ٹھیک ہے۔“ دپک نے کہا۔ ”میں روٹی کو فون کر کے اس کا شکریہ ادا کر دوں۔“

”میری سمجھ میں اس کی شکرگزاری تو آتی ہے۔ تم نے درحقیقت اس پر بڑا احسان

کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ’معا‘ دیانت دار‘ حق پرست نہیں ہو۔“ حمید نے کہا۔ دپک اس سے نظریں چرانے لگا۔ حمید نے تیز لہجے میں کہا۔ ”ہرگز نہیں‘ تم اتنے اچھے نہیں ہو۔“

”کیا مطلب ہے اس بات کا؟“

”شاید تم نے دہلی والے واقعے کے متعلق مجھے ہر بات نہیں بتائی کچھ چھپا گئے ہو

تم۔“

”یہ میرا خیال ہے۔ کامنی کے متعلق کچھ چھپا رہے ہو تم۔“ دپک نے جوابی حملہ

کیا۔ ”تم کل اور پرسوں اسی کے ساتھ تھے۔“

”ہاں اور میں نے تمہیں اس لئے نہیں بتایا کہ تم شکی آدمی ہو۔ ہوا یہ کہ اس کی

کار خراب ہو گئی تھی۔ اس نے مدد کے لئے فون کیا۔ شاید تم سے بات کرنا چاہتی ہو گی۔“

”اسے معلوم تھا کہ میں دہلی میں ہوں۔“

”بہر حال‘ اس نے مجھے فون کیا۔ اس کے ساتھ ڈولی ناں ایک لڑکی بھی تھی۔ بڑی

طرح دار لڑکی ہے‘ انہیں ڈریم لینڈ جانا تھا۔“

”کیوں ڈریم لینڈ کیوں؟“ دپک نے نے تند لہجے میں پوچھا۔ ”اور ڈولی کا اور کامنی

کا کیا ساتھ۔“

”ابے کیا پاگل ہو گیا ہے۔“ حمید نے دھاڑ کر کہا پھر نرم لہجے میں بولا۔

”دونوں ٹی وی اسٹیشن سے نکلی تھیں۔ ڈریم لینڈ میں کامنی کا اپنا بنگلا ہے۔“

”یہ بنگلا کہاں سے آگیا کامنی کے پاس؟“

”پولیس افسروں کی طرح تفتیش کر رہے ہو۔ سنو دیپو‘ کامنی کوئی گری پڑی لڑکی

نہیں‘ لکھ پتی باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔“

”پھر ٹی وی میں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“ اب تو دپک بھی خود کو انسپکٹر

جگدیش محسوس کرنے لگا۔

”شوق ہے‘ ضرورت نہیں‘ خیر‘ بہت خوبصورت بنگلا ہے۔ میں تو موقع پا کر ڈولی کو

کابل ہو گیا۔ ہفتہ اور اتوار دونوں دن وہیں رہا میں۔“

”اور کامنی؟“ دپک کا لہجہ خوفناک تھا۔

”نہیں دیپو! ابا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں۔ کیا میں تیری نظریں نہیں پہچانتا لیکن

یار‘ تجھے پہلے کبھی یوں رقابت میں مبتلا نہیں دیکھا۔ لگتا ہے معاملہ سیریس ہے۔“

دپک مطمئن ہو گیا۔ سعید صاحب۔ حمید کے ابا کی قسم کے بعد کسی شک کی گنجائش

نہیں تھی۔ یہ بات شروع ہی سے تھی۔ ”اس کا پتا اور فون نمبر؟“ اس نے کہا۔

”کامنی نے کہا تھا کہ تمہیں نہ بتاؤں۔“ حمید نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”وہ تمہیں دکھ

نہیں پہنچانا چاہتی۔ وہ ہر چیز کا ذمے دار اپنی نحوست کو ٹھہراتی ہے لیکن دپک! وہ بہت

پیاری لڑکی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اسے فریب دینے والے دھوکے میں رکھنے والے اور

تکلیف پہنچانے والے بڑے عذاب میں رہتے ہیں۔ اس صورت میں وہ خود کو بھی اذیت

دیتی رہتی ہے۔ اس کا احساس جرم بہت شدید ہے اور وہ اس کی تلافی کے چکر میں لگی

رہتی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس لڑکی میں دلچسپی صرف اس صورت میں لو کہ تمہیں اس

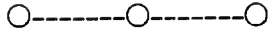
سے واقعی محبت ہو۔“

”تم ایسا کرو کہ اس پر کوئی نفسیاتی قسم کی کمائی لکھ ڈالو۔“ دپک نے جل کر کہا۔

”اگر وہ اذیت سہنا چاہتی ہے تو تم اسے اذیت کیوں نہیں دیتے۔ باضمیر آدمی ہو۔ اس کے

لئے بالکل موزوں۔“

حمید نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔



کامنی کا ڈریم لینڈ والا مکان بے حد خوبصورت تھا۔ اس نے اطلاعی کھٹی بجائی چند لمحے بعد دروازہ کھلا۔ غیر متوقع نہ ہونے کے باوجود وہ حیران رہ گیا۔ دروازہ کامنی نے کھولا تھا۔ ”ہیلو دیپک۔“

”تم جانتی تھیں کہ میں آؤں گا؟“ دیپک نے طویل سانس لے کر پوچھا۔  
”ہاں۔“

”اور وہ ڈولی نے جھوٹ بولا تھا؟“

”میری ہدایت پر۔“

”کیوں؟..... کیوں..... کیوں..... آخر کیوں؟“

”وجہ تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔“

”اور میں ہر طرح کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔“

”تم میرے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔“

”تم جو کچھ بھی ہو اور جیسی بھی ہو، میں تمہیں چاہتا ہوں جب سے تم سے ملا ہوں، میں نے کسی اور کا تصور بھی نہیں کیا ہے۔“ دیپک نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا، اس کے تصور میں کانتا کا سراپا لہرا گیا۔ ”سنو سی فور کامنی! اگر تم نرگھ میں جانا چاہو، تب بھی مجھے ساتھ لے لیتا۔“

”اگر میں تباہی ہوں تو تم بھی میرے مستحق ہو۔“ کامنی نے نرم لہجے میں کہا۔

اچانک عقب سے ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ دیپک اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ترشا ہوا مناسب جسم اور خوبصورت چہرہ۔ اس کی طرف نہ دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔ کامنی نے، جو دیپک کو بغور دیکھ رہی تھی، ان دونوں کا تعارف کرایا۔ وہ ڈولی تھی۔

”مجھے افسوس ہے دیپک جی۔“ ڈولی نے کہا۔ ”شاید میں کامیابی سے جھوٹ نہیں بول سکی۔“

”کوئی بات نہیں، دراصل تمہارا مقابلہ چیمپئن سے تھا۔“

دیپک، کامنی کا ڈریم لینڈ والا پتا اور فون نمبر سامنے رکھے بیٹھا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر کامنی کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے کامنی کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے نسوانی آواز میں جواب ملا۔

”ہیلو، سی فور کامنی فرام کے فور کلکتہ۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہو گیا کہ آواز کامنی کی نہیں ہے۔  
”آپ کا نام؟“

”دیپک پٹیل بول رہا ہوں، آپ کون ہیں؟“

”ڈولی بول رہی ہوں دیپک جی، اگر میں ممبر ہوتی تو یقیناً آپ کو ووٹ دیتی کاش‘ یہ ایوارڈ آپ کو ملے۔ آپ نے بہت اچھی اداکاری کی ہے فرشتہ میں بہت مختلف۔“

”شکریہ ڈولی، ذرا کامنی سے بات کراؤ۔“

ڈولی نے اتنی دیر توقف کیا کہ دیپک کو یقین ہو گیا کہ وہ جھوٹ بولے گی۔ ”دیپک

جی! بات یہ ہے کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے“ ڈولی نے جواب دیا۔

”اوہ، یہاں شہر آگئی ہے کیا یا آنے والی ہے؟“

”وہ تو..... وہ دو دوستوں کے ساتھ کلکتہ چلی گئی ہے۔“

”دیپک نے ریسپوز رکھ دیا پھر اس نے اوم ناتھ کو بلایا۔ ”تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ جا“

سمجھ گیا؟“

”جی سمجھ گیا، پر آپ کہاں جا رہے ہیں صاب جی؟“



”آپ سے مل کر خوشی ہوئی دیکھ جی۔“

”شکریہ ڈولی۔“ دیکھ نے کہا۔ پھر وہ کامنی سے مخاطب ہوا۔ ”بس اب چل دو کپڑے بدلنے کی تو ضرورت نہیں۔“

کامنی اندر جا کر اپنا ہینڈ بیگ لے آئی۔ وہ دونوں خاموشی سے دیکھ کی کار کی طرف بڑھ گئے۔ کار سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ دونوں اب بھی خاموش تھے۔ دیکھ نے خاموشی کو توڑا۔ ”کچھ بتاؤ گی نہیں مجھے؟ اپنے پتی کے بارے میں۔“

کامنی خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی پھر اس نے دیکھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اسے میں نے قتل کیا تھا۔“

”اس نے خود چھلانگ لگائی تھی۔ تم نے اسے دھکا نہیں دیا تھا۔“ دیکھ نے تردید کی۔

”لیکن اس کی موت کا سبب میں ہی تھی۔“

”اوہ! وہی پرانا افسانہ۔“

کامنی کی پلکیں جھک گئیں۔ اس نے ایک بار نظریں اٹھا کر دیکھ کو دیکھنا چاہا لیکن فوراً ہی نظریں چرائیں۔

”یہی بات ہے نا؟“

”ہاں۔“ کامنی نے نحیف سی آواز میں کہا۔

”تو اس میں تمہارا کیا قصور ہوا؟“

”پتا نہیں لیکن میں تو یہی سمجھتی ہوں۔ کاش! میں اسے بتا سکتی کہ میں قناعت پسند ہوں۔ یقین رکھتی ہوں کہ انسان کو زندگی میں سب کچھ نہیں مل سکتا لیکن میری زبان پر تو حیا کا قفل پڑا ہوا تھا۔ اب سوچتی ہوں تو شرم و حیا سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے مجھے۔“

”میرے خیال میں تو یہ ایسی کوئی پیچیدہ بات نہیں۔“

”انسان کو اپنے خیالات اور اپنے جذبات پر مکمل اختیار کبھی نہیں ہوتا اور جب وہ

بالکل بے اختیار ہوتا ہے تو بری طرح بہہ جاتا ہے۔“ کامنی اپنی ہی کئے جا رہی تھی۔ چند لمحے خاموش رہی۔ دیکھ اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ ۲۶ سال کی عمر..... بے پناہ حسن..... لیکن وہ ایک منہ بند کلی تھی۔ یہ ظلم تھا..... بہت بڑا ظلم۔ ”جو کچھ ہوا“

اسے بھلا دو۔“ اس نے کہا۔

”کوشش کرتی رہی ہوں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔“ کامنی کے لہجے میں بے بسی تھی۔

”یہ کوشش تنہا نہیں کی جاسکتی۔ کوئی ساتھ ہو تو تمام یادیں مٹ جائیں گی، دہم کی طرح۔“

کچھ دیر خاموش رہی پھر کامنی نے پوچھا۔ ”ہم کہاں جائیں گے؟“ دیکھ سوچتا رہا۔ کامنی کافلیٹ بھی تو تھا۔

”تم مجھے میرے فلیٹ لے کر چل رہے؟“ کامنی نے پوچھا۔

”وہاں جانا چاہتی ہو؟“

”نہیں، میں وہاں اکیلی نہیں رہتی۔ ایک سہیلی بھی ہے میرے ساتھ۔“

”بے وقوف بنا رہی ہو مجھے۔“

”نہیں، درشنام ہے اس کا۔ ٹی وی میں ٹیلی فون آپریٹر ہے وہ۔“

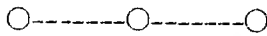
”اور میں تمہیں اپنے پرانے گھر لے کر نہیں جاؤں گا۔“

”تو پھر؟“

”بس دیکھتی رہو، مجھ پر بھروسہ رکھو۔“

”دیکھ..... سنو دیکھ..... تمہیں یقین ہے.....“

”یقین کرو سی! تم میرے لئے کوئی عام لڑکی نہیں ہو زندگی میں پہلی بار مجھے محبت ہوئی ہے۔“



دیش کا بگلا دیکھ کے لئے ایک نئی جگہ تھا۔ اس کی چابی عرصے سے اس کے پاس تھی لیکن وہ وہاں پہلی بار آیا تھا۔ اس نے تمام لائسنس آن کر دیں۔ کامنی اب مطمئن نظر آ رہی تھی۔

”کیسا لگا تمہیں؟“ دیکھ نے اس سے پوچھا۔

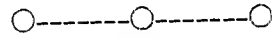
”تمہارا ہے؟“

دبیک جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ اسے ان درجنوں لڑکیوں کے بھوت منڈلاتے نظر آ رہے ہوں گے، جنہیں اس کے خیال میں دبیک یہاں لایا تھا۔ ”نہیں ڈیئر“ یہ دیش باپو کا ہے۔ تمہیں اداکارہ سی یاد ہے نا۔ اس سے دیش باپو کا بڑا زور دار رومانس چلا تھا۔ دونوں شادی شدہ تھے۔ کہیں اور نہیں مل سکتے تھے۔ وہ اچھے دن تھے، چنانچہ دیش باپو نے یہ بنگلہ خرید لیا پھر وہ محبت فنا ہو گئی، یہی مر گئی۔ دیش باپو کو اس بنگلے سے خوف آنے لگا۔ انہوں نے اس کی چابی مجھے دے دی۔ میں اسے تاج محل کہتا ہوں۔“

”اور تم یہاں.....“

”نہیں کبھی نہیں۔“ دبیک نے کہا۔ ”میرا اپنا گھر بھی ہے لیکن میں تمہیں وہاں اسی لئے نہیں لے کر گیا کہ وہاں تمہیں درو دیوار پر پرچھائیاں ہی پرچھائیاں لرزتی نظر آئیں گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ کامنی نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ دبیک نے دھیرے دھیرے ہاتھ بڑھایا اور بڑی نرمی سے اسے چھو لیا۔



دبیک نے ہچکچاتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ کامنی کا سر اس کے سینے پر تھا۔ وہ بڑے سکون سے سو رہی تھی۔ دبیک نے ریڈیم ڈائل والی گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے تین بجے تھے۔ وہ سوچتا رہا کہ آنکھ کیوں کھلی ہے پھر اس کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ بنگلے میں کچھ لوگ موجود تھے۔ مردانہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

دبیک نے کامنی کو اٹھایا۔ ”کک..... کیا بات ہے؟“ کامنی نے پوچھا۔ وہ پوری طرح بیدار نہیں ہوئی تھی۔

”بنگلے میں کچھ لوگ موجود ہیں، معلوم نہیں کون ہیں، تم برابر والے کمرے میں چلی جاؤ۔“

کامنی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ وہ اٹھی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ دھماکے سے کھلا۔ ان دونوں کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ دبیک نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ چند لمحے بعد وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا۔ وہ چار آدمی تھے دو

پولیس کی وردی میں تھے، تیسرا سادہ لباس میں ہونے کے باوجود پولیس والا معلوم ہو رہا تھا، چوتھا فری لانسرفوٹو گرافر ٹیکمر تھا۔ ٹیکمر نے بڑی تیزی سے دبیک اور کامنی کی چند تصویریں کھینچ لیں پھر کمرے میں ونود داخل ہوا۔ دبیک کا آکاؤنٹنٹ۔ ”او بھگوان، او بھگوان..... بڑی بھیانک غلطی ہوئی۔“ اس نے سادہ لباس والے سے کہا۔

”لعت ہو تم لوگوں پر، یہ لائٹ آف کرو۔“ دبیک نے دہاڑ کر کہا۔

”اے مسٹر حکم نہ چلاؤ۔ یہ پولیس کا معاملہ ہے۔“ سادہ لباس والا افسر غرایا۔ اسی وقت ٹیکمر کی فلیش پھر چمکی۔ اس بار دبیک کو جوش آ گیا۔ وہ ٹیکمر پر جھپٹا۔ اس نے ٹیکمر کے منہ پر الٹا ہاتھ مارا اور کیمرا چھین کر فلم نکالی اور کیمرے کو پاؤں سے توڑ ڈالا۔

”دبیک پلیز، سمجھنے کی کوشش کرو، یہ سب کچھ غلط فہمی میں ہوا ہے۔“ ونود نے کہا۔ ”یہ انسپکٹر سلیم ہیں۔“ اس نے سادہ لباس والے کی طرف اشارہ کیا۔ انسپکٹر کے اشارے پر ایک پولیس والا ٹیکمر کو دھکیلتا ہوا باہر لے گیا۔ پھر انسپکٹر دبیک سے مخاطب ہوا۔ ”پانچ منٹ کے اندر ڈرائنگ روم میں پہنچ جاؤ۔ مجھے تم سے بات کرنا ہے۔“

تمام لوگ کمرے سے چلے گئے۔ دبیک سانے میں تھا۔ کسی نے اس کے لئے جال بچھایا تھا۔ وہ بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ کس نے؟ دیش نے؟ ہاں، دیش کو معلوم تھا کہ وہ اس بنگلے کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

غصے سے اس کا جسم لرزے لگا باہر ٹیکمر شور مچا رہا تھا۔ ”میرا کیمرا دلایا جائے اور اس مردود کو گرفتار کیا جائے، عیاشی کر رہا تھا یہاں۔“ دبیک نے کامنی کو دیکھا جس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔

”تم فکر نہ کرو۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا چکر ہے لیکن میں سب ٹھیک کر لوں گا۔“ دبیک نے کہا۔ ”تم یہیں رہو۔ میں ابھی بات کر کے آتا ہوں۔“

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ ٹیکمر اسے دیکھتے ہی حلق کے بل چیخا۔ ”مردود، تو نے میرا کیمرا توڑا ہے۔ میں تیرا دماغ درست کر دوں گا۔“

”بکواس کی تو اب تیرا سر بھی توڑ دوں گا۔“ دبیک نے غرا کر کہا۔

”اے مسٹر بہت ہو چکی۔“ انسپکٹر نے کہا۔

”سلیم صاحب! یہ ..... یہ ایک سنگین غلط فہمی ہے اور کچھ بھی نہیں۔“ ونود

بولے۔

دیکھنے والے ونود کو دیکھا جو بری طرح سہا ہوا تھا۔ دیکھنے والے اپنی جیب سے بنگلے کی چابی نکال کر دکھائی۔ ”یہ بنگلا دیش باپو کا ہے اور انہوں نے یہ چابی خود مجھے دی تھی۔“ اس نے کہا۔

”میں کہتا ہوں، لڑکی کے بارے میں معلوم کرو، وہ کون ہے؟“ ٹیکمر نے چیخ کر کہا۔  
دیکھنے والے ٹیکمر کی طرف جھپٹا لیکن انسپکٹر نے اسے روک لیا۔ ”کیا مطلب؟ کیا اب فوٹو گرافر بھی پولیس سے تنخواہ لینے لگے۔“ دیکھنے والے تپ کر کہا۔ ”انسپکٹر! جب تک تم اس بندر کو باہر نہیں نکالتے میں بات نہیں کروں گا۔“

انسپکٹر نے سر کو تھپتی جنبش دیتے ہوئے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا کہ وہ ٹیکمر کو باہر نکال دے۔ پولیس والا، ٹیکمر کو باہر لے گیا اور اسے باہر روکنے کے لئے خود بھی باہر ہی کھڑا رہا۔

”ہاں، اب بتاؤ کیا چکر ہے؟“ انسپکٹر نے دیکھنے والے سے کہا۔

”پہلے تو میں کچھ سوال کروں گا۔“ دیکھنے والے تند لہجے میں کہا۔ ”یہ چکر کیا ہے ..... کیا تم نے چھپلا مارا ہے؟ مجھ پر الزام کیا ہے؟ انسپکٹر! میں کوئی گرا پڑا آدمی نہیں ہوں۔“ پھر وہ ونود کی طرف مڑا۔ ”کیس ایسا تو نہیں کہ تم نے اور دیش نے مل کر میرے خلاف کوئی چکر چلایا ہو، تاکہ میں ایوارڈ سے محروم ہو جاؤں“

”جنگلوں کے لئے دیکھنے والے ایسی باتیں نہ کرو۔“ ونود نے کراہ کر کہا۔ ”ہمیں تمہاری نہیں بلکہ دیش کی تلاش تھی۔“

دیکھنے والے سوچ رہا تھا۔ بات کچھ بھی ہو۔ یہ خبر اخبار میں چھپتی تو اس کی شہرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا اور ایوارڈ کا خواب یقیناً بکھر جاتا۔ وہ کسی اسکینڈل کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ ”کیوں ..... دیش کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔“

دیش صاحب نے ونود کو فون کیا تھا کہ وہ خود کشی کر رہے ہیں، یہ ایک گھنٹہ پہلے کی بات ہے۔“ انسپکٹر نے وضاحت کی۔

”کیا؟ میں سمجھا نہیں؟“

”ہاں، دیش باپو نے فون کیا تھا مجھے۔“ ونود نے کہا۔ ”انہوں نے کہا کہ وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کی موت کا الزام کسی کے سر جائے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے اس سلسلے میں ایک خط بھی لکھا ہے۔ میں نے فوراً پولیس کو فون کیا لیکن دیش باپو گھر پر موجود نہیں تھے۔ البتہ ان کا خط مل گیا وہاں۔“

”او جنگلوں۔“

”جب وہ گھر پر نہیں ملے تو ان کی تلاش شروع کی گئی مجھے اس بنگلے کے بارے میں علم تھا۔ چنانچہ میں انہیں یہاں لے آیا۔“

دیکھنے والے دہلا ہوا تھا۔ ”لیکن باپو نے مجھے بتایا تھا کہ ابھی وہ تین مہینے .....“

”لیکن شاید وہ تکلیف سے تنگ آ گئے تھے۔“

”میری بات سنیں مسٹر دیکھ۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”مجھے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن ٹیکمر خاموش نہیں رہے گا۔ گویا یہ اسکینڈل بنے گا۔ اس صورت میں، میں بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ میرا کام تو دیش صاحب کو تلاش کرنا تھا۔ آپ خواہ مخواہ زد میں آ گئے۔“

”ہوں۔“ دیکھنے والے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ”تم نے دیش کو ہر جگہ تلاش کیا ہو گا، سوائے اس کے آفس کے۔“

”میں نے اپنے ماتحتوں کو وہاں بھی بھیجا ہے۔“ انسپکٹر نے کہا۔

دیکھنے والے روم کی طرف چل دیا۔ انسپکٹر کا کنا ٹھیک تھا ٹیکمر یقیناً گندگی اچھالے گا لیکن اسکینڈل سے بچنے کی ایک صورت بھی تھی، وہ تمہارا کر رہ گیا لیکن پھر اس نے سوچا کہ کانسٹیبل موزوں ترین لڑکی ہے۔ ”تم ٹھیک تو ہو نا۔“ اس نے کانسٹیبل کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ کانسٹیبل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”ہم بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں۔“ دیکھنے والے کہا۔

”میں جانتی ہوں دیکھ! مجھے افسوس ہے کہ اس ایوارڈ کے موقع پر تم میری وجہ سے

مصیبت میں .....“

”میں ایسے دس ایوارڈ تم پر قربان کر سکتا ہوں۔“ دیکھنے والے جھوٹ بولا۔ ”ویسے

بھی تم سے درخواست کرنے ہی والا تھا۔ میں یہ کہوں گا کہ ہماری شادی آج ہی ہوئی ہے اس طرح سب ٹھیک ہو جائے گا۔“  
 ”لیکن..... لیکن کون یقین کرے گا۔“ کامنی بے حد حیران تھی۔ ”وہ چیک کریں گے۔“

”اول تو نہیں کریں گے اور کریں گے بھی تو کیا ہم اس الجھن سے نکلنے ہی مندر کا رخ کریں گے۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ میں تو سچ سچ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا۔“  
 کامنی چند لمحے سوچتی رہی۔ ”دیکھو اگر تم واقعی مجھے چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ.....“

”تم جانتی ہو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں..... شدید محبت۔“  
 دیکھ اس کا ہاتھ تھام کر اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ ”انسپکٹر! میری بیوی سے ملو..... کامنی دھاکر، جو کہ اب کامنی پٹیل ہے۔“ اس نے کہا۔ ”ہم نے کل ہی پھیرے کیے ہیں۔“

انسپکٹر کا چہرہ فق ہو گیا۔ یہی کیا تم تھا کہ وہ بغیر سرچ وارنٹ کے کسی گھر میں گھسا تھا کہ اب یہ مصیبت۔ اگر یہ سچ تھا تو اس نے ایک شریف آدمی کی ساگ رات تباہ کی تھی۔ اس نے جلدی سے معذرت کی اور پھر مبارک باد دی لیکن اس کے لہجے میں فکر مندی جھلک رہی تھی۔

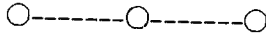
اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ونود نے دروازہ کھولا۔ دو پولیس والے اندر چلے آئے۔ ”انسپکٹر اس کی لاش اس کے آفس میں ملی ہے۔“ اس نے انسپکٹر کو بتایا۔  
 ”کیسے۔“

”خواب آور گولیوں کی خالی شیشی بھی ملی ہے۔ پچاس گولیاں کھائی تھیں اس نے۔“

”اوہ!“ انسپکٹر نے ونود سے کہا۔ ”تم میرے ساتھ چلو۔ مسٹر دیک، سوری فار ایوری تھنک۔“

”تم سے بعد میں بات ہوگی دیک۔“ ونود نے کہا۔ ”بھگوان تم دونوں کو خوشیاں دے۔“ پھر وہ انسپکٹر کے پیچھے کمرے سے نکل گیا۔

چند لمحے بعد بنگلے میں مرگھٹ کا سناٹا چھا گیا۔ ”آؤ، مندر چلیں۔“ کچھ دیر بعد دیک نے کہا۔ کامنی نے سر جھکا لیا۔



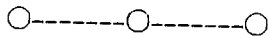
پھیرے ختم ہو چکے تھے، شادی ہو چکی تھی۔ دیک نے پنڈت کو سو کا ایک نوٹ دیا۔ ”پنڈت جی! آپ کو آج کی تاریخ اور ہمارے چرے یاد رہیں گے۔“  
 پنڈت نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”ہاں بالک! آج مارچ کی سات تاریخ ہے اور منگل کی صبح ہے۔“

دیک نے سو کے پانچ نوٹ اس کی طرف اور بڑھائے۔ پنڈت نے نوٹ جھپٹ لئے۔ ”پنڈت جی! آپ کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔“ دیک نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ”یہ مارچ کی چھ تاریخ ہے اور پیر کی رات ہے۔ یاد رکھیے گا۔ ہماری تصویریں اخباروں میں چھپیں گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ پنڈت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”چھ مارچ پیر کی رات میں نے تم دونوں کے پھیرے کرائے ہیں لیکن بالک، سال کون سا ہے۔“  
 ”سال یہی چلے گا۔“

”تم چاہو تو پھیرے نو مہینے پہلے بھی بتائے جاسکتے ہیں۔“  
 ”اس کی ضرورت نہیں۔“

کامنی نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔ اس کا چہرہ تھمتھا تھا۔



”مرد ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔“ کامنی نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”سکندر اعظم کی طرح میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے تسخیر کر لیا۔“

”ارے نہیں۔“ دیک نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”یہ تو زبردستی کی شادی ہے۔ یا تو تم نے مجھے رسوائی سے بچانے کے لئے شادی کی ہے یا پھر اپنا ایوارڈ بچانے کے لئے۔“



دیکھ نے گھڑی ہوئی کہانی دہرا دی۔ کامنی سے اچانک ملاقات، پہلی نظر کی محبت ..... رپورٹر کی پٹل چلتی رہی لیکن وہ دیکھ کو بڑی بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔  
 ”اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہی ہوگا۔“ رپورٹر من نے شک آمیز لہجے میں کہا۔  
 ”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ دیکھ نے آنکھیں نکال کر کہا۔ ”کل رات لکشی مندر میں بیاہ ہوا ہے، جاؤ اور تصدیق کر لو۔“

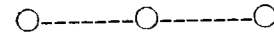
من نے اخبار اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”خود دیکھ لو کہتی ہے تم کو خلق خدا غائبانہ کیا۔“

دیکھ نے اخبار دیکھا۔ وہ شام کا اخبار تھا جو صبح دس بجے بازار میں آ جاتا تھا۔ ایک طرف دیش کی خود کشی کی چھوٹی سی خبر چھپی تھی۔ پچھلے صفحے پر دیکھ کی تصویر تھی۔ سرخی تھی۔ کیا دیکھ پٹیل نے شادی کر لی.....؟“ بے یقینی کی وہ فضا یقینی طور پر ٹیکر کی وجہ سے تھی جس کا کیرا دیکھ نے توڑ ڈالا تھا۔ ”اب تو تم پہلے لکشی مندر جاؤ۔“ دیکھ نے من سے کہا۔

اسی وقت ہاتھ روم کا دروازہ کھلا اور کامنی نمودار ہوئی۔ وہ تیار ہو کر نکلی تھی اور بہت اچھی لگ رہی تھی۔

”یہ لوگ تمہاری تصویریں اتارنا چاہتے ہیں۔“ دیکھ نے خوشگوار لہجے میں اسے بتایا۔ رپورٹر اور فوٹو گرافر دونوں کامنی کو پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”دیکھ صاحب بہت خوش نصیب ہیں شرمیستی جی۔“ من نے کہا۔ ”پچھلے ہفتے بہترین اداکار کے لئے نامزد ہوئے اور اس ہفتے آپ جیسی جتنی مل گئی انہیں۔“



دیکھ نے لابی سے حمید کو فون کیا۔ ”اوم ناتھ سے کہو کہ گھر کو آئینے کی طرح چمکا دے، خود بھی کپڑے بدل لے۔ میں شمشان گھاٹ سے سیدھا گھر آؤں گا۔“

”بکواس بند کرو ذلیل آدمی۔“ حمید نے دھاڑ کر کہا۔ ”غضب خدا کا میں تمہارا اکلوتا دوست اور مجھے اخبار کے ذریعے پتا چلے۔ مگر مجھے یقین نہیں کہ یہ سچ ہے۔“

”یہ سچ ہے۔“ دیکھ نے کہا۔ ”اور اس فساد کے ذمے دار تم ہو۔ تم نے اس کی

تعریفیں کر کر کے مجھے اس مصیبت میں پھنسا یا بلکہ دھنسا یا ہے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ حمید کالج پر خیال تھا ”لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ تمہاری موٹی کھال پر کچھ اثر ہوگا۔ تاہم میرا خیال تھا کہ تم نے اسکیڈنڈل سے بچنے کے لئے شادی کا ڈراما کیا ہے لیکن اب مجھے تم پر فخر ہے دوست، تمہیں اندازہ نہیں کہ اب تمہیں کیا کچھ ملنے والا.....؟“

”تمہارا مطلب، من مورت ایوارڈ؟“

لغت سمجھو ایوارڈ پر تمہیں نہیں معلوم، تم نے کامنی کے روپ میں کتنی خوشیاں کتنی نعمتیں حاصل کر لی ہیں، اب تم انسان بن جاؤ گے، میں نے کامنی سے اچھی لڑکی آج تک نہیں دیکھی۔“

”اے یہی میرے ایوارڈ پر لغت سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ میرا تو خیال ہے، مجھے ایوارڈ کے سلسلے میں بھی فائدہ ہو گا؟“

”بالکل، اب تمہیں اکیڈمی کے شادی شدہ اراکین کے ووٹ بھی مل جائیں گے۔ کامنی تمہاری شرافت کی سند ثابت ہوگی اچھے۔ تمہارا بیج سدھر گیا سمجھو۔“

”اور دوسری طرف ایک مرنے والے کی اپیل کہ بہترین اداکار کے لئے ووٹ مجھے دیا جائے۔“

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

”کیا بات ہے، خیریت تو ہے“ دیکھ نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

”حالانکہ دیش باپو کا خیال یہ نہیں تھا کہ ایوارڈ کے حق دار تم ہو۔“

”ٹھیک ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے مجھے تو اس سے فائدہ پہنچے گا۔“ دیکھ

نے بے پروائی سے کہا۔

”فائدہ تو پہنچ رہا ہے لیکن یہ بددیانتی ہے۔“

”یار، تم پھر.....“

”ایک اور بات ہے جو تم نے مجھے نہیں بتائی ہے۔ دیش نے پریم راج کے چپک

کے سلسلے میں جھوٹ کیوں بولا۔ بات سمجھ میں آنے والی نہیں جن لوگوں کو مرنا ہو وہ

آخری وقت میں جھوٹ نہیں بولتے۔“

”اپنے ننھے سے دماغ پر ضرورت سے زیادہ زور نہ دیا کرو۔“  
اور اگر پریم راج نے رونی کو پھنسانے کی کوشش نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کسی نے بیک وقت رونی اور پریم راج کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا کیا یہ تمہارا پلان تھا؟“

”اسکرپٹ لکھ مارو اس پر۔“ دیکپ نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”تم قابل فخر دوست ثابت ہو رہے ہو۔ یہ سوچا کہ مجھے پریم راج کا چیک کہاں سے ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ پریم راج کا منصوبہ ناکام ہو گیا اور دینش نے جھوٹ بول کر اسے تباہی سے بچا لیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دینش سے میرا جھگڑا ہوا تھا۔ اس نے میری اجازت کے بغیر کاؤنٹی فلمز والوں سے چیک تک وصول کر لیا تھا جبکہ میں وہ کردار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ظاہر ہے میں نے اسے بے حساب سناٹیں۔ اس بنیاد پر وہ مجھ سے چڑا ہوا تھا اور اسی وجہ اس نے پریم راج کو بچا لیا۔“

”لیکن دینش جیسے لوگ زندگی کے آخری لمحوں میں اپنی فطرت نہیں بدلتے۔“

”یار! تمہاری بکو اس جاری رہے گی؟“ دیکپ کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

حمید نے اس کے لہجے کی وجہ سے سوالات سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا۔ ”پرکاش تمہیں ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ کتنا ہے بہت اہم کام ہے تم سے۔“

”اے گھر سے دور رکھنا میں نہیں چاہتا کہ کامنی کی موجودگی میں وہاں آئے۔“

”معقول بات ہے، میں خیال رکھوں گا۔“

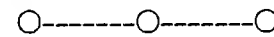
دیکپ سوچتا رہا۔ پرکاش کو یقیناً ”اپنے پانچ ہزار کی فکر ہو گی۔“ ”سنو ہی“ دود سے کہنا کہ پانچ ہزار کا چیک بھجوا دے۔“ اس نے کہا۔

”پانچ ہزار وہ کس لئے؟“

”ارے تم کیا پیری مین کا کردار ادا کر رہے ہو؟ یا تم میری بیوی ہو۔“ دیکپ چڑ گیا۔ ”کامنی کو کچھ شاپنگ کرانا ہے۔“

”یہ ہوئی ثابت۔ میں ابھی دود کو فون کرتا ہوں۔“

ریسور رکھ کر دیکپ اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ اسے ڈر تھا کہ یہ جھوٹ کھل جائے گا۔

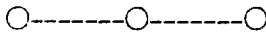


ہوٹل کے کمرے سے نکلتے ہوئے کامنی ہچکچائی۔ اس نے پلٹ کر کمرے کو بڑی محبت سے دیکھا۔ ”میں اس جگہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا۔

”اس کی کوئی وجہ بھی ہو گی، سی۔“

”ہاں، میں جانتی ہوں کہ اب ہم جہاں بھی جائیں گے، وہاں تم کسی نہ کسی لڑکی کے ساتھ پہلے بھی جا چکے ہو گے۔“ کامنی نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”لیکن یہ کرا..... یہ صرف میرا ہے..... میرا اور تمہارا۔ یہاں تم سوائے میرے کسی کے ساتھ نہیں آئے ہو۔ میں حاسد نہیں رہی..... لیکن میں تمہیں شیر نہیں کر سکتی۔ یہ کرا میرا ہے..... صرف میرا۔“

دیکپ کو خود پر شرم آنے لگی لیکن اس نے بڑی ڈھٹائی سے سر کو تائیدی جنبش دی۔ وہ حقیقت بتا کر کامنی کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔



شمشان گھاٹ میں فلمی صنعت کے بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے۔ دینش باپو کو اس کے کردار اور اچھی فطرت کی وجہ سے پسند کیا جاتا تھا پھر بھی اتنے لوگوں کا اجتماع غیر معمولی بات تھی کیونکہ فلمی صنعت کسی بھی دور میں مردہ پرست نہیں رہی تھی۔

دیکپ نے کامنی کو بہت غور سے دیکھا جو خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ ”تمہاری طبیعت

تو ٹھیک ہے؟“ دپک نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں، دراصل گوپال کی موت کے بعد سے مجھے شمشان سے خوف آنے لگا ہے۔“ کامنی نے جواب دیا پھر پُر تشویش نگاہوں سے دپک کو دیکھا۔ ”تم تو ٹھیک ہو نا؟ تمہارا جسم کیوں لرز رہا ہے؟“

”بس یونہی، مجھے کچھ یاد آگیا تھا۔“ دپک نے کہا۔ ”فکر نہ کرو۔ آخری دیدار کرتے ہی نکل چلیں گے۔“

چتا تیار کی جا چکی تھی اور دیش کو چتا پر رکھا جا چکا تھا پھر آخری دیدار کی رسم شروع ہوئی۔ دپک خیالوں میں گم تھا۔ وہ تصور میں اپنی آواز سن رہا تھا۔ میں مروت ہوں دیش کمار! مجھے موت سے نہیں، صرف زندگی سے دلچسپی ہے موت کے بعد تو میرا کام ختم ہو جاتا ہے، وہ آواز اس کے اندر گونج رہی تھی۔ اس نے اتنی شدت سے پلکیں جھپکائیں کہ کامنی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کی نگاہوں سے تشویش جھانک رہی تھی۔ دپک نے وحشت سے اپنا سر جھٹکا۔ اس لمحے اس کی روح بیمار تھی۔ وہ اندر ہی اندر دیش سے کہے جانے والے اپنے آخری الفاظ سن کر بری طرح لرز رہا تھا۔ اف بھگوان..... کیا ایسے لفظ کہے جاسکتے ہیں؟ ہاں وہ لفظ اسی کی زبان سے ادا ہوئے تھے۔ شدید برہمی کی کیفیت میں، تمام تر شدت اور سفاکی کے ساتھ..... سچائی کے ساتھ۔ کیا واقعی سچائی اتنی بے رحم، اتنی جھوٹی اور اتنی کھوکھلی ہوتی ہے؟

وہ لرزتے قدموں سے چتا کر طرف بڑھ گیا۔ کامنی اس کے ساتھ تھی۔ اس نے حمید کو چتا کے پاس سے ہٹے دیکھا۔ اس نے دیش پر صرف ایک الوداعی نظر ڈالی تھی۔ وہ اداس نہیں تھا۔ بس کسی سوچ میں گم تھا۔

دپک نے آگے بڑھ کر دیش کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر بلا کاسکون تھا۔ سکوت میں لپٹا ہوا سکون۔ خواب آور گولیاں نے درد کے ہر احساس کو مٹا دیا تھا۔ وہ مرنے کے بعد بالکل نہیں بدلاتا تھا۔ دپک کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے بلا ارادہ سرگوشی کی۔ ”دیش باپو..... آئی ایم سوری... دیری سوری باپو..... آئی ایم ریلی سوری۔“ پھر وہ پیچھے ہٹ آیا۔ اس کا دکھ دلوں کو چھو لینے والا تھا۔ سچا دکھ..... اسے معلوم تھا کہ بعد میں کامنی اور دوسرے اس کا تذکرہ کریں گے..... اس سرگوشی کے لفظ دہرائیں گے۔ وہ

سمجھیں گے کہ وہ دیش کے لئے سوگوار تھا..... دکھی تھا۔ یہ کوئی نہیں سمجھے گا کہ درحقیقت اس کے لفظ پچھتلاوے کے شدید احساس میں بھیگے ہوئے تھے۔ وہ پچھتلاوا تھا..... شرمندگی تھی..... احساس جرم تھا۔

ار تھی کے تمام انتظامات ونود نے کئے تھے۔ اس نے دپک کو سوگوار دیکھا تو اس کی پیٹھ پر تھپکتے ہوئے اسے دلا سادیا۔ ”صبر کرو دپک میں جانتا ہوں، دیش سچ بچ تمہارے لئے پاؤ تھا۔“

دپک نے جلدی سے اپنی آنکھیں پونچھ ڈالیں۔ اس کے جذبات جس تیزی سے اٹھتے تھے، اسی تیزی سے سرد ہو گئے تھے۔ وہ کامنی کا ہاتھ تھام کر اسے ایک طرف لے گیا۔ رونے کی وجہ سے اس کے سر میں درد ہو گیا تھا۔

کسی نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ روپ کمار تھا۔ اس کے ساتھ سندر بھی تھا۔ ”ہیلو دیپو۔“ پھر اس نے کامنی کو دیکھا۔ ”تو یہ ہیں وہ خوش نصیب شرمیتی۔ شرمیتی جی، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اے دپک، میں نے اتنی حسین لڑکی کبھی نہیں دیکھی۔“

”میں تم سے متفق ہوں دوست۔“ دپک نے کہا پھر کامنی سے بولا۔ ”سی ڈیر! تم جانتی ہو، یہ فلم انڈسٹری کا بلکہ سندر دیس کا سب سے بڑا ہیرو ہے۔“

”میں جانتی ہوں، نمستے روپ جی۔“

سندر نے کامنی کو مبارک باد دی۔

”اور تم۔“ روپ کمار نے تہدید انداز میں انگلی اٹھاتے ہوئے دپک سے کہا۔ ”تم سے تو مجھے بات کرنا ہے، ابھی..... اسی وقت۔“

”تو کرلو۔“ دپک نے معصومیت سے کہا۔

”یہاں نہیں، ذاتی بات ہے، میں یہاں سے سیدھا تمہارے گھر آؤں گا۔“

”ٹھیک ہے لیکن میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دوں گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ

میں اس وقت ہنی مون پر ہوں۔“

”ہاں! یہ تو ہے، میں خیال رکھوں گا۔“ روپ کمار نے کہا اور سندر کو ساتھ لے کر

ایک گروپ کی طرف بڑھ گیا۔ چتا کو آگ دکھائی جانے والی تھی۔ تمام شرکاء مختلف گروپس



میں بٹ گئے تھے۔ کہیں کہیں شگفتہ گفتگو ہو رہی تھی، تھقے بھی لگ رہے تھے۔ ایک شخص کو زندگی کے آخری بلکہ موت کے سفر کے لئے رخصت کرنے والے شمشان گھاٹ کی حدود میں ہی زندگی کی گماگمی میں شامل ہو گئے تھے۔

اسی وقت پریم راج، سلمیٰ کے ساتھ اس کی طرف چلا آیا۔ پریم راج نے بڑی سختی سے اس کا بازو پکڑا اور کامنی کی موجودگی کا خیال کئے بغیر بولا۔ ”ذرا میرے ساتھ آؤ۔“ وہ دیکھ کو ایک طرف لے گیا۔

سلمیٰ نے کامنی سے کہا۔ ”شادی مبارک ہو۔“  
”شکریہ۔“

”وش یو گڈ لک۔“ سلمیٰ نے کہا۔ ”اور ڈیئر، تمہیں گڈ لک کی ضرورت قدم قدم پر پڑے گی۔“

کامنی حیران رہ گئی۔ پہلی بار اسے تند رویے سے واسطہ پڑا تھا۔

سلمیٰ مسکرا دی۔ ”اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اس شر کے سب سے چھٹے ہوئے آدمی سے شادی کی ہے۔“

”ہاں۔“ کامنی نے دانستہ طور پر اس طرف دیکھا، جہاں پریم راج کھڑا دیکھ کے بات کر رہا تھا۔ ”لیکن وہ شادی شدہ مردوں سے بہر حال بہتر ہے، کیا خیال ہے آپ کا؟“

سلمیٰ بری طرح چونکی اسے یاد تھا کہ گذشتہ ملاقات کے دوران پریم، کامنی کو کیسی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سلمیٰ جانتی تھی کہ پریم اس سے بے وفائی کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔ پریم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سلمیٰ اس کی سرگرمیوں سے باخبر ہے۔ سلمیٰ کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھرم رکھنا چاہتی تھی۔ طلاق کا تصور بھی اسے پسند نہیں تھا۔ اس نے کامنی کو نفرت سے دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔

دوسری طرف پریم راج نے چھوٹے ہی موٹی موٹی گالیاں دیکھ کی طرف لڑھکائیں۔ دیکھ حیران رہ گیا۔ اس نے پریم کو کبھی گالیاں بکتے نہیں سنا تھا۔ ”بات کیا پاپا؟“ اس نے پوچھا۔

”پاپا کے بچے، تمہاری شامت آنے والی ہے۔“ پریم غرایا۔ ”تم نے دینش کو کس طرح استعمال کیا ہے، میں اشتہار کی بات کر رہا ہوں۔ تم نے وہ اشتہار چھپوانے کی جرات

کیسے کی۔ تمہارے سامنے دینش نے مجھے آئینہ دیا تھا ایوارڈ کے سلسلے میں۔ تمہاری موجودگی۔“

”دیکھو پاپا! اشتہار خود دینش باپو نے دیا تھا۔“ دیکھ نے اس کی بات کٹ دی۔ ”بل بھی اس نے خود ادا کیا تھا مجھے فراڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”اوکے، میں تمہیں دیکھ لوں گا۔“ پریم نے کہا اور پاؤں پٹختے ہوئے سلمیٰ کی طرف چلا گیا۔ دیکھ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کامنی اس کے پاس چلی آئی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

”کیا ہوا؟ یہ کیا پکڑتا تھا؟“ کامنی نے پوچھا۔

”اس عورت نے بد تمیزی کی تمہارے ساتھ؟“

”ایسی کوئی خاص بات نہیں۔“

”آئی ایم سوری سی۔“

”میں نے کہا نا کوئی خاص بات نہیں، میں ایسے لوگوں سے نمٹنا جانتی ہوں۔ میں صرف یہ جانتا چاہتی ہوں کہ وہ تم سے نفرت کیوں کرتی ہے۔“

”اسے مجھ سے اور پریم سے زیادہ ایوارڈ کی طلب ہے۔“ دیکھ نے نفرت سے کہا۔ ”اس نے مجھے خریدنے کی کوشش بھی کی تھی۔ تین فلموں میں مرکزی کردار اور پریم

کے برابر معاوضہ بشرطیکہ میں ایوارڈ کے مقابلے سے دستبردار ہو جاؤں۔“ کامنی کو زبردست جھٹکا لگا یہ جان کر۔ ”اے یہی۔“ دیکھ نے حمید کو پکارا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

”گھر جا رہے ہو نا تم لوگ۔“ حمید نے کہا۔ ”میں نے ٹی وی والوں سے بات کی ہے۔ وہ خوش نصیب جوڑے کی ازدواجی زندگی کے پہلے دن کی ریکارڈنگ کے لئے آرہے ہیں۔“

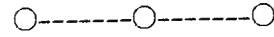
کامنی بیزار نظر آنے لگی جب کہ دیکھ نے اپنی خوشی چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔ ”آج تو دینش باپو کا دن ہے، کوئی اور دن رکھ لیتے۔“ اس نے حمید سے کہا۔

”اس وقت تم ایک خبر کی حیثیت رکھتے ہو اور خبر بہت جلدی باقی ہو جاتی ہے۔“

پھولوں کی طرح۔“

”ٹھیک ہے، ہم پہنچ جائیں گے لیکن خیال رکھنا کہ وہ ہمارا گھر ہے۔“ دیکھ نے تلخ

لجے میں کہا۔



دپک نے روپ کمار کو بلاتے وقت سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ مہمانوں کی پوری کھیپ لے کر نازل ہو گا لیکن بات سے بات چلتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ روپ نے سرلا دیوی کو اور اس کے سیکرٹری سریندر نے اپنے رائٹر دوست کو ساتھ چلنے کی پیش کش کی۔ سرلا دیوی نے اپنے دور کے ایک مقبول اداکار کو مدعو کیا جس کے ساتھ ایک ابھرتی ہوئی اداکارہ تھی جس سے اس کا رومانس چل رہا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دو مہمان شمشان گھٹ سے نکلتے نکلتے چھ ہو گئے۔ پرکاش مہرہ کو دعوت کی ضرورت ہی نہیں تھی..... سات! یہی اپنے ساتھ ڈولی کو لے آیا..... آٹھ! نو!

دپک کے بنگلے میں ٹی وی والوں کے تار سانپوں کی طرح سرسرا رہے تھے۔ کیمرا گنگنا رہا تھا۔ یہی شادی کا ایک بھی لے آیا تھا۔ اچھا خاصا تقریب کا سہا ہو گیا۔ ٹی وی کا نمائندہ نو بیاہتا جوڑے سے سوال و جواب کر رہا تھا کہ پروگرام پروڈیو سر نے سرلا دیوی کو بھی کیمرے کے سامنے دھکیل دیا۔ ”آپ کا کیا خیال ہے دیوی۔“ نمائندے نے سرلا سے پوچھا۔ ”آپ کے خیال میں دپک پٹیل کے من مورت ایوارڈ جیتنے کا امکان ہے؟ یہ بات طے ہے کہ آپ کی رائے اہمیت رکھتی ہے، آپ خود بھی یہ ایوارڈ جیت چکی ہیں۔“

وہ بڑا بھیانک لمحہ تھا۔ دپک ٹھنک کر رہ گیا۔ سرلا دیوی اس کی پہلی فلم کی ہیروئن تھی اور اس نے اسی فلم میں بہترین اداکاری کا من مورت ایوارڈ لیا تھا۔ فلم کی شوٹنگ کے دوران ان کا رومانس چلا تھا۔ رومانس تو کیا، وہ دپک کی ضرورت تھی۔ چنانچہ دپک نے اپنے دن پھرتے ہی آنکھیں پھیر لیں۔ اس نے سرلا دیوی کو اس طرح ٹھکرایا کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی۔ اب دپک ڈر رہا تھا کہ وہ انتقاماً اس کے امکان کو مسترد کر دے گی اور اس کا کہا ہوا ہر لفظ ٹی وی کے ذریعے کروڑوں افراد تک پہنچے گا لیکن سرلا دیوی بڑے پُر اسرار انداز میں مسکرائی ”مجھے امید ہے کہ دپک یہ ایوارڈ جیتے گا۔ میری خواہش بھی یہی ہے اور میرے خیال میں وہ اس کا مستحق ہے۔“

دپک بھی مسکرا دیا لیکن اندر ہی اندر وہ خوفزدہ ہو گیا۔ سرلا دیوی کے اس کرم کی

وجہ بھی وہ جانتا تھا۔ سرلا کے نزدیک من مورت ایوارڈ نحوست کی دلیل تھا۔ شاید اس لئے کہ سرلا دیوی ایوارڈ وصول کرتے ہی تباہ ہو گئی تھی۔ اس کا فلمی کیریئر ختم ہو گیا تھا۔ یہ سرلا دیوی کی نفرت ہی تھی جس نے اس وقت اسے دپک کو ایوارڈ جیتنے کی وعادینے پر مجبور کیا تھا۔ دپک کو یقین تھا کہ یہ نفرت اسے سرلا دیوی کا ووٹ بھی دلوائے گی۔ سرلا دیوی اکیڈمی کی ممبر تھی۔ دپک نے دل ہی دل میں سرلا دیوی کی نفرت پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ ٹی وی کا نمائندہ کا منی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ کے پتی دیو ایوارڈ کے مستحق ہیں؟“

”میں پوری سچائی کے ساتھ کہہ دیتی ہوں کہ انہیں ایوارڈ ملنا چاہئے! یہ بات میں ان کی وفادار پتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ فن اداکاری کی ایک پرستار کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔“

اسی وقت روپ کمار نے دپک کا ہاتھ تھاما اور اسے کھینچتا ہوا بیڈ روم کی طرف لے گیا۔ ”او ذلیل آدمی۔“ اس نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔ ”یہ تم کیا کھیل کھیل رہے ہو؟“

”کیا ہوا؟ بات کیا ہے؟“ دپک نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔ ”بکواس مت کرو۔“ تم نے کہا تھا کہ تم میرے حق میں ہو۔ تم اور تمہارے دوست مجھے ڈوٹ دیں گے۔“

”ہاں اور یہ سچ ہے۔“

”خاک سچ ہے۔“

”دیکھو دوست مجھے غصہ نہ دلاؤ۔“ دپک نے بے حد تند لہجے میں کہا۔

”کیوں تمہیں کس بات پر غصہ آئے گا؟“

”تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو کہ میں تمہیں ڈیل کر اس کر رہا ہوں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں ہمیشہ ایسے دوست ملے ہیں جنہوں نے تمہیں دھوکا دیا ہو۔“ دپک کا لہجہ اور خراب ہو گیا۔

”ایک منٹ۔“ دپک کے جارحانہ تیوروں نے روپ کمار کو اکھاڑ دیا۔

”جہنم میں گیا تمہارا ایک منٹ تم میرے گھر میں مجھے جھوٹا اور دھوکے باز قرار دے

رہے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟ صرف ان اشتہاروں کی بنا پر تم نے یہ رویہ اختیار کیا ہے، اگر دیش باپو نے وہ اشتہار چھپوایا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا، ورنہ میں اشتہار رکھ دیتا۔

”بات اسی ایک اشتہار کی تو نہیں۔“ روپ کمار نے مدافعتی انداز اختیار کیا۔

”ہاں! حمید نے بھی وہی حرکت کی اور میں نے اسے عملاً چبا ڈالا۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ آئندہ ایسی حماقت ہوئی تو اسے ملازمت سے نکال دوں گا لیکن ذرا سوچو تو اب وہ مجھے پسند کرتا ہے تو کیا میں اس کے عوض اس کا گلا کاٹ دوں۔ اور پھر وہ اس کا اشتہار..... کتنا چھوٹا..... کتنا حقیر اشتہار تھا۔ صرف اس لئے کہ اس نے اس کا بل اپنی جیب سے ادا کیا تھا۔“

”اور وہی میں تم نے اس خبیث روٹی کو کیوں بچلایا۔ تم بیچ میں نہ پڑتے تو وہ یقیناً تباہ ہو جاتا۔“

”وہ بے قصور تھا اور میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ خواہ مخواہ لٹک جائے۔ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا، میں یہی کچھ کرتا۔“

”خیر ایسا پار سا تو نہیں ہے وہ۔“ روپ کمار نے تلخ لہجے میں کہا۔

”لیکن دوست، اس کا ویسے بھی کوئی چانس نہیں ہے۔“

”یہ درست ہے لیکن اس واقعے نے تمہیں تو ہیرو بنا دیا۔ دیکھو دیکھ! تم صرف ووٹ کاٹو گے۔ تمہیں جو ووٹ ملے گا، وہ مجھے ملنے والا ووٹ ہو گا۔ میں ویسے ہی کم پریشان نہیں ہوں۔ جب پریم راج نے روٹی جیسے کمزور آدمی کو پھنسانے کی کوشش کی ہے تو مجھے وہ کمال بخشنے گا۔ بھگوان جانے، کب اور کس طرف سے وار ہو جائے مجھ پر۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے، کب شروع کرو گے میری مدد؟“

”دیکھو، پریم راج کے سلسلے میں تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔“ وپک نے کہا۔

”تمہارا مقابلہ درحقیقت اسی سے ہے۔ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں اور کروں گا کہ پیر کے اخبارات میں اپنی طرف سے تمہارے حق میں دستبرداری کا اشتہار چھپا دوں گا“ اس اشتہار میں، میں اپنے دوستوں سے اپیل کروں گا کہ وہ تمہیں ووٹ دیں، دو صفحے کا اشتہار ہو گا۔“

”واہ..... کلر میں چھپوانا۔“

”دوست، میں اتنے زیادہ اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔“ وپک نے عاجزی سے کہا۔

”اخراجات کی تم پروا نہ کرو، بل مجھے بھجوا دینا، میں ادا کر دوں گا۔“ ”واہ وپو، دوست ہو تو تم جیسا۔“ روپ نے کہا پھر اسے کچھ خیال آگیا۔ ”لیکن یار پیر کے دن کیوں اتنی دیر؟“

”ایسی بات نہیں، وہ اشتہار بروقت ہو گا“ وپک نے جھوٹ بولا۔ ”جمہرات کو بیلٹ پیپر پوسٹ ہوں گے۔ اس لحاظ سے میرا اشتہار بروقت ہو گا۔“

”اچھا۔“

”ہاں تمہیں معلوم ہے کہ ساٹھ فیصد سے زیادہ بیلٹ پیپر ہفتے کے دوران نشان لگا کر واپس بھیجے جاتے ہیں۔“ وپک نے رعب جمانے کے لئے کہا۔ روپ کمار واقعی مرعوب نظر آنے لگا۔ ”اور پتا ہے، میں کیا کر رہا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ تم نے مجھ سے اپنی فلم میں مرکزی کردار کا وعدہ کیا ہے نا؟“

”ہاں، پکا وعدہ ہے۔“

”میں نے اکیڈمی کے اراکین کی فہرست حاصل کی پھر اس میں سے ہر شعبے کے افراد کی جزوی فہرست مرتب کی، سمجھ رہے ہو نا؟ ان میں جو اداکار ہیں، انہیں الگ اور جو مصنف ہیں، انہیں الگ..... غرض ہر شعبے سے متعلق افراد کے نام یکجا کر لئے۔ ان میں سے ایسے لوگوں کے نام علیحدہ کر لئے جو اس وقت بے کار ہیں اور کام کی تلاش میں ہیں۔ اب میں ان سے رابطہ کر رہا ہوں۔ اس بنیاد پر کہ اگر روپ کمار کو ایوارڈ مل گیا تو میں فلمیں بناؤں گا۔ مجھے اسکرپٹ ورکار ہیں..... اداکاروں کی دیگر تکنیک کاروں کی ضرورت ہے، سمجھ رہے ہو نا؟ وہ سب کے سب ایسے لوگ ہیں، جو اکیڈمی کے ممبر ہیں اور ہمارے لئے ووٹ ہیں۔ اس صورت میں وہ کسے بغیر تمہیں ہی ووٹ دیں گے۔ کیونکہ اسی میں ان کا فائدہ ہے۔“ وپک بڑی روانی سے جھوٹ بول رہا تھا۔

”واہ وپو دوست! واہ یہ خیال تو مجھے بھی نہیں آیا تھا۔“ روپ کمار نے اسے داد دی۔ ”تم میری خاطر اتنا کچھ کر رہے ہو اور میں تم پر شک کر رہا ہوں۔ کتنا ذلیل آدمی ہوں میں۔“

”فضول تقریر نہ کرو جیسی۔“ دیک نے اسے ڈانٹ دیا۔ ”مجھے تم سے کام کی بات کرنا ہے۔“ اس نے حمید کو وہ آئیڈیا بتایا جو اسے اچانک ہی سوچا تھا۔ ”تمہیں اس پر عمل کرنا ہے۔“ اس نے آخر میں کہا۔

”گویا تم ہر حربہ استعمال کر کے رہو گے۔“ حمید نے سرد آہ بھر کے کہا۔  
”ذرا تم سوچو تو، وہ تو ہمارے یقینی ووٹ ہوں گے۔“ دیک بولا۔

”انتہائی بدبودار آئیڈیا ہے۔“

”خیر جیسا بھی ہو، یہ میرا حکیم ہے۔“ دیک کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ”آخر یہ کیا مصیبت ہے کہ مجھے ہر بار تمہیں دھکیلنا پڑتا ہے۔“

”اوکے اوکے۔“ حمید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اب تو میں اتنا لٹھڑچکا ہوں کہ مجھے شرم بھی نہیں آسکتی۔ کل یہ کام بھی ہو جائے گا۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”ایک بات اور۔ دو صفحے کا اشتہار تیار کرو، جس کے مطابق میں روپ کمار کے حق میں دستبردار ہو رہا ہوں۔“ اس میں میری اپنے دوستوں سے یہ اپیل بھی ہو گی کہ وہ روپ کمار کو ووٹ دیں۔“

”پاگل ہو گئے ہو؟“

”جیسا میں کہتا ہوں، ویسا ہی کرو۔“ دیک نے درشت لہجے میں کہا۔ ”اس اشتہار کا پروف نکلو اور پلیٹ ضائع کرادو۔“

”دہلی میں جو کچھ ہوا، وہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کیا؟“ حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”اور پھر روپ کمار سے تمہیں کیا خطرہ ہے؟“

”میں ہر چیز یقینی چاہتا ہوں اور تم مجھ سے بحث کرنا چھوڑ دو جیسی..... پلیز.....!“

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں چلے آئے، جہاں کامنی موجود تھی۔ ”معاف کرنا سی..... میں ایوارڈ کے چکر میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔“ دیک نے معذرت کی۔

”وہ تو ٹھیک ہے دیک! لیکن تم مجھ سے مہمانوں کی طرح کیوں پیش آرہے ہو، اب تو یہ میرا اپنا گھر ہے۔“

”سوری ڈیئر سی، یہی تمہیں تمہارے لپارٹمنٹ میں اتار دے گا۔ تم اپنی پیکنگ

”بے شک، بے شک۔“ دیک نے بے خیالی میں سر ہلا دیا۔ درحقیقت وہ خود بھی حیران تھا۔ یہ تجویز قابل عمل تھی اور اسے اس پر عمل کرنا تھا۔ ”اب یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔ تم ان لوگوں کو اپروچ نہ کرنا ورنہ وہ بری طرح بدک جائیں گے۔ ویسے ہی میں خود ایوارڈ کا امیدوار ہوتے ہوئے تمہارے حق میں کام کروں تو یہ زیادہ موثر ثابت ہوگا۔“ اس نے روپ کمار کو سمجھایا۔

”جو تم کو گے وہی ہو گا۔ تم میرے سچے دوست ہو اور میں انتہائی ذلیل آدمی ہوں۔ کاش میں اپنی زیادتی کی تلافی کر سکوں۔“ روپ کمار نے بڑی عاجزی سے کہا۔

”اور ہاں، وہ دیک اینڈ والا پروگرام.....“

”وہ اپنی جگہ لیکن دوست، ابھی کل ہی تو تمہاری شادی ہوئی ہے۔“

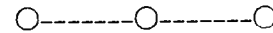
”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ دیک نے بے پروائی سے کہا۔ ”لیکن دادا! میرے ساتھ میرا ایک دوست بھی ہوگا۔“

”کیوں نہیں، تمہارا دوست میرا دوست۔“

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ پارٹی تقریباً ”ختم ہو چکی تھی..... روپ کمار اور سندھ کے جانے کے بعد وہاں مہمانوں میں صرف ڈولی رہ گئی تھی۔ وہ کچن میں تھی۔ دیک ایک جام بنانے کے بہانے کچن میں چلا گیا۔ اس نے فری ہونے کی کوشش کی۔ ڈولی نے بڑی نرمی سے اسے ٹوک دیا۔ ”اب آپ شادی شدہ ہیں، آپ کو خیال رکھنا چاہئے۔“

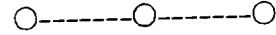
”کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میں کوئی سنجیدہ نہیں ہوں۔“ دیک نے بے پروائی سے کہا۔

”آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہو گا، مجھے پڑتا ہے۔ کامنی میری بہت اچھی دوست ہیں۔“



پارٹی کے بعد حمید اور دیک یکجا ہوئے۔ حمید نے سب سے پہلے دیک کو ڈولی کے سلسلے میں ٹوکا۔ ”اب تم سدھر جاؤ دوست! کامنی ایسی لڑکی نہیں کہ یہ سب کچھ برداشت کر جائے۔“

مکمل کر لو۔ یہ بنگلا چھوٹا ہے لیکن تم فکر نہ کرو، جلد ہی دوسرا لے لیں گے۔“



پرکاش تھوڑی دیر بعد دوبارہ نازل ہو گیا۔ اس وقت تک کامنی جا چکی تھی۔ دیپک نے اوم ناتھ سے پوچھا۔ ”ونود نے کوئی چیز بھجوائی تھی؟“ اوم ناتھ نے ایک لفافہ لا کر اسے دے دیا۔ دیپک نے لفافہ کھول کر چیک نکالا۔ چیک پر رقم دیکھنے کے بعد مطمئن ہو کر اس نے چیک پرکاش کی طرف بڑھا دیا۔

”نہیں دوست، شکریہ۔“ پرکاش نے سر دلچے میں کہا۔ ”مجھے کیش ورکار ہے۔ یہ بات میں نے شروع ہی میں واضح کر دی تھی۔“

دیپک نے برہمی سے چیک نہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ ”اب مجھے کیش کرانا پڑے گا۔ رقم کل ملے گی تمہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”ڈھن پر اور کوئی بوجھ ہے تو وہ بھی اتار دو۔“

”ہے تو سسی سوٹ پرنس لیکن میں تمہیں خفا نہیں کرنا چاہتا پہلے مجھے یہ پانچ ہزار مل جائیں، پھر بات ہوگی۔“ پرکاش نے کہا۔

”سنو! زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش نہ کرو۔“ دیپک نے خراب لہجے میں کہا۔

”صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ من مورت ایوارڈ کسے ولواؤں تمہیں یا پریم راج کو۔“

”کیوں، کیا آج تم بھگوان بن گئے ہو؟“

”ہاں، کچھ ایسا ہی ہے لیکن کل بات کریں گے۔“

”ہرگز نہیں، بات ابھی ہوگی، اگر تم آج مر گئے تو مجھے پتا ہی نہیں چلے گا کہ بات کیا تھی۔“ دیپک کے لہجے میں سفاکی تھی۔

”سوٹ پرنس! تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ میں حمید نہیں ہوں ہیرو، مجھے تم جیسے اچکے اور اٹھائی گیرے دھمکی نہیں دے سکتے۔“

”اوہ! میں اچکا ہوں، اٹھائی گیرا ہوں؟“ دیپک نے نرم لہجے میں کہا۔

”اور آج کے دن میں واقعی بھگوان ہوں ہیرو، میں جسے چاہوں ایوارڈ دلوا دوں، اگر تم نے اس بات پر یقین نہیں کیا تو بڑی سے بڑی رقم بھی مجھے خوش نہیں کر سکے گی۔“

”بلیک میلنگ؟ خیر، بتاؤ کیا چاہتے تمہیں اور سلسلہ کیا ہے؟“

”میں مستقل بنیادوں پر سوچ رہا ہوں، اسی لئے تو فیصلہ کرنا دشوار ہے، درنہ تو میں پریم راج کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ پریم راج مضبوط آدمی ہے۔ ایوارڈ ملتے ہی وہ سرکاری جائیداد کی وجہ سے اور دولت مند ہو جائے گا۔ بس ڈر یہ ہے کہ اس کی بیوی بہت شاطر ہے۔ مجھے اس سے ڈر لگتا ہے کہ بعد میں وہ مجھے کسی چکر میں پھنسا کر میرا پتا صاف کر دے گی۔ دوسری طرف تم ہو لیکن تم بہت بڑے جوئے کی حیثیت رکھتے ہو، اگر ایوارڈ تمہیں مل گیا تو تم جم سکتے ہو اور تمہارے ساتھ میں بھی۔ وعدے کی پاس داری کے لحاظ سے میں تمہیں سلی پر فوقیت دوں گا۔ تم بدعاش ہو، اس لئے تم پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ میں تمہارے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں، سوٹ پرنس۔“

پاگل ہو گئے ہو؟ اگر تم دہلی اسکینڈل کے سلسلے میں زبان کھولو گے تو تمہاری بات پر یقین کون کرے گا اور اگر کسی نے کر بھی لیا تو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔ کتنا بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔“

”اوہ! تو تم نے.....!“ پرکاش کی آنکھیں سکر گئیں۔ ”چلو، تمہاری اس حرکت

نے مسئلہ حل کر دیا۔ اب ایوارڈ پریم راج کو ملے گا۔“

دیپک نے جیب سے پانچ ہزار کا چیک نکالا اور اس کا گولا بنا کر پرکاش کے منہ پر کھینچ مارا۔ ”بس بہت ہو گئی۔ اب تمہیں اپنا معاوضہ وصول کرنے کے لئے یہ چیک کیش کرانا پڑے گا۔“

پرکاش نے چیک اٹھایا۔ اس کی شکنیں ددر کیوں اور اسے نہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ ”اب تمہیں بتاؤں۔ سلی کل میرے دفتر میں آئی تھی اس نے مجھے بتایا کہ وہ جانتی ہے، میں تمہارے لئے کام کر رہا ہوں۔ اس نے پیش کش کی کہ اگر میں اس کے لئے کام کروں تو وہ مجھے منہ مانگا معاوضہ دے گی۔ مجھے صرف تمہیں مقابلے سے باہر کرنا ہو گا۔“

دہلی والے معاملے میں تم مجھے نہیں پھنسا سکتے۔ دیش باپو کے حلفیہ بیان کا کیا کرو

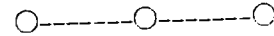
گے جینٹیس؟“

”دہلی کی بات کون کر رہا ہے، میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔ اب تم کپڑے پہننے لگے ہو تو اپنی اوقات بھول گئے ہو۔“ پرکاش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔  
”کیا بکواس ہے یہ؟“

”اپنے ابتدائی دن یاد کرو، جب تم پچاس روپے کے عوض کچھ بھی کر سکتے تھے۔ تمہاری ان دنوں کی یادگار تصاویر سے مزین ایک تاش کی گڈی میرے پاس بھی ہے۔“  
دپیک کا ہاتھ بہت تیزی سے گھوما۔ پرکاش کی ٹھوڑی پر ضرب لگی۔ وہ یورو سے ٹکرایا اور گل وان گر کر ٹوٹ گیا۔ وہ سنہیل کر اٹھا تو اس کے ہاتھ میں ٹوٹے ہوئے گل وان کا ٹکڑا نکلا تھا۔ وہ دپیک پر جھپٹا۔ دپیک نے اسے بائیں ہاتھ سے روکا اور دائیں ہاتھ سے پرکاش کے جڑے پر ضرب لگائی پرکاش الٹ کر دوڑ جاگرا۔ دپیک نے اپنے بائیں ہاتھ کے زخم کو دیکھا، جو چار انچ پر محیط تھا اور اس سے بڑی روانی سے خون کا اخراج ہو رہا تھا۔ اسی وقت اوم ناتھ بھاگتا ہوا کمرے میں آیا۔ کمرے کا منظر دیکھ کر اس کے منہ سے او بھگوان کے سوا کچھ بھی نہیں نکلا۔ دوسری طرف پرکاش نے اٹھ کر اپنی ٹکیلی بکل والی بیٹ کھول لی تھی اور اب دپیک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دپیک کو اندازہ تھا کہ اس کا بایاں ہاتھ بے کار ہو چکا ہے اور وہ بیٹ بے حد خطرناک تھی۔

وہ تیزی سے ڈرائنگ ٹیبل کی طرف جھپٹا اور اس نے وہ خنجر اٹھالیا، جس کا پھل چوہ انچ لمبا تھا۔ پرکاش نے جیسے ہی خنجر کی ایک جھلک دیکھی، وہ پلٹا اور باہر کی طرف بھاگا۔ دپیک خنجر لہراتم ہوئے اس کے پیچھے دروازے تک بھاگا۔ دروازے پر اوم ناتھ نے اسے دبوچ لیا، ورنہ وہ باہر تک پرکاش کا پیچھا کرتا۔

اوم ناتھ نے اسے کاؤچ پر لٹا دیا اور ڈاکٹر کو فون کر دیا۔ دپیک اپنے حواس میں نہیں تھا۔ صرف چند لمحوں میں اس کی پوری زندگی خطرناک طوفان میں گھر گئی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے۔



زخم میں پانچ ٹانگے آئے تھے۔ دپیک نے ڈاکٹر کو جھگڑے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔  
”شیو کے دوران زخم لگا ہے۔“ اس نے ڈاکٹر کو بتایا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد کچھ دیر بعد حمید آگیا۔ وہ سب کچھ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔  
”آخر ہوا کیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

دپیک نے دہلی والے معاملات کھولے بغیر اسے سب کچھ بتا دیا۔  
”خدا کی پناہ کھلی بلیک میلنگ۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس کی ٹھکائی کر دی۔ میں خود عرصے سے اسی چکر میں تھا۔“ حمید نے کہا۔  
”لیکن وہ تمہیں بہ آسانی مار سکتا ہے۔“

”اگر مجھے پوری طرح غصہ آ جائے تو وہ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اور میں اس کا بھرتا بنا سکتا ہوں۔ بہر حال، اس کی مرمت کاسن کر مجھے خوشی ہوئی۔“  
دپیک ہنسنے لگا۔ ”تم اسے خوفزدہ ہو کر بھاگتے دیکھتے تو اور خوش ہوتے۔ خنجر دیکھتے ہی اس کی ہوا خراب ہو گئی تھی۔“

”اور اگر وہ اس وقت تمہارے ہتھے چڑ جاتا تو؟“ حمید نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔  
”تو اس وقت اس کی آنتیں یہاں بکھری ہوتیں اور دل اور کلیجی فراننگ تین میں۔“

حمید اچانک ہی افسردہ ہو گیا۔ ”تم نے میری بات نہیں مانی، میں تم سے کتنا رہا کہ ایوارڈ کی مہم میرے سپرد کرو پوری طرح، ایوارڈ تمہیں ہی ملے گا، کسی گھٹیا منصوبے کی ضرورت نہیں، صرف تمہاری پرفارمنس کافی ہے لیکن تم کہاں سننے والے تھے۔ تم تو انسانوں کے شکار کو نکل کھڑے ہوئے۔ تمہیں اپنی پرفارمنس پر اعتماد ہی نہیں تھا۔ تم نے پرکاش جیسے گھٹیا آدمی کو ساتھی بنایا اور اب انجام تمہارے سامنے ہے۔ لعنت ہو تم پر۔ خیر کوئی بات نہیں، تمہیں کبھی نہ کبھی ایوارڈ کا موقع ملے گا۔ خدا کی قسم! اگلی بار میں تمہیں کچھ نہیں کرنے دوں گا، میں تمہاری مہم کا انچارج ہوں گا، سمجھو۔“

دپیک اسے بے یقینی سے دیکھتا رہا۔ ”کیا بات ہے، کہاں کی ہانک رہے ہو۔“  
”میرے سامنے اداکاری نہ کیا کرو۔“ حمید نے بھنا کر کہا۔

”تمہارا مطلب ہے، کھیل ختم ہو گیا؟“

”یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ اب کچھ نہیں رکھا۔“ حمید نے آہ بھر کے کہا۔  
”پرکاش جیسے لوگوں کے ساتھ وقت گزارو گے تو تمہارے جسم کی بدبو پورے شہر کی ناک

تک پہنچے گی۔ سلی اور پرکاش کا اشتراک بہت بھیاںک ہے۔ اب تو ایوارڈ صرف پریم راج کا ہے اور اگر تمہیں اس میں کوئی شک ہے تو تم دنیا کے سب سے بڑے احمق ہو۔

”ایک بات بتاؤں تمہیں۔“ ویپک نے بے حد رازداری سے کہا۔ ”تم گدھے ہو، بہت بڑھے گدھے۔“

حمید کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ ”میں گدھا ہوں؟“

”ہاں اور ساتھ ہی مخلص بھی ہو۔ یہ امتزاج اور زیادہ خوفناک ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے ساتھ اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود تم گدھے کے گدھے کیسے رہے۔“

”سنو ویپک! میں تمہارا مرہ نہیں ہوں۔“ حمید نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ”جو کھیل تمہاری حماقتوں کی وجہ سے خراب ہوا ہے، اس کی ذمہ داری تم مجھ پر نہیں ڈال سکتے۔ ہارے تم ہو نہ کہ میں۔ لہذا گدھے بھی تم ہی ہوئے۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ ویپک نے تحمل سے کہا۔

”نہیں ویپک، بہت ہو گئی۔ میں اپنے خلوص اور گدھے پن سمیت رخصت ہو رہا ہوں۔“ حمید نے جھٹکنے سے دروازہ کھولا لیکن ویپک کے زودار قبضے نے اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا۔

”اوم ناتھ۔“ ویپک نے پکارا۔ اوم ناتھ چراغ کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔ ”میں کامنی کو لینے نہیں جاسکتا، تم گاڑی لے کر جاؤ اور اسے لے آؤ۔ اسے اس جھگڑے کے متعلق کچھ نہ بتانا۔“

”ہاں، ہرگز نہ بتانا، یہ اسے اپنی اصلیت کیسے بتا سکتا ہے۔ یہ خود پسند، خود پرست.....“ حمید نے گرہ لگائی۔

”یہ مکالے کچھ بہتر ہیں۔“ ویپک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پتا سمجھا دیں مجھے صاب جی!“ اوم ناتھ نے جلدی سے کہا۔ وہ اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

”تم چھوڑو اوم ناتھ، حمید صاحب لے آئیں گے، اسے..... کیوں حمید صاحب؟“ ویپک نے کہا۔

”ہاں، یہ الو کے پٹھے، گدھے حمید صاحب لے آئیں گے، ذلیل و ملعون انسان۔“

حمید نے دھاڑ کر کہا۔

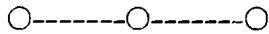
”بہت بہت شکریہ دوست۔“

حمید، ویپک کی طرف جھپٹا۔ اوم ناتھ سائلے میں آگیا۔ اس کے خیال میں ایک جھگڑا اور ہونے والا تھا لیکن صاحب جی تو اپنی جگہ ڈٹا رہا۔

ویپک کے قریب پہنچ کر حمید ٹھٹھکا۔ اس کا ہاتھ اٹھے کا اٹھا رہ گیا۔ ”ٹھیک ہے، میں دنیا کا سب سے بڑا اور مخلص گدھا ہوں۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ اس کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔ ”پرکاش کے پاس تاش کی وہ منحوس گڈی نہیں ہوگی، جس کے ہر پتے پر تم زمانہ قدیم کے وحشی انسانوں کی طرح بے شرمی سے کھڑے ہو۔ غضب خدا کا! ۵۲ ذلیل تصویریں، جن کے عوض تمہیں صرف سو روپے ملے تھے۔“

”وہ شرمناک نہیں ہیں۔“ ویپک نے بڑے سکون سے کہا۔ ”وہ فن پارے ہیں۔ تمہیں یاد نہیں، ان میں ارجن بھی ہے، رام بھی، بچھن بھی، کرشن بھی اور گنیش بھی، وہ تو دیوتاؤں کے روپ تھے۔“

”ٹھیک ہے بھائی، میں نے ہار مان لی۔“ حمید نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”میں جا کر کامنی کو لے آؤں گا، خدا اس بے چاری پر رحم کرے۔“



ویپک اگلے روز سو کر اٹھا تو تر و تازہ تھا۔ کامنی نے اسے جگایا۔ پتا چلا کہ ناشتا وہ پہلے ہی تیار کر چکی ہے۔ انہوں نے ناشتا ساتھ ہی کیا پھر کامنی بیڈ روم کی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ اوم ناتھ نے ویپک کو بتایا کہ کرنل مودی نے فون کیا تھا۔ ویپک نے کرنل کو فون کر کے ہفتے کا پروگرام سیٹ کر لیا۔ کرنل حیران تھا کہ شادی کے فوراً بعد کوئی شوہر ایسے کسی پروگرام پر کیسے عمل کر سکتا ہے۔

وہ فون سے فارغ ہوا ہی تھا کہ حمید آگیا۔ اس کے ہاتھ میں اخبار تھے، اس نے ویپک کی طرف اخبار بڑھا دیئے۔ ”تم نے وہ کام کیا میرا؟ اکیڈمی کے ممبرز والا۔“ ویپک نے پوچھا۔

”یہ کوئی وقت ہے اس کام کا“ وہ سب شام کو کافی ہاؤس میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں ان سے بات کروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ دیکپ نے بڑی طمانیت سے کہا۔

”میں نے تمہارے اشتہار کا پروف بھی بنا لیا ہے۔“ حمید نے کہا اور بریف کیس سے اشتہار کا پروف نکال کر اسے دے دیا۔

دیکپ نے پروف دیکھا۔ بائیں جانب روپ کمار کی اسٹل تھی..... پورے صفحے کی دائیں جانب من مورت ایوارڈ کا فرضی بیلت تھا۔ جس پر صرف روپ کمار کا نام لکھا تھا۔ اس کے نیچے مضمون تھا۔

بنام اراکین من مندر آرٹس اکیڈمی

اس سال بہترین اداکار کے من مورت ایوارڈ کا مستحق صرف

ایک ہی اداکار ہے۔ فلم سنڈر دیس میں روپ کمار، میں اپنا ووٹ

اسی کو دوں گا کیونکہ وہ ایک سچا ہندوستانی ہے۔ آپ بھی اسے ہی

ووٹ دیں۔

فقط خلوص کیش، دیکپ ٹیل

”میں نے پریس والوں کو بڑی مشکل سے سمجھایا کہ یہ تمہارا مذاق ہے۔“ حمید نے وضاحت کی۔

”بہت خوب۔“ دیکپ نے کہا۔

”تو اور کیا کرتا۔ حقیقت بتا دیتا انہیں؟“

”حقیقت! تمہیں کیا معلوم حقیقت کیا ہے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ حمید نے چبھنے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”یہ بھی طے ہو چکا کہ میں گدھا ہوں اور تم عقل مند ترین آدمی ہو لہذا تم مجھے اس عقل مندی کا مطلب سمجھاؤ۔“ اس نے اشتہار کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ روپ کمار کے لئے چارا ہے، یہ چارا نکلے ہی اسے مرا ہوا سمجھو۔“

”میں پھر دہراؤں گا کہ روپ کمار کی اہمیت ہی کیا ہے۔ اس کا کوئی امکان سرے سے ہے ہی نہیں۔“

”یہ بات تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو جینٹیس گدھے!“

”یہ میرا تجربہ ہے۔“ حمید نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔ ”اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے

اس اشتہار کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

”دیکپ نے پروف یہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ ”جھگوان کا واسطہ“ اب اسے بھول

جاؤ۔“ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔“

”اور پرکاش کی کوئی خبر؟“

”کوئی نہیں اور طے گی بھی نہیں۔“ دیکپ نے کہا پھر اس نے اخبار کھولا۔ ”وہ

دنگ رہ گیا۔ روٹی کی طرف سے اس کے حق میں دستبرداری کا خوبصورت اشتہار اس کے

سامنے تھا۔ بے حد متاثر کن اشتہار تھا۔ دیکپ کا حوصلہ بلند ہو گیا۔

○-----○-----○

حمید جا چکا تھا اور کامنی بھی گھر کی صفائی سے فارغ ہو چکی تھی۔ دیکپ اس فکر میں تھا کہ ہفتے کو کرٹل مودی اور روپ کمار کے ساتھ پروگرام کے سلسلے میں کامنی کو کس طرح

ہینڈل کرے۔ تمہید کے طور پر اس نے محبت بھری گفتگو سے اپنی مہم کا آغاز کیا پھر وہ بولا۔

”میرے خیال میں اب یہ مکان چھوٹا پڑے گا۔“

”ہاں اور مجھے یہاں ہر طرف بھوت ناپتے دکھائی دیتے ہیں، انتہائی حسین بھوت۔“

کامنی نے کہا۔

”مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا کہ ہم پلٹ کر ماضی میں کبھی نہیں دیکھیں گے۔“ دیکپ

نے اسے یاد دلایا۔

”ہاں، میں اب بھی نہیں دیکھ رہی ہوں لیکن یہ گھر تو ماضی کا مقبرہ معلوم ہوتا ہے،

یہاں صرف آنکھیں کھلی رکھنا ہی کافی ہے۔“

”چلو، اچھا ہے، میں تو ویسے ہی گھر بدلنے کے حق میں ہوں۔“ دیکپ نے دانت

نکالے۔ ”نی الحال خرید تو نہیں سکتا البتہ کرائے پر لیا جاسکتا ہے کوئی بنگلا، جہاں تک فرنیچر کا

.....“

”فرنیچر تو میرے پاس بھی ہے! اچھا خاصا۔“ کامنی نے جلدی سے کہا۔ ”لیکن کلکتہ



اس لمحے دپک کو ان گہری آنکھوں سے خوف آگیا۔ وہ اس کے وجود کے آر پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس نے کبھی خود کو دو سروں پر کھولنا پسند نہیں کیا تھا۔  
 ”میں تم سے محبت کرتی ہوں دپک۔“ اس کے لہجے میں اس کی آنکھوں کی سی سچائی تھی۔ ”میں تمہارے ساتھ لگکتے جانا چاہتی تھی۔ سوچا تھا کہ تمہیں اپنی خالہ سے ملواؤں گی۔“

”بات تو معقول ہے، کاش، میں چل سکتا لیکن تم ایسا کرو کہ لگکتے چلی جاؤ۔ روپ کمار والی ملاقات نمنا کر میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔“

کامنی بری طرح چونکی۔ ”پہنچ جاؤ گے کیا مطلب؟“  
 ”تمہیں یہ بات بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔“ دپک نے محضرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ ”اس ہفتے مجھے ایک پارٹی میں جانا ہے، تنہا۔ سچ یہ ہے سی، کہ روپ کمار سے یہ پارٹی شادی سے پہلے ہی طے تھی۔“

مجھے یقین ہے دپک، میں تم پر شک نہیں کر رہی لیکن کیا پروگرام تبدیل نہیں کیا جا سکتا؟“

”یہ ممکن نہیں ہے ڈیئر۔ روپ کمار کی پیش کش میرے لئے بہت اہم ہے۔ تین فلموں کا معاملہ ہے۔“

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ اوم ناتھ نے آکر بتایا کہ دپک کے لئے فون ہے۔  
 ”کون ہے؟“ دپک نے پوچھا۔

”نام تو میری سمجھ میں نہیں آیا صاحب جی۔“  
 دپک کو اندازہ ہو گیا کہ یقیناً ”کوئی لڑکی ہو گی۔ اس نے ڈرائنگ روم میں جا کر ریسپور اٹھا لیا۔ ”ہیلو۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”جولیا بول رہی ہوں، پرکاش کے دفتر سے۔“ دوسری طرف سے پرکاش کی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کھویار، کیا حال ہے؟“ دپک نے گرم جوشی سے کہا۔  
 ”اوہ، گلتا ہے، بیوی قریب ہی کھڑی ہے۔ ویسے مسٹر دپک، تم نے میرے ہاس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔“

میں ہے۔ وہاں سے لایا جاسکتا ہے۔“  
 ”تو تم فوری طور پر یہ دونوں کام کر ڈالو۔ بنگلا بھی پسند کر لو۔“  
 ”تم نہیں چلو گے میرے ساتھ؟“

”سی، میری مصروفیات تو تم دیکھ ہی رہی ہو۔“ دپک نے سرد آہ بھر کے کہا۔ کامنی کی خوبصورت آنکھوں میں مایوسی دیکھ کر اسے دکھ بھی ہوا لیکن مجبوری تھی۔ ”مجھے بہت سے کام نمٹانے ہیں سی۔“  
 ”ایوارڈ کے سلسلے میں؟“

”صرف ایوارڈ ہی نہیں اور چکر بھی ہیں۔ دنیش کی موت کے بعد مجھے فوری طور پر ایک ایجنٹ کی ضرورت بھی ہے دوسری طرف ہاتھ بھی تنگ ہو رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ فلاش ہو گیا ہوں لیکن گھر بیٹھ کر کھانے سے تو قارون کا خزانہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مجھے فوری طور پر کوئی فلم سائن کرنا ہے۔“

”تم جانتے ہو کہ میرے پاس رقم کی کمی نہیں۔“ کامنی نے سر ہلا کر کہا۔  
 ”جانتا ہوں لیکن میں بچتی کے زور پر زندگی گزارنے کا قائل نہیں ہوں۔“  
 ”حالانکہ شادی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں ایک جان ہو گئے۔“

”وہ اپنی جگہ لیکن مالیات تو پتی کا شعبہ ہی رہے گا۔ اس معاملے میں، میں بے حد قدامت پرست ہوں۔ ویسے بھی فیلڈ میں رہنے کے لئے کوئی نہ کوئی قلم ضروری ہے۔“  
 ”میرا خیال ہے، ایوارڈ تک انتظار کر لو۔ ایوارڈ ملنے کے بعد تمہیں بہتر رول ملیں گے۔“ کامنی نے پُر خیال لہجے میں کہا۔

”یہ بات درست ہے، اسی لئے تو سب سے پہلے مجھے ایجنٹ مقرر کرنے کی فکر ہے۔ تاکہ ایوارڈ ملنے ہی وہ سرگرم ہو جائے۔ میں تمہیں یہی تو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ.....“

”میں جانتی ہوں، تم کیا کرنا چاہتے ہو۔“ کامنی نے کہا۔ ”یہی کہ میں تمہارے لئے رکاوٹ ثابت ہو رہی ہوں۔“  
 ”نہیں۔“

”اس میں ڈرنے کی بات ہے۔ کھل کر بتاؤ نا مجھے۔“

”جیسا تم کہو۔“ دپک نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
”مجھ سے مل لو۔ میرا خیال ہے، یہ ملاقات ہم دونوں ہی کے لئے سودمند رہے گی۔“

”ٹھیک ہے دوست، میں سمجھ گیا، میں تمہیں رنگ کر کے بتا دوں گا۔“ دپک نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا، اگر جولیا خود اسے بلیک میل کرنے کے چکر میں نہیں تھی تو یقیناً یہ سودمند ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ بیڈ روم میں واپس آیا۔ کامنی کھڑکی کے قریب کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔  
”سوری سی۔“ اس نے کامنی کا ہاتھ تھام کر کہا۔

کامنی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بہت اداس اور بہت پیاری لگ رہی تھی۔  
”دیکھانا۔“ اس کے لمبے میں بھی اداسی تھی۔ ”میں رکلوٹ ثابت ہو رہی ہوں۔“  
”کیسی باتیں کر رہی ہو سی۔ پلیز، سمجھنے کی کوشش کرو۔“ دپک نے اسے چکارتے ہوئے کہا۔ ”مجھے اپنا طرز زندگی بدلنا ہو گا لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا ڈیر، مجھے کچھ مہلت تو دو۔“

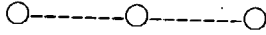
کامنی نے سر کو تھیمی جنبش دی۔ ”اگر تم اجازت دو تو میں ڈریم لینڈ چلی جاؤں۔ جب تم اپنے کلام نمٹالو گے تو واپس آ جاؤ گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ دپک نے جھٹ کہا لیکن فوراً ہی اسے خیال آیا کہ اسے خود کو اتنا خواہش مند ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ ”میرا جی نہیں چاہتا کہ تم اب وہاں اکیلی رہو۔ یہی بھی یہ بات پسند نہیں کرے گا۔ میرا گدھا دوست تم پر مرنا ہے بری طرح۔“  
”حمید بہت اچھا آدمی ہے اگر تم اسے موقع دو تو وہ بیش قیمت آدمی ثابت ہو گا۔“  
کامنی نے تند لمبے میں کہا۔

”آدمی کبھی موقع ملنے کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ موقع خود پیدا کرتا ہے۔“ دپک نے تلخی سے کہا۔ ”خیر یہی کو ترکھ میں ڈالو۔ میں وہاں تمہیں تنہا نہیں رہنے دوں گا۔“  
”میں درشنا کو ساتھ لے جاؤں گی۔“

”درشنا! کون درشنا؟ وہ تو نہیں جو یہاں بمبئی میں تمہارے فلیٹ میں رہتی ہے!“  
”ہاں وہی۔“

”ٹھیک ہے، روپ کمار کی پارٹی نمٹاتے ہی میں آؤں گا اور پھر تمہیں کلکتے چلیں گے۔“  
”اوکے!“  
”اوکے۔“



چار بجے کامنی، درشنا کے ساتھ ڈریم لینڈ کے لئے روانہ ہو گئی۔ دپک سات بجے گھر سے نکلا۔ جولیا کافلیٹ زیادہ دور نہیں تھا۔ جولیا نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ ”مجھے تم سے ملنے کی بڑی آرزو تھی مسٹر دپک۔“ جولیا نے کہا۔ ”کچھ پیو گے؟“  
”جو جی چاہے پلا دو۔“ دپک نے بے تکلفی سے کہا۔

چند لمبے بعد جولیا نے اسے جام لا کر دے دیا پھر اس نے بڑے غور سے اس کے بائیں ہاتھ کو دیکھا، جس پر پٹی بندی ہوئی تھی۔

”شیو کرتے ہوئے کٹ گیا تھا۔“ دپک نے وضاحت کی۔ اس نے کامنی سے بھی یہی کہا تھا اور کامنی کو شک بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

جولیا نے قہقہہ لگایا۔ ”پرکاش دیر تک کراہتا اور تمہیں گالیاں بکتا رہا تھا۔ ویسے وہ لڑنے بھڑنے والا آدمی ہے پھر بھی تم نے اس کی خاصی مرمت کر دی۔ دیکھنے میں تو تم ایسے نہیں لگتے۔“

دپک خاموشی سے جام سے گھونٹ لیتا رہا۔ وہ جلد از جلد اصل بات سننا چاہتا تھا۔  
”پرکاش تمہارے لئے خاصی مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔“ جولیا نے کہا۔ ”تمہارے خلاف اس کے پاس خاصا مواد ہے۔ میں نے بھی تاش کی وہ گڈی دیکھی ہے۔“  
”اوہ!“ دپک سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”کہاں ہے وہ گڈی؟“

”پرکاش کے سیف میں اور سیف کا کامبی نیشن مجھے معلوم ہے۔“ جولیا نے معنی خیز لمبے میں کہا۔

”تو پھر؟“

”سنو مسٹر دپک! مجھے سودے بازی نہیں آتی۔“ جولیا نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھے پرکاش سے نفرت ہے۔ سانپوں سے کون نفرت نہیں کرتا۔ پہلے تو یہ سن لو کہ پرکاش کے

ارادے کیا ہیں۔“

”مجھے کچھ اندازہ ہے۔ وہ سسلی پریم راج سے سودے بازی کر رہا ہو گا۔“

”درست ہے۔ ویسے مسٹر دپک، وہ عورت تم سے نفرت کرتی ہے، شدید نفرت۔“

”جیسے پرکاش تمہارا سانپ ہے، میں سسلی کا سانپ ہوں۔“ دپک نے مسکرا کر کہا۔

”اور وہ بے حد خطرناک عورت ہے۔“

”خطرناک ترین کہو۔“

”نہیں خطرناک ترین تو تم ہو۔“ جولیا نے ستائشی لہجے میں کہا۔ ”بہر حال، سسلی کی پرکاش سے گفتگو میں نے سنی تھی۔ سسلی نے تمہیں ایوارڈ کے راستے سے ہٹانے کے لئے پرکاش کو دس ہزار روپے کی آفر کی تھی۔ سولہ تاریخ سے پہلے پہلے بلکہ ہو سکے تو تیرہ تاریخ سے پہلے۔“

”ہوں“ تیرہ تاریخ کو بیلٹ پیپر پوسٹ ہوں گے۔ سولہ تک پہنچیں گے۔ کیا یہ جاتا ہے کہ بیشتر ووٹ پہلے تین دن کے دوران کاٹ کئے جاتے ہیں۔“ دپک نے وضاحت کی۔

”تب تو زیادہ وقت نہیں ہے۔ پرکاش آج کل ہی میں وار کرنے والا ہو گا۔“

”ہاں، یہ درست ہے۔“

”اور پرکاش نے تمہاری وہ باون تصویریں شہر بھر میں پھیلا دیں تو.....“

”اے کم از کم پانچ سال کی سزا ہو گی۔ بلیک میلنگ کے جرم میں۔“

”لیکن تم تو ختم ہی ہو جاؤ گے، ہے نا؟“

”ہاں، یہ تو ہے، لیکن تم نے بھی مجھے کچھ سوچ کر ہی بلایا ہو گا۔“

جولیا کچھ فکر مند نظر آنے لگی۔ ”یہ بتاؤ، مجھے کیا فائدہ ہو گا؟“

”یہ تو تمہیں بتانا ہو گا۔ میں تو ان تصویروں کے بدلے تمہیں منہ مانگا معاوضہ دے سکتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ میری بساط سے زیادہ نہ ہو۔“

”تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں پرکاش مرہ جیسی ہوں۔“ جولیا نے برہمی سے کہا۔

”نہیں ڈیر جولیا۔ میں تو صرف تم سے پوچھ رہا ہوں کہ آخر تم کیا چاہتی ہو؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ وہ نروس ہو گئی۔ ”مجھے اس قسم کی حماقتوں کا تجربہ

نہیں ہے۔ صرف اتنا کرو کہ پرکاش سے میرا پیچھا چھڑا دو۔ میں زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہوں۔ میں بہت تنہا ہوں، یہ تنہائی مجھے مار ڈالے گی۔“

”چلو دپک پٹیل۔ بلی تھیلے سے باہر آگئی“ دپک نے سوچا۔ وہ بے چاری صرف عورت بننا چاہتی تھی۔ وہ دلکشی سے محروم تھی اور اسے کسی کی قربت کی تنہا تھی۔ ”دیکھو۔ جولیا۔ میں تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہوں۔“ دپک نے پُر خیال لہجے میں کہا۔ ”میں تمہیں ایک مقام دلوا سکتا ہوں اس دنیا میں.....“

”جو کچھ میں کر رہی ہوں، وہ میرے لئے خطرناک ہے۔“ جولیا نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”گڈی غائب ہوتے ہی پرکاش سمجھ جائے گا کہ یہ میری حرکت ہے۔ وہ خطرناک آدمی ہے تم مجھے تحفظ دے سکتے ہو؟“

”تم میری سیکرٹری کے طور پر کام کرنا چاہو گی؟“ دپک نے پوچھا۔

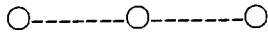
جولیا کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ ”مجھے بے وقوف تو نہیں بتا رہے ہو تم؟“

”ہرگز نہیں، جہاں تک تنخواہ کا سوال ہے، میں دوسروں سے کچھ زیادہ ہی دوں گا اور اگر مجھے ایوارڈ مل گیا تو میری اپنی قلم کمپنی ہو گی۔ اس صورت میں تمہیں ایگزیکٹو پوسٹ ملے گی۔ سوچ لو، کتنے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ بھرپور زندگی ہو گی تمہاری۔ جولیا، میں زیادہ دوست نہیں بناتا لیکن جو لوگ آڑے وقت میں کام آئیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھتا ہوں، یہ ہے میری پیش کش فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔“

”میں..... میں تمہارے ساتھ ہوں مسٹر دپک۔“ جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”گڈ! تو بات بچی رہی!“

جولیا نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔



دپک نے صبح سوا آٹھ بجے کامنی کے ڈریم لینڈ والے گھر فون کیا۔ درشنا نے بتایا کہ وہ سو رہی ہے۔ ”ٹھیک ہے، کامنی سے کہنا کہ مجھے فون کرے۔“ ریسپور رکھ کر وہ اوم

ناٹھ کی طرف متوجہ ہوا، جس نے ناشتہ لگا دیا تھا۔ ”تمہیں ایک کام کرنا ہے لیکن بہت احتیاط سے۔“ دپک نے اسے سوکانوٹ دیتے ہوئے کہا۔ ”ڈاک کے ساتھ لفافے لے آؤ۔ تین مختلف پوسٹ آفسز سے لینا، میں ہیں، سمجھ گئے؟“

اوم ناٹھ کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ تاہم اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔  
”اور لفافے خریدتے وقت دستانے ضرور پہننا، کسی لفافے کو ہاتھ نہ لگنے پائے اور کار میں جانا۔“ دپک نے مزید کہا۔

اوم ناٹھ کے جانے کے بعد دپک نے روپ کمار کے گھر کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے سندرنے فون ریسیو کیا۔ ”سوری دپک بابو۔“ اس نے معذرت کی۔ ”آپ تو روپ صاحب کا مزاج جانتے ہی ہیں۔ میں نے انہیں سوتے سے اٹھایا تو مجھے جان سے مار دیں گے۔“

”مجھے تم سے بات کرنا تھی دوست۔“ دپک نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ ”تمہیں معلوم ہے ناکہ روپ جی نے مجھے اپنی بوٹ پر مدعو کیا ہے؟“  
”جی ہاں، مجھے معلوم ہے۔“

”بات یہ ہے کہ میرے ساتھ میرا ایک دوست بھی آرہا ہے۔ مووی ہے اس کا نام‘ میں عام حالات میں اسے ہرگز نہ لاتا لیکن جب روپ دادا کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ویسے بھی اس سے گوٹ پھنسی ہوئی ہے۔ اپنی اب دشواری یہ ہے کہ مووی کے نزدیک روپ دادا دنیا کا بدترین اداکار ہے میں نے اسے منہ بند رکھنے کا ہدایت نوکی ہے لیکن وہ ذرا بڑبڑلا آدھی.....“

”تب تو میرا خیال ہے، آپ انہیں ساتھ نہ ہی لائیں تو بہتر ہے۔“  
”دشواری یہ ہے سندرن کہ اب میں کچھ نہیں کر سکتا، اسے مدعو کر چکا ہوں۔ دوسری طرف مجھے دادا کو اشتہار کا پروف بھی دکھانا ہے۔ اشتہار پیر کی صبح شائع ہوگا، لہذا اتوار تک اسے دادا سے اوکے کرنا ضروری ہے۔ ویسے تم مووی کی فکر نہ کرو، میں اسے قابو میں رکھوں گا۔ بس تم اتنا کرو کہ دادا کو اس سلسلے میں پہلے ہی سمجھا دو۔“

”وہ.....وہ..... میرا خیال ہے، آپ اپنے دوست کو سنبھالے رکھئے گا۔ روپ صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہیں، جہاں دو چار جام حلق سے اترے، ہو گیا کبازا پھر

انہیں کچھ بھائی نہیں دیتا۔“

”تم فکر نہ کرو۔ میں پوری احتیاط سے کام لوں گا۔“ دپک نے کہا۔ وہ سندرن کی

پریشانی سے محفوظ ہو رہا تھا۔ ”اوکے ڈیر..... سی یو۔“

دپک نے ریسپور رکھا تو حمید کی آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔

”یہ کیا چکر چلا رہے ہو؟“ دپک نے پلٹ کر دیکھا۔ حمید اپنی چابی سے دروازہ کھول

کر اندر آیا ہو گا۔ نہ جانے اس نے کتنی گفتگو سنی ہوگی۔

”میرے چکروں کی فکر نہ کرو۔ لاؤ، چابی مجھے دے دو۔“ دپک نے ہاتھ پھیلاتے

ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

حمید نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”کیا..... کیا کہہ رہے ہو؟“

”چابی مجھے دے دو۔ آج کے بعد تم بھی اوروں کی طرح اطلاعی گھنٹی بجایا کرو

گے۔“

”دیکھو..... دیکھو، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔“

دپک صرف اس کی توجہ فون پر ہونے والی گفتگو سے ہٹانا چاہتا تھا۔ نرم لہجے میں

بوللا۔ ”ناراضی کی بات نہیں۔ اب میں شادی شدہ ہوں یہی۔ تم جانتے ہوں کہ شادی کے

بعد سب کچھ بدل جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کامنی کو اپنا گھر، گھر نہ لگے، یہ اب اسی کا گھر

ہے نا۔“

حمید نے چابی اسے دے دی۔ ”ہاں یار، یہ بات تو ہے آئی ایم سوری۔“ پھر اس

نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ ”تم نے بتایا نہیں کہ کیا چکر چلا رہے ہو؟“

”بھول جاؤ سب کچھ۔“

”نہ کہہ رہے تھے فکر نہ کرنے کو اور احتیاط کا وعدہ بھی کر رہے تھے، کوئی لڑکی

تھی؟“

دپک نے سکون کا سانس لیا۔ گویا حمید نے صرف آخری دو جملے سنے تھے۔ ”اب

لڑکی کا کیا کام پیارے گئے دن آوارگی کے، کافی پیو گئے؟“

”اوم ناٹھ کہاں ہے؟“

”باہر گیا ہے کام سے۔“

”اور کامنی؟“

”وہ گھر میں نہیں ہے۔“

”جھگڑا تو نہیں ہو گیا تمہارا؟“

”کیا مصیبت ہے؟ تم آدمی ہو کہ سوالیہ نشان؟“ دپک نے جھنجھلا کر کہا۔ ”سوالیہ نشان کے بغیر بات ہی نہیں کرتے۔ نہیں میرے باپ کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے، اب میرے سر پر سوار نہ ہو جانا۔“

حمید نے پیالی میں اپنے لئے کافی انڈیلی اور بولا۔ ”یہ اتنے چڑے کیوں ہو رہے ہو تم؟“

”یہ ایوارڈ میرے دماغ پر سوار ہو گیا ہے۔“ دپک نے معذت خواہ لہجے میں کہا۔ ”اب میرا تازہ ترین منصوبہ سنو۔ منگل کے روز تمہیں رپورٹر اور ورائٹی میں اشتہار شائع کرانا ہے۔ مضمون کچھ یوں ہو گا، ایوارڈ کی مہم کے سلسلے میں کچھ لوگوں کے بے ہودہ طرز عمل کی وجہ سے میں اپنا دستبرداری کا اعلان واپس لے رہا ہوں۔ ہر شخص دوسرے کا گلا کاٹنے اور اسے لوگوں میں رسوا کرنے کی فکر میں ہے۔ میں اس رویے کے خلاف بطور احتجاج بہترین اداکار کے ایوارڈ کے سلسلے میں دیانت داری سے مقابلہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔“

پہلے تو حمید کا منہ حیرت سے کھلا پھر اس نے دیوانہ وار تہقہ لگایا۔

”خدا کی پناہ! ان برے بچوں کے خلاف اشتہار دوں جو صرف تم ہو۔ ایک تم ہی تو ہو جو اپنے حریفوں کے سونیاں چھوٹا پھر رہا ہے اور اب تم اپنے رویے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مقابلے سے دستبرداری کا اعلان واپس لے رہے ہو، واہ بھئی واہ۔“ اس نے کہا اور پھر ہنسنے لگا۔

”ہاں، میں تو بد معاش ہوں لیکن وہ سلمیٰ اور پریم راج، وہ تو فرشتے ہیں نہ پریم راج نے تو روٹی کو پھنسانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔“

حمید یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔ ”ہاں، یہ تو ہے لیکن کون جانے، تم خود بھی تو روٹی کے چکر میں تھے۔“

”تم بس اشتہار لکھو اور اسے چھپوا دو۔ میں اخبار کے اس صفحے پر تیزابیت دیکھنا چاہتا

ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ میرے متعلق باتیں کریں، مجھے ایوارڈ لینا ہے تو یہ ضروری ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اب میں واقعی کوئی چکر نہیں چلاؤں گا۔ تمہارے کہنے کے مطابق اب فینز پلے ہو گا۔“

”کاش..... کاش“ میں تم پر یقین کر سکتا۔“

”سنو، مجھے تمہارے یقین اور بے یقینی کی کوئی پروا نہیں۔“ دپک نے اٹھ کر

دھاڑتے ہوئے کہا۔

حمید سہم گیا۔ ”میرا مطلب تھا.....“

تم نہ میرے ٹکراؤ ہو اور نہ محتسب اور نہ تم میرے حاکم ہو۔“

”میں نے کب کہا۔“ حمید نے کھوکھلے لہجے میں کہا پھر فون کی گھنٹی نے اسے بچالیا۔

دپک نے بڑھ کر ریسپور اٹھایا۔ اس کا خیال تھا کہ کامنی کا فون ہو گا لیکن دوسری

طرف سے جولیا بول رہی تھی۔ ”میں نے تاش کی گڈی نکال لی ہے۔“

دپک نے گھڑی میں اس وقت دیکھا۔ ”دس منٹ بعد کیفے شہزاد پہنچ جاؤ۔ حمید وہاں

پہنچ کر تم سے پیکٹ لے لے گا۔“ پھر اس نے ریسپور رکھ دیا۔

”یہ..... یہ کیا.....؟“

”میں نے جولیا کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس کے نتیجے میں تاش کی وہ منحوس گڈی

ہمارے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے۔ تم کیفے شہزاد جاؤ اور اس سے وہ گڈی لے آؤ۔“

حمید نے اچھل کر دپک کو لپٹا لیا۔ ”دپک..... دپک! تم واقعی جینیٹیس ہو۔“

”تم یقین ہی نہیں کرتے، کب سے بتا رہا ہوں تمہیں۔“

حمید نے گھڑی دیکھی اور بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بھاگا۔ اسے کیفے شہزاد

پہنچنا تھا۔ پندرہ منٹ بعد اوم ناتھ لفافے لے آیا۔ دپک نے انہیں رومال کی مدد سے تھما

اور بیڈ سائیڈ کی دراز میں مقفل کر دیا۔ ”سن لنگور! ان لفافوں کے بارے میں حمید کو نہ

بتانا۔“ اس نے اوم ناتھ سے کہا۔ اوم ناتھ نے مہر لایا۔ اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی۔ دروازہ

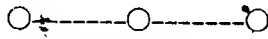
کھلتے ہی حمید کا کھلا ہوا چہرہ نظر آیا۔ اس نے ایک پیکٹ دپک کی طرف اچھال دیا۔ ”جولیا

بہت خوفزدہ تھی، اس نے بتایا۔“ مجھے پیکٹ دیتے ہی فوراً واپس چلی گئی۔“

”تم نے دیکھا تو نہیں انہیں؟ ہاتھ تو نہیں لگایا؟“ دپک نے پوچھا۔

بھی اور ایڈیٹرز بھی۔

اب اسے وہ لفافے پر کاش کے دفتر سے قریب ترین لیٹر بکس میں ڈالنے تھے۔ وہ لفافوں کو بیک میں ڈال کر نکل آیا۔ پر کاش کے دفتری والی سڑک سنسان تھی۔ اس نے جلدی جلدی لفافے لیٹر بکس میں ڈالے۔ اپنی کار کی طرف واپس جاتے ہوئے وہ خود کو ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ وہ گھر واپس آگیا۔ چار بجے فون کی گھنٹی بجی۔ ونود بول رہا تھا۔ ”پر کاش نے اپنی سیکرٹری جو لیا کو بہت بری طرح مارا ہے۔“ ونود نے بتایا۔ ”قتل عمد کا کیس ہے۔ پر کاش فرار ہو گیا ہے۔“



ویک کو اسپتالوں سے خوف آتا تھا۔ استقبالیہ پر اسے بتایا گیا کہ جو لیا کی حالت ابھی تشویشناک ہے اور اس سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ چوکیدار کی نظریں بچا کر وارڈ میں گھس گیا۔ جو لیا کی حالت دیکھ کر اسے ترس آنے لگا۔ اس کی دونوں آنکھیں سیاہ ہو رہی تھیں۔ ہونٹوں پر وہ جگہ ٹانگے تھے۔ دائیں رخسار پر بھی ٹانگے تھے۔ وہ یقینی طور پر پر کاش کی خونخوار انگوٹھی کا مکمل تھا۔ بائیں رخسار پر نیل پڑے ہوئے تھے۔ وہ پُر شور انداز میں سانس لے رہی تھی۔ ”جولی..... جولی۔“ ویک نے آہستہ سے اسے پکارا۔

جولیا کی پلکیں پھڑپھڑائیں، جیسے وہ اذیت میں مبتلا ہو پھر اس کی پلکیں اٹھ گئیں۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں پھر اس کی نظروں میں شناسائی ابھری۔ ”اس..... نے مجھے..... مارا۔“ اس نے بچوں کی طرح شکایتی لہجے میں کہا۔ ”مجھے معلوم ہے، تم بولو مت اور تکلیف ہو گی۔ صرف میری بات سنو، اوکے!“

ویک نے کہا۔

وہ اسے دیکھتی رہی۔ اس نے پکوں کو اثباتی جنبش دی۔

”تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں تمہاری دیکھ بھال کروں گا۔ پر کاش کا بھی حشر خراب کر دوں گا میں، تم اس کی فکر نہ کرو۔“

اس کی آنکھوں سے ایک آنسو رخسار پر پھسل آیا۔

”نہیں جیسا، پیکٹ ملا ویسا ہی تم تک لے آیا ہوں۔“

ویک بیڈ روم میں چلا گیا۔ اس نے دستانے نکال کر پنے، صوفے پر بیٹھ کر پیکٹ کھولا اور پتوں کا جائزہ لینے لگا۔ حمید ڈرائنگ روم ہی میں موجود تھا اور اوم ناتھ سے کافی کا تقاضا کر رہا تھا۔ ویک نے گڈی کو دوبارہ پیکٹ میں رکھا۔ دستانے اتارے۔ انہیں اور گڈی کو الماری میں مقفل کیا اور ڈرائنگ روم میں آگیا۔

”چلو، تمہاری جان چھوٹ گئی۔ اب تم ایوارڈ جیت سکتے ہو۔“ حمید نے کافی کی پیالی خالی کر کے رکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ”بہتر ہے کہ انہیں جلا دو۔“

اس کے جانے کے بعد ویک، اوم ناتھ کی طرف متوجہ ہوا۔ ”تم نے میرے اور پر کاش کے جھگڑے کی آوازیں سنی تھیں؟“ اس نے پوچھا۔

”صرف آوازیں صاحب جی! ویسے کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں نے کچھ سنا ہو؟“

”ہاں، اس نے مجھے تاش کے ان پتوں کی وجہ سے بلیک میل کیا تھا، مجھے تباہ کرنے کی وحمکی دی تھی۔“

”جی ہاں صاحب جی۔“

”اس نے کہا تھا کہ وہ ان پتوں کو تمام اہم آدمیوں کو بھیج دے گا۔“

”جی ہاں صاحب جی، انہوں نے یہی کہا تھا۔“ اوم ناتھ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”لیکن صاحب جی! یہ تو بہت خراب کھیل ہے اور پھر آپ کو اسے کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ صاحب جی! آپ تو ویسے ہی جیت جائیں گے۔“

”بس بکواس بند کر۔ میری جان کو وہ ایک حمید ہی بہت ہے کہ اب تو بھی پر پڑے نکالنے لگا۔“

”بہتر صاب جی!“ اوم ناتھ نے کہا اور کچن میں چلا گیا۔ ویک بیڈ روم میں چلا آیا۔ اس نے کامنی کو فون کیا۔ گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے جھنجھلا کر ریسیور ہنچ دیا۔ پھر اس نے الماری سے دستانے اور تاش کی گڈی نکالی۔ بیڈ سائیڈ دراز سے لفافے نکالے اور کام میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی بادوں لفافے تیار ہو گئے۔ اس نے لفافوں پر ایڈریس ٹائپ کئے۔ وہ سب بڑے بڑے لوگوں کے نام تھے جو من مورت ایوارڈ کے سلسلے میں اہمیت رکھتے تھے۔ ان میں اخبارات بھی تھے، ہدایت کار بھی، میوزک ڈائریکٹر

”ٹھیک ہے، آپ پہلے اپنی مریضہ پر توجہ دیں۔ اسے کسی پرائیویٹ کمرے میں منتقل کرا دیں۔“

ویپک کینٹین پہنچا جہاں اے ایس آئی امیت موجود تھا۔ ویپک نے اسے بتایا کہ وہ جولیہ کے سلسلے میں آیا ہے۔

”مجھے اتنے بڑے فلم اشار کی آمد کی امید نہیں تھی۔“ امیت نے خوش دلی سے کہا۔ ”من مورت ایوارڈ کے لئے نامزد ہونے والے کبھی چھوٹے نہیں سمجھے جاتے۔ میں نے فرشتہ دیکھی تھی۔ اتنی اچھی پرفارمنس میں نے کم ہی دیکھی ہے۔“

”شکریہ۔ تم جانتے ہو دوست کہ اس لڑکی کا یہ حشر کس نے کیا ہے۔ پرکاش مہو نے۔“ ویپک نے کہا۔ امیت نے سر کو تھیمی جنبش دی۔ ”کبھی ملے ہو اس سے؟“ ویپک نے پوچھا۔

”میں نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔“ امیت نے کہا۔ ”میں اپنا اور آپ کا وقت ضائع کرنے کے بجائے تفصیل بتا دوں۔ تین بجے کے قریب راہ گیروں نے مس جولیہ کی چیخیں سنیں۔ وہ اندر گئے تو فرش پر مس جولیہ لہولہاں پڑی تھی۔ پرکاش کا کہیں پتا نہیں تھا۔“

”تم پرکاش پر کیا الزامات عائد کرو گے؟“ ویپک نے پوچھا۔

”اقدام قتل، باقی لڑکی کے بیان پر منحصر ہے۔ ممکن ہے اس نے مجرمانہ حملہ بھی کیا ہو۔ یہ بتائیں کہ آپ کا اس معاملے میں کیا تعلق ہے؟“

”تعلق ہے اور مجھے افسوس ہے کہ یہ سب کچھ غلط موقع پر ہوا۔ میرے لئے ایوارڈ کی اہمیت بہت زیادہ ہے لیکن دشواری یہ ہے کہ میں ایوارڈ کے لئے نامزد نہ ہوتا تو یہ ناخوشگوار واقعہ بھی نہ ہوا ہوتا۔“

”کیا مطلب؟ کیا پرکاش آپ کو بلیک میل کر رہا تھا۔“

”اس کا جواب میں دے سکتا ہوں لیکن آف دی ریکارڈ۔“

”یہ تو ممکن نہیں آپ جو کچھ بتائیں گے، میں اسے یقیناً استعمال کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس پرکاش کو سزا دلوانا چاہیں گے تو خود بھی بدنامی سے نہیں بچ سکیں گے اور ایوارڈ سے محروم ہو جائیں گے جب کہ آپ کے نزدیک ایوارڈ بہت زیادہ اہم ہے۔“ امیت نے کہا۔ ”میرے خیال میں تو بہتر ہے کہ آپ اپنی جگہ میں نہ پڑیں۔“

ویپک نے رومال نکال کر آنسو پونچھ دیا۔ ”روؤ مت جولی اور میری بات غور سے سنو۔ جب تک میں تمہیں نہ بتاؤں، کوئی بیان نہ دینا۔ نہ ڈاکٹر کو، نہ پولیس اور نہ کسی اور کو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کب، کیا بیان دینا ہے۔ اس سے پہلے تم اپنے ہونٹ سٹے رکھنا۔ سمجھ گئیں؟“

جولیہ نے پھر پلکوں کو اثباتی جنبش دی۔

”اے مسٹر، تم کون ہو؟“ عقب سے کسی نے سخت لہجے میں کہا۔ ویپک نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ڈاکٹر تھا۔ ویپک اسے ایک طرف لے گیا۔

”ڈاکٹر، اس لڑکی سے میرا یہ تعلق ہے کہ آئندہ ہفتے سے یہ میری ملازمت میں آنے والی تھی۔“ اس نے وضاحت کی۔

”ہمیں اس کے رشتے داروں کی تلاش ہے جو اس کی ذمہ داری قبول کر سکیں۔“ ڈاکٹر نے کہا۔ ”تم اداکار ہو نا؟ ویپک.....“

”ویپک پٹیل۔“ ویپک نے جلدی سے کہا۔ ”ڈاکٹر! میں پوری طرح اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے کسی پرائیویٹ کمرے میں منتقل کیا جائے۔ دوسرے اسے جس چیز کی ضرورت ہو، فراہم کی جائے بل میں ادا کروں گا۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ کنڈیشن کیا ہے اس کی؟“

”جتنی خراب ہم شروع میں سمجھے تھے، اتنی خراب نہیں ہے۔“ ڈاکٹر نے کہا۔ ”بہر حال، بے چاری زبردست تشدد کا نشانہ بنی ہے۔ دو پسلیاں ٹوٹ گئیں ہیں۔ ایک بات بتاؤ مسٹر، تم اس میں دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟“

”وہ میری دوست ہے اور سیکرٹری میری بننے والی تھی۔ آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، بل تو میں ادا کروں گا۔“

”تمہیں معلوم ہے کہ کیا ہوا تھا۔“ ڈاکٹر نے پوچھا۔

”معلوم ہے کیا ہوا اور کس نے کیا، یہ بھی معلوم ہے، مجھے یہ بھی پتا ہے کہ وہ گھٹیا آدمی کہاں چھپا ہو گا لیکن یہ پولیس کا درو سر ہے۔“

”ہاں“ ڈاکٹر نے پُر خیال لہجے میں کہا۔ ”ایک اے ایس آئی نیچے کینٹین میں موجود ہے وہ لڑکی کا بیان لینا چاہتا ہے۔“

دیکھنے نے بارمین کو آرڈر دیا پھر اوہر اوہر دیکھا۔ ”جو کچھ تمہارے ساتھ دہلی میں ہوا، میرے ساتھ یہاں ہو رہا ہے۔“

”کیا؟ کیا ہوا؟ بتاؤ مجھے!“ رونی اچھل پڑا۔

”مجھے پرکاش مرہ نے بلیک میل کرنے کی کوشش کی ہے۔ سلسلہ تم سمجھ سکتے ہو، ماضی تو ہر شخص کا ہوتا ہے نا۔“

”لیکن پرکاش کے پیچھے کون ہے؟“ رونی نے پوچھا۔

”میں صرف تین اندازے لگا سکتا ہوں۔“

”تین اندازوں کی کسے ضرورت ہے؟“ عقب سے کسی نے دیکھ کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

دیکھ نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پریم راج تھا۔ ”کم از کم مجھے نہیں ہے۔“ دیکھ نے تپ کر کہا۔

”ہونی بھی نہیں چاہئے، کم از کم تمہیں۔“ پریم راج نے بے حد تندہ لہجے میں کہا۔

”پلیز! اب تم لوگ لڑنے نہ لگنا، میں لڑائی سے بہت بیزار ہوتا ہوں۔“ رونی نے اپیل کی۔

دیکھ، پریم راج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔ پریم راج خاصا نشے میں تھا۔ ورنہ اتنی آسانی سے پلکیں جھپکنے والا نہیں تھا۔ تاہم پلکیں جھپکتے ہی اس نے جھینپ مٹانے کے لئے بارمین کو چیخ کر جام لانے کو کہا پھر وہ دوبارہ دیکھ کی طرف مڑا۔ ”اور سناؤ،“

وہ حسینہ کہاں ہے، تمہاری بیوی؟“ اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”تم سناؤ پلٹا، ممی کہاں ہیں؟“ دیکھ بھی چوکنے والا کہاں تھا۔

”سلمیٰ بے چاری تو بچوں میں گھری رہتی ہے۔ کامنی جان کے متعلق بتاؤ نا۔ وہ تو ابھی نئی نئی ہے۔“

دیکھ کے ذہن میں شک کا سایہ سالہا لیا۔ اسے سودائی کے پر۔ میسر پر پریم راج کی وہ نظریں یاد آگئیں، جن سے اس نے کامنی کو دیکھا تھا۔ اس کا خون کھول گیا۔ پھر وہ یہ سوچ کر لرز گیا کہ اس نے پریم راج کے ساتھ جو کچھ بیلا کے سلسلے میں کیا تھا، پریم راج

بھی کامنی کے ساتھ وہی کچھ کر سکتا ہے۔ دراصل وہ مجرم ضمیر کا معاملہ تھا، اسی لئے وہ بیلا

خواجواہ گندگی سیٹھے کا فائدہ؟“

”میں سوچوں گا۔“ دیکھ نے اپنی آواز میں لرزش سمونے کی کامیاب کوشش کی۔

”لیکن اس بے قصور لڑکی کی خاطر اور انصاف کے نام پر میں ہر قربانی دے سکتا ہوں۔“

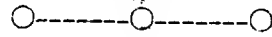
”سوچ لیں۔“

”ضرور سوچوں گا۔“ دیکھ نے کہا۔ ”اب میں تمہیں وہ بتا رہا ہوں، جہاں وہ چھپا ہوا ہو گا۔ میری درخواست ہے کہ اسے چوبیس گھنٹے کی مہلت دو، پھر چھپلا مارنا۔“ اس نے

پتا لکھ کر اے ایس آئی کو دے دیا۔ ”یہ ایک فوجی خانہ ہے۔“

”شکریہ دیکھ جی، ایک بات اور..... آپ اس لڑکی میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔ کوئی ایجنسی بات تو نہیں؟“

”حسن کے سلسلے میں، میں کبھی قلت کا شکار نہیں رہا۔ ابھی دو روز پہلے تو میری شادی ہوئی ہے۔“ دیکھ نے خشک لہجے میں کہا۔



وہ آٹھ بجے ڈرم لینڈ پہنچا۔ کامنی کا بنگلا تاریک تھا۔ بظاہر تو ایسا لگتا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ چابی دیکھ کے پاس نہیں تھی اور وہ بنگلے میں غیر قانونی طور پر گھسنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسے میں واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

بمبئی کی حدود میں داخل ہوتے ہی اسے طلب محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ وہ ریکٹ کلب چلا گیا کلب کے بار میں زبردست رش تھا۔ وہاں رونی سے ملاقات ہو گئی۔

”دیکھ، دنیا میں تم سے بڑا ناشکرا میں نے نہیں دیکھا۔“ رونی نے شکایتی لہجے میں لیکن ہنستے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہیں کئی بار فون کیا لیکن تم ملے ہی نہیں۔“

”جھوٹے آدمی۔ میں تو گھر سے نکلا ہی نہیں۔“

دیکھ جھینپ گیا۔ ”بہر حال رونی، اس اشتہار کے سلسلے میں تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے میں الفاظ کہاں سے لاؤں۔ بہت خوبصورت اشتہار تھا لیکن غیر ضروری۔“

”تم کچھ بھی کہتے رہو، ایوارڈ تمہارا ہے، اسی سلسلے میں پلاؤ ایک جام۔“



اور کامنی میں فرق نہ کر سکا۔ اسے تو اتنا یاد تھا کہ کامنی نے اسے فون بھی نہیں کیا تھا اور ڈریم لینڈ والے بنگلے میں بھی نہیں ملی تھی۔

”بہت پیاری لڑکی ہے۔“ پریم راج نے کہا۔ ”میں نے زندگی میں اتنی پیاری لڑکی پہلے نہیں دیکھی۔ تم شاید اس سے ملے نہیں ورنہ وہ یقیناً تمہیں بتاتی کہ رات ہم نے کتنا اچھا وقت ایک ساتھ گزارا ہے۔“

رونی تیزی سے ان دونوں کے درمیان آگیا۔ ”پریم! تمہیں اتنی رکیک بات نہیں کرنا چاہئے۔“ اس نے پریم راج سے کہا۔

”تو تم کیا بگاڑ لو گے میرا؟“ پریم راج اسی پر پلٹ پڑا۔

دیکھ نے بڑی نرمی سے رونی کو ایک طرف ہٹا دیا۔ ”تم ہٹ جاؤ، اس کے چڑھائے میں نہ آؤ۔“ اس نے رونی کو سمجھایا۔

”شاید تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تمہاری بیوی کہاں ہے؟“ پریم راج نے کہا۔

”یہ درست ہے، مجھے نہیں معلوم کہ کامنی کہاں ہے؟“ دیکھ نے دانت پیس کر کہا۔ ”لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ سلی کہاں ہے۔“

”اوہ واقعی؟“ پریم راج محتاط ہو گیا۔

”ہاں، اس وقت وہ گھر پر بیٹھی آنسو بہا رہی ہو گی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ اس نے مجھے تباہ کرنے کے لئے پرکاش کو میرے پیچھے لگایا تھا۔ پرکاش جو کچھ کرنے والا تھا،

اس سے مجھے اس کی سیکرٹری نے مطلع کر دیا۔ پرکاش نے اپنی سیکرٹری کو مار مار کر موت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ پولیس، پرکاش کی تلاش میں ہے اور پرکاش اپنی جیب میں تمہاری بیوی

کا دیا ہوا چیک لئے پھر رہا ہے۔“

پریم راج نے جام بیچ دیا اور دھاڑتے ہوئے دیکھ کو گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن دیکھ نے جھکائی دے کر اس کے پیٹ میں مسلسل چار پانچ گھونے رسید کر دیئے۔

پریم راج لڑکھڑا کر چار قدم پیچھے گیا۔ لڑائی فوراً ہی ختم ہو گئی کیونکہ بار میں موجود لوگوں نے پریم راج کو پکڑ لیا تھا۔ دوسری طرف رونی نے دیکھ کو بار سے باہر دھکیل دیا تھا۔

دیکھ خاموشی سے بار سے نکل آیا۔ وہ خود کو بھی بہت زیادہ تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اسے وہ رات تنہا گزارنا تھی۔

دیکھ صبح دس بجے دوبارہ ڈریم لینڈ پہنچ گیا لیکن کامنی اب بنگلا اب بھی دیران تھا۔ اب دیکھ کی تشویش کی کوئی حد نہ رہی۔ کامنی کہاں تھی؟ کیا چکر تھا؟ وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے فون کیوں نہیں کیا تھا؟ گیارہ بجے کے قریب وہ اسپتال پہنچا۔ جولیا کو پرائیویٹ کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے اور وہ مسلسل دیکھ کو پکارتی رہی ہے۔

دیکھ، جولیا کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اسے دیکھ کر خوش نظر آنے لگی۔ ”ہیلو

دیکھ۔“ اس نے بے حد نحیف آوازیں کہا۔

”کیا حال ہے، بے بی؟“

”ٹھیک نہیں ہے۔“

”پانچ منٹ سے زیادہ نہ رکتا۔“ ڈاکٹر نے دیکھ کو ہدایت دی۔ ”اسے کچھ دیر پہلے

مسکن دوائیں دی گئی ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

”دیکھو بے بی، میں جانتا ہوں کہ بات کرنے میں تمہیں تکلیف ہو گی۔ چنانچہ زیادہ

تر گفتگو میں کروں گا، تم مختصر ترین جواب دینا۔“ دیکھ نے کہا۔

”ہاں، مسٹر دیکھ! میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ.....“

”یہ مکلف چھوڑو، وقت کم ہے اور مجھے بہت اہم باتیں کرنا ہیں۔“ دیکھ نے کہا۔

”میری بات غور سے سنو۔ کل شام سلی پریم راج، پرکاش سے ملنے آئی تھی۔ تم نے ان

دونوں کی گفتگو بھی سنی اور پرکاش کا میرے خلاف منصوبہ بھی سنا، یہی بات ہے نا؟“

جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اور سلمیٰ نے پرکاش کو معلوم بھی دیا؟“ جولیا نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ ”چیک کے ذریعے یا کیش؟“ دیکھ نے پوچھا۔

”چیک سے“ جولیا نے جواب دیا۔

”چیک پرکاش ہی کے پاس تھا۔ فرار ہوتے وقت؟“ دیکھ نے کشیدہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں، میرے بیگ.....“

”اوہ، تمہارے بیگ میں ہے۔“ دیکھ نے حیرت سے کہا۔ ”ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا۔ بیگز چیک ہو گا اور اس نے تمہیں کیش کرانے کو دیا ہو گا، مگر نہ چیک کی پشت پر اس کے دستخط ہوں اور نہ اس کے خلاف کچھ ثابت کیا جاسکے۔ اوہ..... اوہ..... میرا چیک بھی اس نے تمہارے ہی ذریعے کیش کرایا ہو گا؟“

جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

دیکھ نے ڈیسر پر رکھا ہوا بیگ اٹھایا اور بڑی بے تابی سے اس کی تلاشی لے ڈالی۔ بیگ میں چیک موجود نہیں تھا۔ جولیا نے بیگ میں رکھے ہوئے چھوٹے پرس کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھ نے پرس کھولا۔ اس میں چیک موجود تھا۔ دیکھ نے چیک کو بغور دیکھا۔ وہ سلمیٰ اور پریم راج کا مشترکہ اکاؤنٹ تھا۔ چیک دس ہزار کا تھا اور اس پر سلمیٰ کے دستخط موجود تھے۔ بیجان کے زیر اثر دیکھ کے ہاتھ لرزنے لگے۔ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ وہ خود بھی محتاط تھا۔ اس نے چیک کو رومال کے ذریعے پکڑا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ چیک پر سلمیٰ اور پرکاش دونوں کی انگلیوں کے نشان ہوں گے۔

اس نے چیک دوبارہ پرس میں رکھا اور پرس کو بیگ میں رکھ دیا۔

بیگ کو دوبارہ ڈیسر پر رکھ کر وہ جولیا کی طرف متوجہ ہوا، جس پر شاید دوا کی وجہ سے غشی طاری ہو رہی تھی، اس نے نرمی سے جولیا کو جگایا جولیا نے آنکھیں کھول دیں۔ ”تم نے چیک کیش کیوں نہیں کرایا۔ چیک کا وقت ختم ہو گیا تھا؟“ دیکھ نے پوچھا۔ جولیا نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ”پھر وہ سیف کی طرف گیا ہو گا مگر گڈی نکال کر تمہیں پوسٹ کرنے کے لئے دے۔“ دیکھ نے مزید کہا۔ ”سیف کو خالی پا کر وہ سمجھ گیا ہو گا اور“

غصے میں اس نے تمہیں مارا ہو گا۔“

جولیا نے پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”دیکھ، اب مجھ سے جا کا نہیں جا رہا۔ انہوں نے مجھے نہ جانے کیسی دوا دی ہے۔“

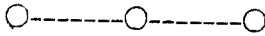
”ٹھیک ہے۔ بے بی بس ایک بات اور غور سے سنو، یہ سب کچھ سچ ہے۔ بس تمہیں اپنے بیان میں ایک تبدیلی کرنا ہے۔ ان سے کہنا کہ گڈی تمہارے پاس نہیں تھی۔ جب پرکاش تمہیں مار پیٹ کر فرار ہوا تو تاش کی وہ گڈی اس کے پاس تھی۔ میں تمہیں بعد میں سب کچھ بتا دوں گا۔ فی الحال تمہیں یہ بیان دینا ہے کہ تاش کی وہ گڈی تمہارے پاس کبھی نہیں رہی ٹھیک ہے۔“

”ہاں دیکھ، میں سمجھ گئی۔“

”اب تم سکون سے سو جاؤ۔ تم جلد ہی ٹھیک ہو جاؤ گی، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی جولیا سو گئی تھی۔ دیکھ اس کے کمرے سے نکل آیا۔ وہ اپنی کار میں اسپتال سے نکل رہا تھا کہ اس نے اے ایس آئی امیت کو اسپتال کی طرف جاتے دیکھا۔



دیکھ گھر نہیں گیا۔ ایک اعتبار سے پرکاش کی طرح اب وہ خود بھی مفروز تھا۔ وہ پولیس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس کے اور جولیا کے بیان میں تضاد کا کوئی امکان نہ رہے۔ اس کے علاوہ تاش کے باون دھماکے خیز پتے اپنی اپنی منزل پر پہنچ گئے ہوں گے یا پہنچ رہے ہوں گے یعنی وہ بمبئی کے فلمی حلقوں میں کھلبلی مچنے کا وقت تھا، پھر گھر جانے میں ایک قباحت اور بھی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہاں حمید اس کی جان کھانے کے لئے موجود ہو گا۔ اسے کارڈ کی تقسیم کا علم ہو گیا ہو گا یا تو وہ اس پر شک کر رہا ہو گا یا پرکاش کو برا بھلا کہہ رہا ہو گا کہ اس نے احتیاطاً دو گڈیاں رکھی تھیں۔ دونوں صورتوں میں حمید کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔ ان دنوں وہ ویسے بھی کچھ زیادہ ہی شکی پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ بے مصرف ادھر ادھر گھومتا پھرا۔ کرنل مودی سے ملاقات میں ابھی تین

نے کرنل مودی سے کہا۔ ”میں ابھی آتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ عرشے کی طرف چل دیا۔  
جہاں روپ سندر کے ساتھ کھڑا تھا۔

”کیا ہو رہا ہے دادا؟“ دپک نے چمک کر کہا لیکن اچانک اسے کامنی یاد آگئی۔ نہ  
جانے کہاں تھی وہ؟ کیا کر رہی تھی؟ وہ فکر مند ہو گیا۔

”ہوا کھا رہا ہوں؟“ روپ کمار نے جواب دیا۔

دپک نے جیب سے اشتہار کا پروف نکال کر پھیلا دیا۔ روپ کمار نے پروف کو بغور  
دیکھا اور خوش نظر آنے لگا۔ ”کلمہ میں تو قیامت ڈھائے گا۔“ دپک نے کہا۔ ”لوگوں کے  
دلوں پر اور میری جیب پر۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ پیسوں کی پروا نہ کرو، بل مجھے بھجوا دینا۔“ روپ کمار نے  
فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

”یہ ناممکن ہے دادا۔ میرے خلوص اور محبت کی توہین مت کرو۔ یہ اشتہار میری  
طرف سے چھپے گا۔“ دپک نے تند لہجے میں کہا۔

”واہ دوست، واہ۔“ روپ کمار نے بڑے جوش سے اس کی پیٹھ تھپکی۔ ”اس وقت  
میرا جی چاہ رہا ہے کہ سندر کی پٹائی کر ڈالوں۔“  
”وہ کیوں؟“

”بد بخت تم جیسے دوست پر شک کرتا ہے۔“ روپ کمار کے لہجے میں برہمی تھی۔  
دپک مسکرا دیا۔ اسے محسوس ہوا کہ سندر بھی حمید جیسا ہو گا۔ غلام سارے ایک  
جیسے ہی ہوتے ہیں۔

”واپس بیچتے ہی میں یہ اشتہار چھپنے کے لئے دے دوں گا۔“ روپ کمار نے کہا۔  
”نہیں، میں دوں گا۔“ دپک نے جلدی سے کہا۔ ”میں کل صبح جاؤں گا دیکھو  
دوست! میں اس معاملے میں بہت جذباتی ہوں۔ اس سلسلے میں بحث نہ کرنا مجھ سے۔“  
”اچھا بابا، ٹھیک ہے، آؤ اب بار میں چلیں۔“

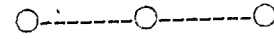
وہ بار میں پہنچ کر پینے میں مصروف ہو گئے۔ چند ہی لمحے بعد پہلی لڑکی نمودار ہوئی۔  
اسے دیکھ کر کرنل مودی کی آنکھیں چمکنے لگیں، لڑکی بے حد حسین تھی۔  
”یہ وہ اوشا ہے، جس کے بارے میں، میں نے تمہیں بتایا تھا۔“ روپ کمار نے فخریہ

گھٹنے باقی تھے۔ سسک سسک کر، رینگ رینگ کر وہ تین گھنٹے گزر گئے۔ اس نے کار  
پارک کی اور کیفے شزاد میں داخل ہو گیا۔ وہ کافی پی ہی رہا تھا کہ کرنل مودی آگیا۔ دپک  
نے اس کے لئے بھی کافی منگوائی۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

”کوئی اہم بات بتانا ہے تو بتا دو۔ مشن شروع ہونے والا ہے۔“ کرنل نے خوش دلی  
سے کہا۔

”بس، اس ہیرو کو یہ نہ بتانا کہ تمہارا تعلق فوج سے ہے۔ اس نے فوجیوں کے  
کردار اس کثرت سے کیے ہیں کہ اب خود کو جنرل ہی سمجھتا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ  
پارٹی میں لڑکیاں کون کون ہوں گی۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ روپ کمار اس معاملے میں  
خوش ذوق آدمی ہے۔“

وہ بل ادا کر کے باہر نکل آئے۔



سندر گودی پر موجود تھا۔ وہ انہیں چھوٹی کشتی کے ذریعے روپ کمار کی بوٹ،  
سادھنا تک لے گیا۔ اوپر بوٹ پر روپ کمار ان کا منتظر تھا۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے ان  
کا استقبال کیا۔ دپک نے روپ کمار اور مودی کو متعارف کرایا۔ کچھ دیر رسمی باتیں ہوتی  
رہیں۔ مودی کو بوٹ بہت پسند آئی تھی۔ وہ اس کی تعریف کرتا رہا اور روپ کمار خوش  
ہوتا رہا۔

”آؤ بار میں چلیں۔“ روپ کمار نے کہا۔ ”لڑکیاں تیار ہو رہی ہیں۔ تین ہیں۔  
اوشا میری ہے، باقی دو کے لئے تم لڑ سکتے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ میں ان دونوں کے لئے  
تم دونوں سے لڑ سکتا ہوں۔“

انہیں بار میں چھوڑ کر روپ کمار ایک طرف چلا گیا۔ ”یار، یہ اتنا برا آدمی تو  
نہیں، جتنا میں اسے سمجھتا تھا۔“ مودی نے کہا۔

”چار چھ جام اس کے معدے میں اترنے دو پھر کہنا یہی بات.....“ دپک نے کہا۔  
”اس معاملے میں تو اپنا بھی یہی حال ہے۔“ مودی نے بے فکر سے کہا۔  
اس لئے تو میں نے تم دونوں کو یکجا کیا ہے، دپک نے دل ہی دل میں کہا۔ پھر اس

”میں نے کہا نا۔‘نوداک‘نوتاک‘نتھنگ۔ مجھ سے تم کوئی امید نہ رکھنا۔“ ڈولی کے لہجے میں سختی تھی۔ ”میں اپنی سہیلیوں کے شوہروں کے ساتھ بہت محتاط رہتی ہوں۔“

”یہ راگ کسی اور کو دینا۔“ دیک نے چڑ کر کہا۔

”چلو، یہی سہی۔ کم از کم اپنے دوست حمید کا ہی لحاظ کر لو۔“

”حمید، یہ حمید کہاں سے آکودا؟“

”کیوں، وہ تمہارا دوست نہیں ہے؟“

”حمید کے ہوتے ہوئے دشمنوں کی ضرورت البتہ نہیں ہو سکتی۔ لڑکی! تم لونڈوں کے ساتھ گھومتی رہی ہو، اب ایک مرد بھی سہی۔“

”وہ مجھے اب تک ملا ہی نہیں۔“ ڈولی نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ دیک کو اس کی نفرت کی شدت نے دہلا دیا۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو حاصل کر کے رہے گا۔

اچانک مینا نے بھوک بھوک کا شور مچا دیا۔ سبھی تانیہ کرنے لگے۔ سندھ پارٹی سپر دائرہ کار رول کر رہا تھا۔ اس نے اعلان کیا۔ ”خواتین و حضرات! سینڈوچ حاضر ہیں۔“

”نہیں چلیں گے۔“ مینا نے چیخ کر کہا۔ ”میں کھانے کی بات کر رہی ہوں۔“ اب کرنل مودی، روپ کمار، اور اوشا بھی، نہیں چلیں گے نہیں چلیں گے کا شور مچا رہے تھے۔

”اس کی ایک ہی صورت ہے۔“ سندھ نے بے بسی سے کہا۔ ”کشتی میں بیٹھیں اور ساحل کی طرف چل دیں۔“

اس بار..... ٹھیک ہے، ٹھیک ہے کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں سونے جا رہی ہوں، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ ڈولی نے کہا اور نیچے کیبن کی طرف چلی گئی۔

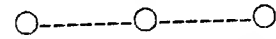
باقی تمام لوگ عرشے پر پہنچے۔ سبھی کے قدم ڈنگا رہے تھے۔ دیک اپنے منصوبے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جس کی کامیابی کا اب اسے کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی توقع کے برعکس مودی اور روپ کمار میں گاڑھی چھن رہی تھی۔ اسے ان کو لڑوانے کی کوئی ترکیب نہ آتی تھی جو کچھ مشکل نہیں تھا لیکن اس وقت اس کے دماغ پر ڈولی کا بھوت

لہجے میں کہا پھر اس نے اوشا کا دیک اور مودی سے تعارف کرایا۔

دوسری لڑکی مینا تھی، وہ آتے ہی کرنل مودی سے چپک گئی، مودی بھی ریشہ خنکی ہوا جا رہا تھا۔ تیسری لڑکی کو دیکہ کر دیک حیران رہ گیا۔ وہ ڈولی تھی..... کامنی کی سہیلی، جو حمید سے پیٹنگیں بڑھا رہی تھی۔ اس وقت نیلے لباس میں وہ قیامت لگ رہی تھی، چلتی پھرتی قیامت۔

حیرانی کا وہ حملہ یک طرفہ نہیں تھا۔ ڈولی لبوں پر مسکراہٹ سجائے بار میں داخل ہوئی تھی لیکن دیک پر نظر پڑتے ہی اس کی مسکراہٹ ہوا ہو گئی۔ روپ کمار نے اسے بتایا کہ دیک آ رہا ہے لیکن اس نے روپ کمار کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ پروگرام دیک اور کامنی کی شادی سے پہلے طے ہوا ہو گا اور اب دیک نہیں آئے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا لیکن وہ موجود تھا۔

دیک کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ وہ پہلی ملاقات کے بعد سے ہی ڈولی کی آرزو کر رہا تھا۔ اس مسرت آمیز سنسنی کی سرشاری میں اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اسے دیکہ کر ڈولی کی آنکھوں میں نفرت اور برہمی جھلک اٹھی ہے۔



نوبت تک وہ سب نشے میں چور ہو گئے۔ بقدر مقدار اور بقدر ظرف روپ کے کے دھاڑ نما قہقہوں سے بار لرز رہا تھا۔ دیک کا نشہ دہرا تھا۔ شراب اور پھر ڈولی کی قربت۔ وہ بدست ہوا جا رہا تھا۔ وہ کچھ زیادہ بے تکلف ہوا تو ڈولی نے اسے ڈانٹ دیا۔

”میں کیا کر سکتا ہوں۔“ دیک نے بسی سے کہا۔ ”تم اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہوں۔ آؤ عرشے پر چلیں۔“

”کسی اور سال یہ فرمائش کرنا۔“ ڈولی نے سرد لہجے میں کہا۔

وہاں کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ ہر شخص دوسرے میں گم تھا۔ خود سے اور باقی لوگوں سے یکسر بے خبر۔

”آؤ چلو نا میرے ساتھ، چل قدمی کریں گے، مجھے تم سے کچھ باتیں بھی کرنا ہیں۔“

دیک نے اصرار کیا۔

سوار تھا۔ اس کے علاوہ اسے کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔  
”آؤ دیکھو!“

بچے سے روپ کمار نے اسے پکارا تو اسے احساس ہوا کہ تمام لوگ کشتی میں اتر چکے ہیں اور عرشے پر وہ اکیلا کھڑا ہے۔ ”تم لوگ جاؤ“ میں بیس رکوں گا، کہیں کوئی تمہارا جہاز چرا کر نہ لے جائے۔“ اس نے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے۔“ روپ کمار نے سنجیدگی سے کہا۔ ”شکریہ دوست! ہم چلتے ہیں۔“  
ہوا بے حد سرد تھی۔ دپک کو تھر تھری چڑھنے لگی۔ وہ بار میں آیا اور اس نے اپنے لئے ایک جام بنایا۔ وہ بے مقصد ادھر ادھر گھومتا اور جام سے گھونٹ لیتا رہا۔ اس نے جام خالی کر کے ایک طرف پٹا اور نچلے کیبنوں کی طرف چل دیا۔ اسے یقین تھا کہ ڈولی اس کی منتظر ہے۔ ظاہر ہے..... یہ بات نہ ہوتی تو وہ رکتی کیوں۔

بچے چھ کیبن تھے۔ پہلے پانچ کیبن خالی تھے، چھٹے کیبن کا دروازہ بند تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑاتا اور دروازہ کھولنے کی ترکیبیں سوچتا رہا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ دروازہ پھسلنے والا ہے۔ بحری جہازوں میں ایمر جنسی کے خیال سے قفل والے دروازے استعمال نہیں کئے جاتے۔ اس نے دروازے کو دھکیلا اور کیبن میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ سوئی ہوئی اس قیامت کو دیکھتا رہا جو اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ پھر وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے لرزتا ہوا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

دوسرے ہی لمحے جیسے قیامت آگئی۔ ڈولی بری طرح ہاتھ پیر چلا رہی تھی۔ اس کا گھٹنا دپک کے جڑے پر لگا۔ ڈولی کے ناخنوں نے اس کی گردن کو کان کے نیچے تک اوھڑ کر رکھ دیا۔ وہ ویسے ہی نشے میں تھا۔ ڈولی کی جارحیت نے اسے اور دہلا دیا۔ ”نکل جاؤ۔“ نکل جاؤ یہاں سے۔“ ڈولی حلق کے بل چیخ رہی تھی۔ ”میں تمہیں جان سے مار دوں گی جانور۔“

دپک گرتا پڑتا بہ مشکل کیبن سے نکلا۔ وہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ڈولی دروازے پر کھڑی تھی۔ ”یاد رکھنا دپک پٹیل! تمہیں اس ذلالت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔“ ڈولی نے چیخ کر کہا۔ ”تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ تمہیں اس کی کیا قیمت ادا کرنا پڑے گی۔“

”ڈولی، آئی ایم سوری میں نشے میں تھا ڈولی، مجھے معاف کر دو۔ بھگوان کی قسم میں شرمندہ ہوں۔“ دپک نے گڑگڑا کر کہا۔

”تم صرف اپنی تباہی کا انتظار کرو۔“

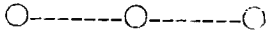
”نشے میں ہونے کے باوجود دپک کو اندازہ ہو گیا کہ ڈولی مختلف لڑکی ہے۔ اس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا تھا اور واقعی اپنی تباہی کا سامان کر لیا تھا۔ ”تم کیا چاہتی ہو مجھ سے؟“

”صرف دیکھتے رہو، میں تمہیں برباد کر کے رہوں گی۔“

دپک کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ پلٹا، تن کر کھڑا ہوا اور اس نے ڈولی کے چہرے پر نظریں جمادیں۔ ”ٹھیک ہے لیکن اپنی تباہی کا بھی خیال رکھنا۔“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

ڈولی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ ذرا بھی خائف نہیں ہوئی۔ وہ بیلا نہیں تھی کہ خالی خولی دھمکیوں سے ڈر جاتی۔ ”یہ گیدڑ بھکیاں کسی اور کو دینا۔“ اس نے کہا اور کیبن کا دروازہ بند کر لیا۔

دپک اوپر چلا آیا۔ اس کے پیٹ میں گرہیں سی پڑ رہی تھیں۔ شدید تکلیف تھی۔ وہ السر کی تکلیف تھی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ بڑے غلط موقع پر ایک بڑے عذاب میں پھنس گیا ہے۔ ایوارڈ کے دن السر کی شکایت اور اس پر ڈولی کا عذاب۔ وہ اسے افروڈاٹ سمجھتا تھا لیکن وہ جون آف آرک ثابت ہوئی تھی۔ وہ تین گھنٹے بار میں بیٹھا رہا۔ اب وہ السر کی وجہ سے شراب بھی نہیں پی سکتا تھا۔



دپک نے ایک کیبن میں رکھے ہوئے آئینے میں اپنے عکس کو بہ غور دیکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے نوچی کھسوٹی حالت میں دیکھا جائے۔ گردن پر چار کم و نیچے بالکل واضح تھے اور ان سے خون رس رہا تھا۔ اس نے کھونچوں پر پاؤڈر کی تہ جمادی۔ تمام لوگوں کے واپس آنے کے کچھ دیر بعد وہ بار میں پہنچا۔ کچھ دیر بعد ڈولی بھی آگئی۔ ڈولی کے چہرے کے تاثر نے دپک کی پریشانی میں اضافہ ہی کر دیا۔

”یہ ایوارڈ وزا“ روپ کمار نے حیرت سے کہا۔ ”پاگل ہو گئے ہو کیا؟ بے وقوف کس کے؟ یہ ایوارڈ میرا ہے۔ میں برسوں سے خود کو اس کا مستحق ثابت کر رہا ہوں۔“

”مزاحیہ اداکاری نہ کرو مجھے ہنسی آجائے گی۔“ کرنل مودی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم بھی ہے کہ سندردیس کتنے لوگوں نے دیکھی تھی؟“ روپ کمار نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”بے شمار بد نصیبوں نے۔“ کرنل مودی نے جواب دیا۔ ”ان میں‘ میں بھی شامل تھا۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ تمہارے لئے ایوارڈ جیتنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ فلم کیسی تھی۔ تم نے اس فلم میں بھارت کا جھنڈا لہرانے کے سوا کیا ہی کیا تھا۔“

روپ کمار نے مودی پر حملہ کر دیا۔ سندر نے چیخ کر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن نشتے اور غصے کے امتزاج نے غضب ڈھایا تھا۔ اس کے گھونے نے کرنل کو حیران کر دیا لیکن وہ روپ کمار کے مقابلے میں بہتر کنڈیشن میں تھا۔ اس نے جھکائی دیتے ہوئے، بیچ کو کندھے پر لیا۔ اس کے باوجود وہ لڑکھڑا کر گرا۔ گھونے کی پشت پر روپ کمار کے پورے جسم کی قوت تھی۔ مینا چیخنے لگی۔ اوشا اور ڈولی کیبن کی طرف جانے والے زینے میں جا دیکیں۔

کرنل مودی بہت تیزی سے سنبھلا۔ دپک نے دیکھ لیا کہ مودی ٹھیک ٹھاک ہے۔ روپ کمار زیادہ نشے میں تھا۔ دپک کو خدشہ ہوا کہ مار مار کر کرنل روپ کمار کا بھرکس نکال دے گا۔ روپ کمار ہاتھ لراتے ہوئے خطرناک تیوروں کے ساتھ کرنل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کرنل نے چار پانچ جھکائیاں دیں اور روپ کمار کے پیٹ میں کرائے کا وار کیا۔ روپ کمار پیٹ پکڑ کر دہرا ہو گیا۔ سندر بار کے پیچھے سے بھاگا ہوا آیا اور دپک کے کچھ سمجھنے سے پہلے اس نے عقب سے کرنل مودی کو بری طرح جکڑ لیا۔ اتنی دیر میں روپ کمار سنبھل چکا تھا۔ اس نے مودی کے جڑے پر پوری قوت سے دایاں گھونسا مارا۔ وہ بہت زور دار گھونسا تھا۔ دپک کو اندازہ ہو گیا کہ کرنل خطرے میں ہے۔ وہ تیزی سے سندر کی طرف لپکا۔ اس سے پہلے ہی کرنل 'سندر کے پیٹ پر کینوں کی ضرب لگا چکا تھا۔ سندر لڑکھڑاتا پیچھے ہٹا۔ اسی وقت دپک نے اس کے مسلسل تین چار ہاتھ رسید کر دیے۔

ڈولی سیدھی روپ کمار کی طرف چلی گئی۔ ”سنو روپی“ اس نے روپ کمار کو مخاطب کیا۔ ”اس ذیل شخص نے میرے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تھی۔“  
اوشا نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں قہقہہ لگایا۔  
”ہسنے کی کیا بات ہے اس میں؟“ ڈولی نے سخت لہجے میں کہا۔  
”اب تم اتنی بچی بھی نہیں ہو۔“ اوشا نے کہا۔

مینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”زیادتی کچھ اچھا لفظ نہیں، اس سے کچھ بچنا بھلکتا ہے۔“  
 ”تم لوگ بکواس مت کرو۔“ ڈولی نے انہیں ڈانٹا پھر روپ کمار کی آستین کھینچتے ہوئے بولی۔ ”یہ سچ ہے روپی۔“ اس دیکھنے میں میرے کیبن میں مجھ پر حملہ کیا تھا۔“  
 ”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔“ روپ کمار نے نفرت سے کہا۔ ”اس نے آئندہ ایسا کیا تو میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔“

”یہ جھوٹی اور مکار ہے۔“ وپک نے نفرت سے کہا۔ ”اس نے خود مجھے بلایا تھا اور پھر اچانک مزاحمت شروع کر دی.....“ اس نے گلی دی۔  
 بول مٹھیاں بھینچ کر دپک پر جھپٹی۔ وپک نے بڑی آسانی سے اسے ہٹا لیا۔ وہ نیچے گر گئی۔

”خبردار دیک، تم اس بوٹ پر کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے اور نہ گلیاں بک سکتے ہو۔ ایسا کرو گے تو مجھے تمہارا دلغ درست کرنا پڑے گا۔“ روپ کمار نے غراتے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے تمہیں ساحل سے مدد منگوانا ہوگی۔“

”بھائیو! آدمی رات ہو چکی ہے، اب ہمیں آرام.....“ کرنل مودی نے بچ بچاؤ کرانے کی کوشش کی۔

”تم اپنی تجویز اپنے پاس رکھو۔“ روپ کمار نے برہم لہجے میں کہا۔ ”یہ دو ٹکے کا چھو کرا مجھ سے اس طرح بات نہیں.....“

”دیکھو دوست۔“ اس بار مودی کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ ”اس سال کے من مورت ایوارڈوز سے تمہیں یوں بات نہیں کرنی چاہئے۔“

”او بھگوان۔“ سندھ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

سندر چکرا کر گر پڑا۔

روپ کمار نے کرنل مودی کے چہرے پر دو پنج اور مارے۔ کرنل مودی ڈھیر ہو گیا۔  
روپ کمار نے کنگ کانگ کی طرح اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور سمندر میں پھینک دیا۔  
زبردست جھپکا سنائی دیا اور پھر اوشا کی چیخ۔ دیمپک نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اس  
نے حفاظتی حلقہ تھما اور تیزی سے چھلانگ لگا دی۔ کرنل کا صرف دایاں ہاتھ سے پانی سے  
اوپر تھا۔ دیمپک نے اس کے سر کو پانی سے نکالنے کی کوشش کی۔ پانی دیمپک کی توقع سے  
زیادہ ٹھنڈا تھا۔ اسے کپکپی چڑھنے لگی۔ دوسری طرف کرنل مودی پوری طرح ہوش میں  
نہیں تھا۔ دیمپک کو احساس ہو گیا کہ بغیر مدد کے کام نہیں چلے گا۔ مدد نہ ملنے کی صورت میں  
یہ طے تھا کہ وہ اور کرنل دونوں ہی ڈوب جائیں گے۔

دیمپک نے بہ مشکل کرنل کے سر کو حفاظتی حلقے میں سے گزارا۔ ”ادھر“ دیمپک  
ادھر۔ ”اسے مینا کی پکار سنائی دی۔ اس نے دیکھا مینا چھوٹی کشتی کھول رہی تھی۔ نہ جانے  
کب وہ نیچے اتر آئی تھی۔ دیمپک کو اس پر پیار آ گیا۔ اتنے انسانوں میں صرف اسی کو خیال  
آیا تھا کہ موت سے نبرد آزما دو انسانوں کو مدد کی ضرورت ہے۔ اوپر روپ کمار کا دہانہ  
گالیاں اگل رہا تھا۔ سندر اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈولی اور اوشا کا دور تک پتا  
نہیں تھا۔

دیمپک بڑی مشکل سے کرنل کو گھسیٹ کر کشتی تک لایا اور مینا کی مدد سے کشتی میں  
منتقل کر دیا۔ کرنل بے ہوش تھا، اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔ سانس رک رک کر آ رہا  
تھا۔

”او ذلیل انسان..... نیچے آ کر ہماری مدد کر، یہ بے چارہ بہت زیادہ زخمی ہے۔“  
دیمپک نے چیخ کر کہا۔

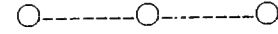
”اگر تم نے اس بوٹ کو لے جانے کی کوشش کی تو میں اپنی شاٹ گن لے آؤں گا“  
تم پاکستانی جاسوس ہو سب۔“ روپ کمار دہاڑا۔

دیمپک کو بوٹ کے سسٹم کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ جیسے تیسے اس  
نے بوٹ اشارت کی۔ اشارت گن کے تصور ہی سے اس کا دم نکلنے لگا تھا۔ روپ کمار کو  
روکنے والا کوئی بھی تو نہیں تھا

ساحلی اسپتال چھوٹا ضرور تھا لیکن وہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ ڈاکٹروں نے  
کرنل کی حالت کو تشویش ناک قرار دیا اور فوراً ہی اس پر کام شروع کر دیا۔ کرنل کے  
پیٹ میں خاصا پانی اتر چکا تھا۔ چوٹ اور ٹھنڈ کا اثر اس کے علاوہ تھا۔ نمونیہ یقینی تھا۔  
کوسٹ گارڈ والے اسے پولیس کیس قرار دے رہے تھے اور پولیس کا کہنا تھا کہ  
سمندر ان کی حدود میں نہیں آتا۔ دیمپک نے محسوس کیا کہ دونوں جھگڑے روپ کمار کی بوٹ  
اور اس قسم کے واقعات کے علوی ہیں اور روپ کمار کے خوف کی وجہ سے اغماض برت  
رہے ہیں۔ اس نے کرنل مودی کا مکمل تعارف کرایا۔ تمنے کے حوالے نے سب کچھ  
تبدیل کر دیا۔ دونوں محکموں کے کچھ افراد کو سٹ گارڈ کی ایک لائچ میں بیٹھ کر روپ کمار کو  
گرفتار کرنے کے لئے چلے گئے۔

ڈاکٹر نے انہیں مطلع کیا کہ کرنل کی تین پسلیاں ٹوٹی ہیں۔ جڑے میں فریکچر ہے۔  
تاہم اس کی زندگی اب خطرے میں نہیں ہے۔ ”بل میں ادا کر دوں گا ڈاکٹر۔“ دیمپک نے  
کہا۔

روپ کمار گرفتار ہو گیا۔ وہ مزاحمت کے موڈ میں تھا لیکن جب اسے مطلع کیا گیا کہ  
اس نے جس شخص کو موت کے قریب پہنچا دیا ہے، وہ بھارت ماتا کا جیلا سپوت کرنل مودی  
ہے، جسے بہادری کا سب سے بڑا تمغہ ملا ہوا ہے تو بھارت ماتا کے جعلی سپوت نے ہتھیار  
ڈالنا مناسب سمجھا۔ وہ جسے پاکستانی جاسوس سمجھ رہا تھا، وہ بھارتی فوج کا اصلی کرنل تھا۔  
دیمپک نے اپنی جیب سے اشتہار کا پروف نکالا اور اسے سمندر برد کر دیا۔



دیکھ گھر پہنچا تو بہت زیادہ نروس تھا۔ اس کے سر اور پیٹ میں شدید درد ہو رہا تھا۔ حمید کی صورت سے لگتا تھا کہ وہ بہت پریشان ہے۔ اوم ناتھ کچن میں کافی بنا رہا تھا۔ کامنی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ دیکھ کے داخل ہوتے ہی ان سب نے اسے چونک کر دیکھا۔

حمید جلدی سے اس کی طرف لپکا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ ”بہت برا ہوا دیپو..... بہت برا۔“

”ہوئے دو۔“ دیکھ نے بے پروائی سے کہا اور کامنی کی طرف بڑھا۔ ”تم کہاں تھیں؟ تم نے میری کال کے جواب میں کال کیوں نہیں کیا؟“ ”درشنا مجھے تمہاری کال کے بارے میں بتانا بھول گئی تھی۔“ ”میں جمعے کی رات ڈریم لینڈ بھی گیا تھا۔“ ”نہیں۔“

”بالکل گیا تھا اور تم وہاں نہیں تھیں۔ اس ذلیل پریم راج نے مجھ سے تمہارے بارے میں بہت ذلیل گفتگو کی تھی، تم کہاں تھیں آخر؟“ ”میں..... میں یہاں واپس آ گئی تھی۔“ کامنی نے ساگو سے کہا۔ ”میرا مطلب ہے، اپنے بھائی والے فلیٹ میں۔“

”اوہ!“ دیکھ نے حیرت سے کہا۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ”پریم راج ہاتھ دھو کر میرے پیچھے بڑ گیا تھا۔ ڈریم لینڈ والے فون پر بار بار ڈسٹرب کر رہا تھا۔ تنگ آ کر میں نے ریپور ہی کیڈل سے ہٹا دیا۔ میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔“

”اور میں تمہاری طرف سے فکر مند تھا۔“ کامنی نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔ ”میری پریشانی کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ سی ڈیئر کسی شخص کو صرف اس بنیاد پر پھانسی تو نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی بیوی سے پیار کرتا ہے۔“ دیکھ کے لہجے کی سچائی نے کام دکھا دیا۔ کامنی مسکرائے لگی۔

”خدا کے لئے، کچھ ادھر بھی۔“ حمید نے فریاد کرنے والے لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔“ دیکھ نے اسے ڈانٹ دیا۔

”نہیں ڈیئر، ضروری بات ہے، تمہیں سنی ہو گی۔“ کامنی نے دیکھ سے کہا۔ ”یہاں بہت کچھ ہو گیا ہے اور بہت خراب۔“ ”میں روپ کمار کے سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔“ حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

”کننے کی ضرورت بھی نہیں۔ اس مردود کو برسوں من مورت کی مورتی دیکھنا نصیب نہیں ہو گا۔“

”اور تمہیں بھی۔“ حمید نے چیخ کر کہا۔

”کیا مطلب؟“

”تم خود کو روپ کمار کی طرح، رونی کی طرح، اورنگ زیب کی طرح مردہ سمجھو، ایوارڈ کے سلسلے میں بس بچا تو صرف پریم راج بچا۔“ حمید نے کہا پھر چونک بولا۔ ”کیا تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں؟“ ”اوم ناتھ کافی لے آیا۔“

دیکھ کا چہرہ فق ہو گیا۔ وہ غضب کی اداکاری کر رہا تھا۔ ”تاش کے پتے؟“ اس نے مردہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں، پرکاش کے پاس دوسری گڈی بھی تھی۔“ حمید نے کہا۔ ”اس نے باون پتے باون اہم آدمیوں کو بھیج دیئے۔“

دیکھ شرمسار کامنی کی طرف بڑھا، جیسے زمین میں گڑا جا رہا ہو۔ ”تت..... تو تمہیں بھی معلوم ہو گیا؟“

”ہاں ڈیئر اور اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ کامنی نے بڑی محبت سے کہا۔

”اب تم میری عزت کیسے کرو گی۔ میں تو اب ساری دنیا میں مذاق بن کر رہ گیا ہوں..... خوش مذاق۔“

”بس، چپ رہو۔ میں نے کہا تھا نا کہ ہم ماضی سے ہر نانا توڑ کر آگے بڑھیں گے۔“



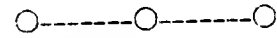
”تم..... تم بہت اچھی ہو سی، حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔“ تم بڑی نفرت ہو۔“

”کٹ.....“ حمید نے چیخ کر کہا۔ ”ڈائلاگ بچار کھو تم، برے وقتوں کے لئے۔ میرے خیال میں ابھی تمہارے لئے ایوارڈ کے سلسلے میں ایک چانس اور ہے۔ ٹرائی تو بہر حال کریں گے۔“

”پیارے دوست۔“ دپک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”سی، تم اور اوم ناتھ۔ تم سب مجھے جانے کس نیکی کے انعام میں ملے ہو۔ حالانکہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی کوئی نیکی کی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے بغیر میں کیا کرتا۔ بھگوان کی قسم.....“ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے احساس تھا کہ اس وقت وہ ان لوگوں کے دلوں میں اترا جا رہا ہے۔ ”سی، میں ان پتوں کے سلسلے میں وضاحت.....“

”شٹ اپ۔“ کامنی نے اسے بڑے پیار سے ڈانٹا۔ ”حمید ساری وضاحت کر چکا ہے۔“

دپک نے رومال سے اپنے آنسو پونچھے اور کافی کا گھونٹ لیا۔ کافی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ شاید آنسوؤں کی ملاوٹ کی وجہ سے۔



دپک کو بہت کچھ معلوم نہیں تھا۔ پرکاش کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ (اس کے بتائے ہوئے پتے سے) وہ اب ضمانت کا منتظر تھا۔ اس نے گرفتاری سے پہلے وہ تمام پتے پوسٹ کر دیئے تھے۔ یہ معلومات دپک کو حمید نے فراہم کی تھیں۔ ”وہ گڈی کہاں ہے، جو میں جولیا سے لایا تھا؟“ حمید نے پوچھا۔

”وہ تو میں نے جلا دی تھی۔“

خاموشی..... سنگین خاموشی۔ ”جلا دی؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟“

دپک اٹھ کھڑا ہوا۔ اب ڈرامے کی ضرورت تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ ”کیا

تمہارے خیال میں وہ باون پتے میں نے پوسٹ کیے ہیں؟“

حمید دہل گیا۔ کامنی نے بڑی نرمی سے دپک کا ہاتھ پکڑا۔ ”دپک، ایسی باتیں مت کرو۔“

دپک بیٹھ گیا۔ ”تم نہیں سمجھ رہی ہو، سی۔“ اس نے آہستہ کہا۔ ”میرے دوست کا یہی خیال ہے۔“ اس نے حمید کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ حمید جھوٹ نہیں بولے گا۔

کامنی نے حمید کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ حمید چند لمحے نظریں چراتا رہا پھر بولا۔

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرا یہی خیال تھا۔“

”ہیسی۔“

”آئی ایم سوری کامنی۔“

”ہیسی۔“

شرمندگی کے احساس میں بھیگا ہوا ہیسی، دپک کو بہت اچھا لگا۔ کامنی کے لہجے میں سرزنش نے ہیسی کو شرمسار کر دیا تھا۔ دوسری طرف دپک کو حیرت تھی کہ ہیسی کتنی کامیابی سے اس کا ذہن پڑھنے لگا ہے۔ اب بھی وقتی طور پر تو وہ دفاع میں چلا گیا تھا لیکن دپک کو یقین تھا کہ جلد ہی وہ وجہ بھی سمجھ جائے گا۔ شاید اس وقت وہ اسی پر غور کر رہا تھا کہ دپک نے وہ پتے خود کیوں پوسٹ کئے ہیں۔ اس سے دپک کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

”او بھگوان“ دپک نے کراہ کر کہا۔

ہیسی کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دپک چاہتا بھی یہی تھا۔ ”تو پرکاش نے وہ پتے پوسٹ کر دیئے۔ فلمی صنعت کے بڑوں، صحافیوں کو اور اکیڈمی کے ممبروں کو۔“ حمید نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے، میں واقعی مرچکا ہوں، اب کوئی امکان نہیں رہا۔“ دپک نے سرد آہ بھر کے کہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔

حمید افسردہ ہو گیا۔ اس نے کبھی دپک کو اتنا شکست خوردہ اور دل گرفتہ نہیں دیکھا تھا۔ کامنی بڑے پیار سے اس کے بالوں کو سسلا رہی تھی۔

”سب کچھ ختم ہو گیا۔ سب کچھ۔“ دپک نے سر اٹھا کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں

آنسو تھے۔

”ایک چانس ہے اب بھی؟“ حمید نے کھٹکار کر گلا صاف کیا۔

”بھول جاؤ مجرّدوں کا دور بہت پہلے ختم ہو چکا۔“

”اس چانس کا مجرّے سے کوئی تعلق نہیں، سیدھی سی حقیقت ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”ہر شخص کو یہ گھٹیا پن بہت برا لگا ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں وضاحت کر دو کہ جو کچھ ہوا، وہ تمہاری اس دقت کی مجبوری تھی تو بات بن سکتی ہے۔ کامیابی کی گارنٹی تو نہیں لیکن بات بن سکتی ہے۔ بس تمہیں سچ بولنا ہو گا تمہارے ساتھ کی گئی اس ذلالت پر لوگوں کا رد عمل مثبت ہے۔ وہ ایسے ہتھکنڈوں کے خلاف نفرت و غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔ تمہیں پریس کانفرنس میں کھل کر سب کچھ بتا دینا چاہئے۔“

”کیا بتا دوں، حقیقت ہے کیا۔ صرف اتنی کہ ان دنوں میں بھوکا بچہ تھا۔“ دیک نے جھنجھلا کر کہا۔

”یہ حقیقت بہت کافی ہے۔“

دیک کے چہرے سے آہستہ آہستہ شکست خوردگی کا تاثر مٹنے لگا اور اس کی جگہ امید نے لے لی۔ ”ہاں، ٹھیک کہتے ہو تم۔ سچ میں بڑی طاقت ہے۔“

چند لمحے خاموشی رہی۔ دیک نے کامنی کی آنکھوں میں دیکھا۔ کامنی کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ ”کیوں اپنی اور توہین کراتے ہو۔ جو کچھ ہو چکا، وہ کم نہیں صرف ایوارڈ کے لئے؟“ کامنی نے کہا۔

دیک فوراً ہی ڈرامائی فارم میں آگیا۔ ”حمید ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بات صرف میری نہیں، پوری فلم انڈسٹری کی ہے۔ میں سب کو سچ بولنا سکھاؤں گا۔ دکھاؤں گا کہ اخلاقی جرات کیا چیز ہوتی ہے۔ بات صرف میری عزت کی نہیں من مورت ایوارڈ کی عزت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ یہ فن کی عزت کا سوال ہے کسی کو سر اٹھا کر کھڑا ہونا چاہئے، خواہ انجام صلیب ہی کیوں نہ ہو۔“

”اور اس طرح طاقت کا توازن تمہارے حق میں بھی ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ناممکن۔“

”تم جانتے ہو کہ یہ ممکن ہے، اگر ایسا نہیں تو پھر مزید رسوائی مول لینے کی ضرورت

نہیں۔ خواہ مخواہ سچ کا ڈھنڈورا پیٹنے سے فائدہ، جب کہ سچ بھی برہنہ اور مکروہ ہے۔“

اس وقت بحث کرنا مناسب نہیں تھا۔ بات بگڑ سکتی تھی۔ ”ٹھیک ہے دوست۔“ دیک نے کہا۔ ”پریس کانفرنس کل پر رکھیں؟“

”وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔ میں آج رات پریس کانفرنس کا بندوبست کر رہا ہوں۔“ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھا۔ ”پرکاش خبیث کا ہے۔“ اس کے لمحوں میں حیرت تھی۔

”کیا!“ دیک نے حیرت سے کہا۔ یہ فون تو اس کے منصوبے میں شامل نہیں تھا۔ اس نے ریسیور لیا۔ دوسری طرف پرکاش ہی تھا۔

”ہیلو، سوٹ پرنس، تم جیت گئے، میں ہار گیا۔“ دوسری طرف سے پرکاش کی آواز سنائی دی۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”تم سے بات کرنا ہے۔“ پرکاش نے کہا۔ ”دونوں کا فائدہ اسی میں ہے۔“

”دھمکی دے رہے ہو؟“

”کیا بات کر رہے ہو پرنس، میرے پاس اب دھمکی کے لئے رکھا ہی کیا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ تم مجھے بچا سکتے ہو اور اس میں تمہارا بھی بھلا ہو گا۔“

دیک مشکوک تھا لیکن تجسس شک پر غالب آگیا۔ ”تم کہاں سے بول رہے ہو“ اس نے پوچھا۔

”اندر نہیں ہوں۔ تمیں ہزار کی ضمانت پر رہا ہوا ہوں اقدام قتل کا کیس بنایا ہے اس حرافہ نے۔ میرا خیال ہے، تمہارے مشورے پر.....“

”یہ درست ہے۔“

”تم اس کا بیان تبدیل بھی کرا سکتے ہو؟“

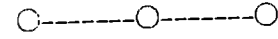
”یہ بھی درست ہے۔“

”بس تو مجھ سے تاج میں مل لو۔ میں رازداری کا خیال رکھوں گا۔ آدھے گھنٹے میں

پہنچ جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں گا۔“

”ادکے۔“ دیک نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

”میں ابھی آتا ہوں۔ تم پریس کانفرنس کا بندوبست کرو۔ سی کو بتا دینا کہ میں ابھی آ رہا ہوں۔“ دیکھ نے حمید سے کہا۔ کامنی بیڈ روم میں چلی گئی تھی۔ دیکھ، حمید کو بحث کا موقع دیئے بغیر نکل آیا۔



تاج کے بار میں تاریکی تھی۔ کم از کم باہر کے مقابلے میں تو اس نیم تاریکی کو تاریکی ہی کہا جا سکتا تھا۔ پرکاش ایک دور افتادہ کیبن میں اکیلا بیٹھا تھا۔ ”کیا منگواؤں تمہارے لئے؟“ اس نے پوچھا۔

”کچھ نہیں“ میں پینے پلانے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ کام کی بات کرو۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“ دیکھ نے سرد مہری سے کہا۔

”مجھے افسوس ہے۔ مجھے تمہارے خلاف نہیں جانا چاہئے تھا، مجھ سے غلطی ہوئی۔“

”اب تم عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو۔“

”لیکن پرنس، تمہارا جواب نہیں۔ تم نے تاش کی گڈی ضائع کرنے کے بجائے اس سے کیا شاہکار کام لیا ہے۔“ پرکاش نے ستائشی لہجے میں کہا۔ ”حد کردی تم نے۔“

”اور میرے پاس بلیک میل کا مکمل سیٹ اپ موجود ہے۔“ دیکھ نے فخریہ بتایا۔

”خیر، تو تم جولیا کو مجھ سے مصالحت پر مجبور کر سکتے ہو؟“

”جولیا کو کیا ملے گا؟“ دیکھ نے کہا۔ ”تم نے اس کا بہت برا حشر کیا ہے۔ تم اسے دس ہزار نقد دو گے، سلیٹی کا چیک بھی اسی کا ہوا۔“

”مجھے یہی ڈر تھا کہ چیک تمہارے پاس ہے۔“ پرکاش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”گویا تم ہر اعتبار سے بہتر پوزیشن میں ہو۔ ٹھیک ہے لیکن چیک فوراً“ کیش کرا لو۔ سلیٹی او ایگل رکوا بھی سکتی ہے۔“

”چیک تم کیش کراؤ گے۔ اس کے پیچھے دستخط بھی تم ہی کرو گے۔“

”اوکے۔“

”ابھی کچھ دیر بعد میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہا ہوں۔ میں تمہارا اور سلیٹی پریم راج کا نام لوں گا اس میں تمہیں ہر بات کی تصدیق کرنا ہوگی۔ اپنے کئے پر شرمندگی

بھی ظاہر کرنا ہوگی۔“

”بہت تیز دوڑ رہے ہو پرنس۔“ پرکاش نے سرد لہجے میں کہا۔ ”یہ میری برواشت

سے باہر ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ میں دہلی والے اسکینڈل کا راز فاش نہیں کر رہا ہوں۔“

”جو کچھ میں کہوں گا، تم وہی کرو گے۔“ دیکھ کا لہجہ سخت تھا۔ ”دہلی والا اسکینڈل

..... ہونہ کون یقین کرے گا تمہاری بات پر۔ ہر تان سلیٹی اور پریم راج پر آکر ٹوٹے

گی۔“

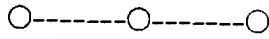
پرکاش چند لمحے سوچتا رہا پھر آہ بھر کے بولا۔ ”ٹھیک ہے پرنس میں تمہاری ہدایات

پر عمل کروں گا لیکن اتنے وقتوں میں مجھے یاد رکھنا۔“

وعدہ کرنے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ چنانچہ دیکھ نے وعدہ کر لیا۔ بار سے نکل کر وہ

اسپتال کی طرف چل دیا۔ اب اسے جولیا کو صورت حال کے متعلق بتانا تھا اور اس سے

چیک بھی لانا تھا۔



ہوٹل کا ڈائننگ ہال صحافیوں سے کھپا کھچ بھرا ہوا تھا..... ”خواتین و

حضرات۔“ حمید نے اعلان کیا۔ ”واضح رہے کہ شری دیکھ پٹیل، روپ کمار ڈالے واقعے

پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اس پریس کانفرنس کا مقصد کچھ اور

ہے۔ پہلے دیکھ کی باتیں سن لیں پھر آپ سوال بھی کر سکتے ہیں، شری دیکھ پٹیل۔“

دیکھ نے سر جھٹکا۔ ”اگر آپ کو میرے جسم پر کپڑے فاضل محسوس ہوں تو بچہ

سمجھ کر معاف کر دیجئے۔“ اس نے کہا۔ اس پر بڑے زور کا ہتھ پڑا۔ ”جی ہاں دوستو۔“

دیکھ نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ ”آپ وہ پتے یقیناً“ دیکھ چکے ہیں۔ بچوں پر میری ہی تصویر

تھی۔ یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے جب میں فلم انڈسٹری کے سمندر میں اپنی بھاکے لئے

ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ان بچوں سے مجھے اداکار بننے میں کچھ مدد

ملی ہے۔ میں نے وہ تصویریں پہلی کے لئے نہیں بھنجوائی تھیں۔ میں آپ کو سچی وجہ

بتاؤں گا۔ ”دیکھ کو احساس تھا کہ سینکڑوں نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی ہیں۔ اس نے

کچھ توقف کے بعد کہا۔ ”میں نے وہ تصویریں اس لئے بھنجوائی تھیں کہ میں بھوکا مر رہا

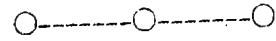


میری پر فارمنس نامزدگی کا سبب بنی ہے۔“

وہ سب چیک پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ چیک اصلی تھا۔ اس کی پشت پر پراکتس مہرہ کے دستخط تھے۔ دیکھنے پر چیک تہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

”اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟“ ایک صحافی نے پوچھا۔

”جالیے، مس جولیا سے مل کر پوچھئے، پراکتس مہرہ سے، سلمیٰ پریم راج سے پوچھئے.....“ دیکھنے نے کہا اور ہال سے نکل گیا۔ حمید کی آنکھوں کی چمک نے اسے بتا دیا کہ شو کامیاب رہا ہے۔



”یار وہو، تم غضب کے اوکار ہو۔“ حمید نے باہر نکلتے ہی کہا۔

”صرف اس لئے کہ میں اداکاری کو پارٹ ٹائم نہیں، فل ٹائم جاب سمجھتا ہوں۔“

دیکھنے نے جواب دیا۔

باہر نکل کر بھی اسے خاصی دیر لگی تھی۔ رپورٹر روپ کمار والے کیس کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ یہی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ دیکھ، روپ کمار کے سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔

”میں روپ کمار کے جیتنے کے امکانات اس طرح ختم نہیں کرنا چاہتا، جس طرح پریم راج نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔“ دیکھ نے بظاہر تنگ آ کر کہا۔

”لیکن ہوا کیا تھا؟“ ایک صحافی نے کہا۔

”شراب پی ہوئی تھی، بڑی ظالم شے ہے کبخت۔“

”بے وقوف نہ بنائیں ہمیں۔“

”ٹھیک ہے، میں بتاتا ہوں۔ ہیرو داوا ڈینگیں مار رہا تھا کہ ایوارڈ اسی کا ہے، کرنل مودی کو اس سے اختلاف تھا۔“

”یعنی روپ کمار نے کرنل کو تقریباً قتل کر دیا، صرف اتنی سی بات پر.....“

”میں اب کچھ نہیں کہوں گا۔“

کار میں گھر کی طرف جاتے ہوئے حمید نے پوچھا۔ ”کیا یہ سچ عجیب بات اتنی سی ہی

تھی؟“

”ہاں۔ اور روپ کمار خوش قسمت ثابت ہوا، اگر سندرنے کرنل کو پیچھے سے نہ پکڑا ہوتا تو کرنل، روپ کمار کو یقیناً مار ڈالتا۔“

”اور تم خوش قسمت ثابت ہوئے کہ زخمی کرنل ہوا۔“ حمید نے الزام دینے والے لہجے میں پوچھا۔

”خوش قسمتی کی کیا بات ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ انجام یہی ہوگا۔ منفی اور مثبت کو یکجا کر دیا جائے تو وہما کا تو ہوتا ہی ہے۔“

”حالانکہ میں نے کہا تھا، یہ غیر ضروری ہے۔ روپ کمار سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ تمہیں پریم راج اور اورنگ زیب سے خطرہ تھا۔ اب بے چارہ پریم راج بھی گیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی بیوی نے اس کی بے خبری میں وہ حماقت کی ہوگی۔ مجھے وہ اتنا کمزور آدمی نہیں معلوم ہوتا۔“

”ہاں، ممکن ہے۔ بہر حال، جو ہوا اسے بھول جاؤ، کھیل ختم ہو چکا۔“ وہ مطمئن تھا کہ اب صرف اورنگ زیب باقی ہے لیکن وہ اپنا گلا پہلے ہی کاٹ چکا تھا۔ اکیڈمی اور اس کے ممبروں پر تنقید کر کے اور دیکھ کے حق میں رائے دے کر۔ حمید نے اسے گھر پر ڈراپ کیا اور صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ دیکھ نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ اوم ناتھ نے کھولا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”کیا ہوا؟“ دیکھ نے پُر تشویش لہجے میں کہا اور بیڈ روم کی طرف جھپٹا۔ یقیناً کامنی کو کچھ ہوا تھا۔ وہ بیڈ روم میں نہیں تھی۔ ہاتھ روم بھی خالی تھا۔ دیکھ ہانپتا ہوا ڈرائنگ روم میں واپس آیا۔ ”کامنی کہاں ہے؟“ اس نے اوم ناتھ سے پوچھا۔

”چلی گئیں۔“

”کہاں؟“

”معلوم نہیں۔“

”کب آئے گی، بتا کر گئی ہے؟“

”کبھی نہیں آئیں گی صاحب جی۔“ اوم ناتھ تقریباً رو دیا۔

دیکھ کامنہ حیرت سے کھل گیا۔ ”ہوا کیا آخر؟“  
 ”بس صاحب جی، وہ بیس بیٹھی تھیں۔ مس ڈولی کا فون آیا۔ میں نے ہی ریسو کیا  
 تھا، وہ دونوں کچھ دیر بات کرتی رہیں.....“  
 ”او بھگوان..... وہ کلکتی۔“

”پھر بیکم صاحب نے سلمان پیک کیا، مجھ سے ہاتھ ملایا، میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے  
 لگیں کہ میں واپس نہیں آؤں گی۔ میں نے پوچھا..... آج رات؟ بولیں، نہیں کبھی  
 نہیں میں نے پوچھا صاب بات کیا ہے کہنے لگیں کچھ نہیں اوم ناتھ، ہم ہی تمہارے صاب  
 جی کے قاتل نہیں تھے۔ ہار گئے ہیں۔ بس صاب جی پھر وہ چلی گئیں۔“ اوم ناتھ کی  
 آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

دیکھ کے پیٹ میں اینٹھن ہونے لگی اور وہ ناتھ روم کی طرف بھاگا۔  
 اس نے سنک میں الٹی کی تو اسے خون کے لو تھڑے بھی نظر آئے۔ اوم ناتھ اس  
 کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ ”صاب جی! آپ فکر نہ کریں، وہ واپس آ جائیں گی۔“ اس نے کہا  
 پھر اس نے خون کے لو تھڑے دیکھے اور دہل گیا۔ ”میں آپ کے لئے دودھ لاتا ہوں  
 صاب، ڈاکٹر نے یہی کہا تھا نا؟“

دیکھ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اوم ناتھ کچن کی طرف چلا گیا۔ دیکھ بیڈ روم میں  
 آیا اور بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ اوم ناتھ نے اسے دودھ لا کر دیا اور وہ فافٹ پی گیا۔ ذرا حالت  
 سنبھلی تو وہ گھر سے نکل آیا۔ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

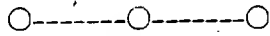
چند منٹ بعد وہ کامنی کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ درشنا  
 نے کھولا۔ وہ سلمان پیک کر رہی تھی۔ ”کامنی کہاں ہے؟“ دیکھ نے پوچھا۔  
 ”مجھے معلوم نہیں۔“

”یہ سلمان تم کس پتے پر بھیجو گی؟“

”یہ تو میرا سلمان ہے۔“ درشنا نے جواب دیا۔ ”کامنی نے مجھے صرف اتنا بتایا کہ  
 فلیٹ خالی کرنا ہے۔ آپ مجھے بہت بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“  
 ”وہ تو میں یقیناً ہوں۔“  
 ”تم نے حرکت کیا کی آخر؟“

”میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“  
 ”میں نہیں مانتی، وہ بہت اپ سیٹ تھی۔“  
 ”تم مجھے اس کا پتا بتاؤ، ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔“ دیکھ نے خوفناک  
 لہجے میں کہا۔  
 ”یقین کرو، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس نے مجھے فلیٹ خالی کرنے کی ہدایت کی اور  
 بجلی گئی، وہ بہت اداس تھی۔“  
 ”کتنی دیر پہلے کی بات ہے؟“  
 درشنا نے گھڑی دیکھی۔ ”ڈیڑھ گھنٹا ہو گیا۔ وہ آئی اس نے اپنا سلمان پیک کیا اور  
 بجلی گئی۔“

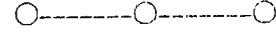
”آخر وہ کہاں جا سکتی ہے؟“  
 ”دو ہی جگہ ہیں، ڈریم لینڈیا کلکتہ۔“  
 ”تم ڈولی کو جانتی ہو؟“ دیکھ نے کہا۔ ”مجھے اس کا فون نمبر چاہئے۔“  
 درشنا نے ایک کانڈ پر ڈولی کا فون نمبر لکھ کر دیکھ کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ڈولی  
 اپنا بھی لکھ دیا تھا۔



ڈولی بھی اپنے گھر پر موجود نہیں تھی۔ دیکھ کو کہیں قریب ہی کامنی کی کار بھی  
 لھائی نہیں دی۔ اب دیکھ پچھتا رہا تھا۔ اسے پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا۔ بیوی کی  
 بیسیوں کا وہ مصرف نہیں ہوتا جو اس نے سمجھا تھا اور پھر بیوی بھی کامنی جیسی لیکن ڈولی  
 یہی لڑکی کو بھی تو اس خلاقی پستی سے بچنے کا حق نہیں پہنچتا تھا۔

وہ گھر واپس آیا اور اس نے ڈریم لینڈ والا نمبر ملایا لیکن جواب نہ ملا۔ اسے یقین ہو  
 لیا کہ کامنی اس کی زندگی سے نکل گئی ہے، ہمیشہ کے لئے۔ سوال یہ تھا کہ وہ کیا کرے۔  
 پیس میں بیوی کی گمشدگی کی رپوٹ درج کرا کے خود تماشا بنائے۔ اخباروں میں سرخیاں  
 لیں گی..... مشہور اداکار اور من مورت ایوارڈ کے لئے نامزد فوکار دیکھ پٹیل کی  
 دی گھر سے فرار..... اور اس کے بعد کی سرخیاں..... دیکھ کی بیوی گھر واپس

آنے کو تیار نہیں..... شادی ناکام..... بقول مسز دپک کے اس علیحدگی کا سبب..... اس سے آگے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔  
اس رات اس کے لئے اذیتیں ہی اذیتیں تھیں اس پر نٹائی۔



وہ تیرہ مارچ کی صبح تھی۔ اوم ناتھ اور حمید نے دپک کو دس بجے جگایا۔ اوم ناتھ نے اسے کافی کی پیالی دی۔ حمید اس کے سرہانے بیٹھا تھا۔  
”وہ یقیناً“ کلکتہ چلی گئی ہے۔“ دپک نے کہا۔ ”اور میں اس کے پیچھے نہیں جا سکتا۔ اخبار والوں کو بھک پڑ گئی تو میرا ایوارڈ.....“  
”لغت بھیجو ایوارڈ پر۔“ حمید نے تیز لہجے میں اس کی بات کٹ دی۔ ”مجھے کامنی کی فکر ہے۔“

”کچھ دنوں سے تم اس کی زیادہ ہی فکر کرنے لگے ہو۔“ دپک نے آنکھیں سکڑتے ہوئے کہا۔

حمید اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔ ”کیوں نہ کروں۔ سوائے احمقوں کے ہر شخص کو اس کی پروا کرنا چاہئے۔ میں نے اتنی اچھی لڑکی کبھی نہیں دیکھی۔ میں اس کے جانے کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔“

دپک نے سرد آہ بھری اور بستر پر ڈھے گیا۔ ”در اصل روپ کمار کی بوٹ پر میں نے ڈولی پر دست درازی کی تھی، وہ بہت خفا ہوئی اور اس نے کامنی کو سب کچھ بتا دیا۔“  
حمید کا چہرہ تمنا اٹھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔ ”اب میں کیا کروں دوست؟“ دپک نے پوچھا۔  
”کسی ماہر نفسیات کو دکھاؤ۔“

دپک جھپٹ کر بستر سے اٹھا لیکن حمید سمنے کے بجائے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ ”یہ کیا بکواس ہے یہی؟“

”تم سب کو نشانہ بناتے رہے ہو۔ اب تمہیں پتا چلے گا کہ آدمی پر کیا گزرتی ہے۔“  
حمید نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔ ”تم نے اپنے تین حریفوں کو تباہ کیا تم نے بیشاپو کو اذیت دی۔ مجھے بھی نہیں چھوڑا تم نے۔ پھر تم نے اپنی پتی کو بھی اذیت دی۔ اب اپنی خیر

نڈ اور دیکھو، مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ خدا کی قسم، میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ختم کر دوں گا۔  
م جانتے تھے کہ ڈولی مجھے اچھی لگتی ہے۔“

”تو میں کیا کرتا؟ اس جہنمی بوٹ سے تمہیں فون کر کے دست درازی کی اجازت لمب کرتا اور یہ لڑکی کے معاملے میں تم حساس کب سے ہو گئے۔ تمہیں یاد ہے، ہم ہمیشہ میٹر کرتے رہے ہیں۔“ دپک نے تند لہجے۔

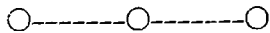
”ہاں، یاد ہے۔ صرف میں شیئر کرتا رہا ہوں، تم نہیں۔ ویسے تم نے مجھ سے پوچھنا ہوتا تو بڑی دشواری سے بچ گئے ہوتے۔ بات یہ ہے دوست کہ تم نے صرف اپنی بیوی سے بے وفائی کی حماقت نہیں کی، تم نے غریب بیبی کو بھی دھوکا دیا جو ازل سے تمہاری امی کرتا آیا ہے۔ سب سے بڑی حماقت تم نے یہ کی کہ اس لڑکی پر ہاتھ ڈالا جو تم سے زت کرتی ہے..... شدید نفرت۔“

”کیوں، وہ گھٹیا لڑکی کیوں نفرت کرے گی مجھ سے؟“

”وہ گھٹیا لڑکی، جسے میں پسند کرتا ہوں، تمہاری بیوی کو دیوی سمجھتی ہے۔ اس کے یال میں تم دنیا کے سب سے جعلی، سب سے جھوٹے آدمی ہو، یہ مجھے اب پتا چلا کہ اس کا نیال درست ہے۔ تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم عورتوں کو صرف دو درجوں میں تقسیم کرتے ہو۔ اچھی اور بری۔ حالانکہ انتہائی بری عورتوں میں بھی اخلاقی بلندی ہوتی ہے۔ رہے حد اچھی عورتوں میں بھی گھٹیا پن ہوتا ہے۔ بات اصل میں خود اپنے آپ سے وفا ر دیا ت داری کی ہے لیکن تم یہ بات کمال سمجھو گے۔“

دپک کا جسم غصے سے لرزنے لگا۔ ”میں بہت عرصہ سے تم سے پیچھا چھڑانے کی رچ رہا ہوں۔ بہت عاجز آ گیا ہوں تم سے۔“  
”فکر نہ کرو۔“ حمید نے کہا۔

”میں پانچ منٹ پہلے ہی تمہاری ملازمت چھوڑ چکا ہوں۔ میری دعا ہے کہ ایوارڈ میں مل جائے۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد تم نے خود کو ایوارڈ کا مستحق ثابت کر دیا ہے۔“



ہاتھ روم سے نکلتے ہی دپک نے کلکتہ اپنے ایک شناسا صحافی کو فون کیا۔ ”مجھے

تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“ اس نے بلا تمہید کہا۔ ”بات رازداری کی ہے۔ خبر ہے لیکن تمہیں اسے خفیہ رکھنا ہو گا۔“

”تم جانتے ہو کہ مجھ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔“ اس کے صحافی دوست فیاض نے کہا۔ ”جانتا ہوں، ورنہ فون ہی نہ کرتا پھر بھی احتیاطاً“ تمہیں بتانا ضروری تھا۔ بات یہ ہے کہ میری بیوی مجھے چھوڑ گئی ہے، غلطی سراسر میری تھی۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسے منالوں۔ اس کا تعلق کلکتے سے ہے۔ اس کا باپ بہت بڑا صنعت کار ہے، ویجا کر نام ہے، میری بیوی کا نام کامنی ہے۔ ممکن ہے وہ اپنی خالہ کے گھر ہو۔ اس کی خالہ کا مجھے نام بھی نہیں معلوم۔“

”اوہ..... کامنی ویجا کر کو تو میں جانتا ہوں۔ اس نے دہلی میں شادی کی تھی۔ شادی کی رات.....“

”ہاں وہی۔“ دپیک نے اس کی بات کٹ دی۔ ”اسے تلاش کرنا ہے، اخراجات کی فکر نہ کرنا، میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔ گھر سے کہیں نہیں جاؤں گا میں۔“ دپیک نے فیاض کو اپنا فون نمبر دیا اور پھر ریسپور رکھ دیا۔

اتنی دیر میں اوم ناتھ نے ناشا لگا دیا لیکن اس کے انداز میں سرد مہری تھی۔ اس نے دپیک اور حمید کی گفتگو سنی لی تھی۔ دپیک کو احساس ہو رہا تھا کہ اوم ناتھ بھی حمید کا ہمنا ہے۔ دپیک نے ان دونوں پر لعنت بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ناشتے کے دوران اخبار پڑھتا رہا۔ اخبار میں اس کے مطلب کا بہت کچھ تھا۔ بائیں طرف روپ کمار کی گرفتاری کی خبر چھپی تھی۔ ایک طرف روپ کمار کی، ہتھکڑیوں والی تصویر تھی۔ دوسری طرف کرٹل مودی کی پرانی تصویر تھی۔ جس میں وہ وزیر اعظم سے تمنغہ وصول کر رہا تھا۔

اس خبر کے نیچے، اس کی پریس کانفرنس کی تفصیل تھی۔ سلمیٰ پریم راج کے خلاف اس کے الزام کو الگ خبر کی حیثیت سے چھپا گیا تھا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ پرکاش نے اعتراف کیا تھا کہ دپیک کی بے ہودہ تصویروں والے تاش کے پتے پوسٹ کرنے کا معاوضہ اسے سلمیٰ پریم راج نے دیا تھا۔ دوسری طرف سلمیٰ اور پریم راج نے تردید کی تھی۔ انہوں نے اعلان کیا تھا کہ وہ دپیک کے خلاف ہتک عزت کا کیس کر رہے ہیں۔ پچھلے صفحے پر جولیا پر حملے کی تفصیلی خبر شائع ہوئی تھی۔ چند اخبارات نے اپنے اداروں میں نامزد

اداکاروں سے فیئر پلے کی درخواست کی تھی۔

اخبار پڑھنے کے بعد دپیک نے اوم ناتھ سے پوچھا کہ اس کی کوئی کال تو نہیں آئی۔

”آپ نے ریسپور نیچے ہی رکھوا دیئے تھے دونوں۔“ اوم ناتھ نے کہا۔

”ٹھیک ہے، بیڈ روم والے فون کا ریسپور کریڈل پر رکھ دو لیکن ہر کال کے جواب

میں رائنگ نمبر کہہ کر رکھ دینا اور کال بیل کے جواب میں بھی دروازہ نہ کھولنا۔“

”بہتر صاب جی۔“

اس کے بعد دپیک اپنا آئینہ اشتہار لکھنے بیٹھ گیا جو جمعرات کے روز شائع ہونا تھا۔

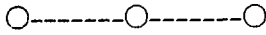
اس روز بیلٹ پیپرز اکیڈمی کے ممبرز کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اشتہار لکھنے میں خاصی دیر

لگی۔ اشتہار لکھنے کے بعد اس نے کھانا کھایا پھر ہر اس جگہ فون کیا، جہاں کامنی کی موجودگی کا

امکان تھا، لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔

وہ بھی تنہائی کی رات تھی۔ اس نے حمید سے معذرت کی غرض سے اسے فون کیا

لیکن وہاں بھی کسی نے ریسپور نہیں اٹھایا۔ تھک ہار کر اس نے بیلا کو فون کر کے بلالیا۔



اگلے روز وہ بہت مصروف تھا۔ جیب خالی ہو گئی تھی۔ ونود کو فون کر کے کچھ رقم

منگوانا تھی۔ ڈاکٹر کے پاس بھی جانا تھا۔ کامنی کو بھی تلاش کرنا تھا، اگر حمید بچ چکا ہے تو

گیا تھا تو اس کا مقابل بھی تلاش کرنا تھا پھر جولیا تھی، جس کے علاج کا بیل اسے ادا کرنا تھا۔

یہی صورت حال کرٹل مودی کی بھی تھی، جس کے پاس وہ جا بھی نہیں سکا تھا۔ وقت کم تھا

اور کام زیادہ۔

دپیک نے ڈاکٹر کو اپنی پیٹ کی تکلیف کے بارے میں بتایا۔ ”اگر تمہیں زندہ رہنا

ہے تو سے نوشی، تمباکو نوشی ترک کر دو۔ پریشانیوں اور عدم تحفظ کے احساس سے پیچھا چھڑا

لو۔“

”مجھے عدم تحفظ کا احساس کیوں ہونے لگا۔“ دپیک نے احتجاج کیا۔

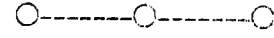
”تمہیں اندازہ نہیں، یہ احساس ہر شخص کو ہوتا ہے۔ شرت کی خواہش اس کی

دلیل ہے۔ اس کے ذریعے آدمی خود کو لافانی بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ



انسان حوصلہ مند ہوتا تو اپنی بزدلی اور خوف کا اعتراف کر لیتا لیکن وہ اندر سے بزدل اور خوفزدہ ہے، اس لئے اس کے لئے بہادری کا مظاہرہ ضروری ہے۔ خوف آدمی کو کہیں نہ کہیں ضرور کاٹتا ہے۔ تمہارے کہیں میں اس کا ہدف معدہ ہے۔ جمعے کو تمہارا ایک سرے اور تفصیلی معائنہ ہو گا۔ صبح نو بجے، دیر نہ کرنا اور ناشتا کئے بغیر آنا، اگر تم نہ آئے تو میں اگلے ماہ تمہارا آپریشن کروائے بغیر نہیں مانوں گا۔

”میں پہنچ جاؤں گا۔“ دیکھ نے یقین دلایا۔ اندر ہی اندر وہ کھول رہا تھا کہ اس نے اپنی قسمت کی یاگیں دوسروں کو سونپ دی ہیں۔ اب اسے دوسروں کے ہاتھوں میں کھینٹنا ہے۔



”اب بینک میں صرف تیرہ ہزار روپے ہیں اور تمہیں انکم ٹیکس بھی ادا کرنا ہے۔“  
وہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ ”مقروض کتنے ہو، اس کا مجھے اندازہ نہیں۔“  
”میرا خیال تھا.....“

”تم ہمیشہ کہتے ہو۔ خرچ ہمیشہ ایسے کرتے ہو، جیسے تمہیں کل کا دن دیکھنا ہی نہیں۔ بھائی دیکھ، بینک کا اکاؤنٹ صرف رقم نکالنے کے لئے نہیں ہوتا، کبھی کبھی رقم جمع بھی کرانا چاہئے۔“

”لیکن من مورت ایوارڈ ملنے کے بعد۔“

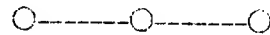
”درست ہے لیکن اگر تم محروم رہ.....“

”یہ ناممکن ہے۔ ایوارڈ تو سمجھ لو میری جیب میں پڑا ہے۔“ دیکھ نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”چلو مان لیا لیکن کاؤنٹی والوں کی فلم قبول کرنے میں کیا ہرج ہے۔ جو پیش کی خواہش بھی تھی۔ تمہیں فوری رقم کی ضرورت ہے دوست۔“

”میں خطرہ مول لوں گا، انکم ٹیکس کی ادائیگی میں پہلے ہی تاخیر ہوتی رہی ہے۔“

”تم جانو، جو تمہاری مرضی۔“



دیکھ، راجیش کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ راجیش کے ساتھ ایک دبلا پتلا نوجوان بھی تھا جس کا نام آکاش تھا۔ راجیش نے تصدیق کر دی کہ حمید، دیکھ کا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔  
”میرے خیال میں وہ اچھا پریس ایجنٹ تھا بھی نہیں۔ صرف تمہارے ہی ساتھ چل سکتا تھا، بہر حال، اب آکاش تمہارا پریس ایجنٹ اور سیکرٹری ہو گا۔“ راجیش نے بتایا۔  
”ایوارڈ کے سلسلے میں میری پوزیشن بہت اچھی ہے۔“ دیکھ نے بتایا۔

”یقیناً“ دوسروں کی کوشش کے باوجود اچھی ہے۔ قسمت نے تمہارا ساتھ دیا ہے لیکن ہم تمہاری مہم کو بہتر اور منظم طور پر ہینڈل کر سکیں گے۔“ راجیش نے کہا۔ ”لیکن یہ سمجھ لو کہ اس ایوارڈ کے عوض ہم تم سے دس ہزار لے گے۔“

”اضافی..... طے شدہ کمیشن کے علاوہ!“ دیکھ نے حیرت سے کہا۔ ”اور کوئی گارنٹی بھی نہیں؟“ راجیش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”اب اپنے خوبصورت منصوبے کے بارے میں بھی بتاتے چلو۔“

”اب تمہاری طرف سے کوئی اشتہار شائع نہیں ہو گا۔ ہر اشتہار میری طرف سے اور ہر روز۔ ادائیگی ظاہر ہے، تم کرو گے۔“

”یعنی مزید بیس ہزار؟“

”ہاں، میں دوئرز سے اپیل کروں گا کہ اداکار کے بجائے پرفارمنس کو ووٹ دیں، اسکیڈل پر فن کو ترجیح دیں۔ ہر اشتہار کے نیچے میرا نام ہو گا اور تم جاننے ہو کہ میرا نام

اہمیت رکھتا ہے۔

”بس کرو، میری طبیعت خراب ہو جائے گی۔“

”خواب تر بھی ہو سکتی ہے۔“ راجیش نے کہا۔ ”کچھ عجیب اتفاقات نے رونی، روپ کمار اور پریم راج کی پوزیشن ضرور خراب کر دی ہے لیکن تمہارے بارے میں بھی شکوک جنم لے رہے ہیں۔ تم کسی نہ طرح ہر اسکیڈنڈل میں ملوث رہے ہو۔ تمہارے ہاتھ صاف نہیں ہیں مگر میں تمہاری پوزیشن صاف کر سکتا ہوں، اس کی کچھ تو قیمت ہوگی۔“

”لعنت بھیجو صفائی پر۔“ دیپک نے غرا کر کہا۔ ”حقیقت یہ ہے کہ اب میرے مقابلے میں راجا رہ گیا ہے..... اورنگ زیب۔ اسے ایورڈ کی پروا نہیں اور نہ اس نے ہم میں حصہ لیا ہے۔“

”لیکن وہ جس اسٹوڈیو کا حصہ دار ہے، وہ اسے ایوارڈ دلوانا چاہتا ہے۔“ راجیش نے تیز لہجے میں کہا۔ ”آگ، انہی لوگوں کی قلم ہے اور بہترین قلم کے لئے بھی منتخب ہوئی ہے، کچھ سمجھے؟ دیگر فلمیں اداکاروں کے ذاتی اداروں کی ہیں لیکن آگ، امپیرل اسٹوڈیو والوں کی قلم ہے۔ ان کے نزدیک ہر ایوارڈ اسٹوڈیو کی ساکھ کا مسئلہ ہے۔“

”تو وہ کیا کر لیں گے؟“

”اکیڈمی کے ممبروں میں متعلق اسٹوڈیوز سے مختلف بہت لوگ ہیں، وہ اسٹوڈیو کو ترجیح دیں گے کیونکہ یہ تمام اسٹوڈیوز کی ساکھ کا مسئلہ ہے اور وہ ممبرز اسٹوڈیو سے متعلق ہیں۔ تم یہ سیاست سمجھ ہی نہیں سکتے جب کہ میں اس سے لڑ بھی سکتا ہوں۔ میری پشت پناہی تمہارے لئے ضروری ہے ورنہ خود کو ختم سمجھو۔“

”تم جو جی چاہے، سمجھتے رہو، میں نے اشتہار تیار کر لیا ہے۔“ دیپک نے اپنی جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”میں یہ اشتہار خود شائع کرواؤں گا۔ لوگ اسٹوڈیوز کے چکر میں نہیں آئیں گے۔“

”وہ تمہارے چکر میں بھی نہیں آئیں گے دیپک پٹیل، تم بدبودار ہو اور ہر شخص کو یہ بدبو محسوس ہو رہی ہے۔“ راجیش نے سرد لہجے میں کہا۔

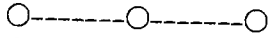
”اورنگ زیب نے اکیڈمی اور اس کے ممبرز کو برا بھلا کہہ کر خود کشی کر لی تھی۔“

”لیکن اس نے جو کچھ کہا، سچ تھا۔“ راجیش نے زور دے کر کہا۔ ”ممکن ہے“

اکیڈمی کے ممبرز کو اس تنقید کی ضرورت ہو۔ کم از کم اورنگ زیب سچا اور دیانت دار تو ہے، وہ بدبودار نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے راجیش میرا اور اپنا معاملہ ختم سمجھو۔“

”اوکے دیپک، مجھے افسوس ہے، میرا خیال تھا، تم بڑے اشار ثابت ہونے والے ہو۔“ راجیش نے بے پروائی سے کہا۔



جولیا اسپتال سے ڈسچارج ہو کر اپنے فلیٹ پہنچ گئی۔ تاہم وہ چلنے پھرنے کے قابل اب بھی نہیں تھی۔ دیپک کو اس کے لئے نرس کا کل وقتی بندوبست کرنا پڑا۔ اس کے بعد دیپک نے کرنل مودی کے اسپتال کا رخ کیا۔ پتا چلا کہ وہ بھی ڈسچارج ہو کر گھر جا چکا ہے۔ دیپک کو محسوس ہوا کہ کرنل سے اس کے تعلقات خطرے میں پڑ گئے ہیں۔

گھر پہنچ کر دیپک نے فیاض کو فون کیا۔ ”کو دوست، کامنی کا کچھ پتا چلا؟“ دیپک نے بے تابی سے پوچھا۔

”تمہیں پہلی فرصت میں کلکتے آنا ہو گا، میں فون پر کچھ نہیں بتا سکتا۔“

دیپک خوفزدہ ہو گیا۔ ”وہ خیریت سے تو ہے نا؟“

”ہاں لیکن تمہیں فوری طور پر کلکتے پہنچنا ہے، یہ ضروری ہے۔“

”اوکے۔“

”فلائٹ کے متعلق بتا دینا۔ میں ایئر پورٹ پر تمہیں ریسیو کر لوں گا۔“ دیپک

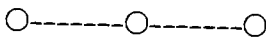
ریسیور رکھ کر اوم ناتھ کی طرف مڑا۔ ”میں نے اسے تلاش کر لیا لنگور۔“ اس نے چمک کر کہا۔

”مجھے خوشی ہوئی صاب جی۔“

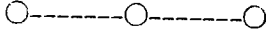
”پتا نہیں کیوں۔“ دیپک نے آہستہ سے کہا۔ ”لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”کیا بات ہے صاب جی؟“ اوم ناتھ فکر مند ہو گیا۔

”یہی تو مجھے معلوم نہیں۔“ دیپک نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔



”ان کا انداز؟ میرا مطلب ہے، ممکن ہے وہ پرانے دوست ہوں!“  
 ”انداز سے تو ایسا لگتا ہے، جیسے زندگی میں پہلی بار محبت سے آشنا ہوئے ہوں۔“



دپک نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ وہ استقبالیہ کی طرف بڑھ گیا۔ ”میرا نام دپک پٹیل ہے، میری بیوی یہاں مقیم ہے؟“ اس نے کلرک سے کہا۔  
 ”جی ہاں۔“ کلرک نے جواب دیا۔ ”کمر نمبر ۱۱۳۔“  
 ”چالی دے دو مجھے، میں اس کی نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔“

خاصی ہچکچاہٹ کے بعد کلرک نے ڈپلی کیٹ چالی دی۔ دپک سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ کامنی کا کمرہ پہلی منزل پر تھا۔ ۱۱۳ نمبر کمرے کے دروازے پر وہ ٹھنکا۔ پہلے اس نے دستک دینے کے متعلق سوچا لیکن پھر چالی استعمال کر کے بڑی آہستگی سے دروازے کو دھکیلا۔ اندر تاریکی تھی۔ اس نے بڑی نرمی سے دروازہ بند کیا اور لائٹ آن کر دی۔  
 لیکن وہ نہ بستر میں تھے اور نہ قابل اعتراض حالت میں۔ وہ دونوں تو کمرے کی کھلی کھڑکی سے چودھویں کے چاند کو بچوں کی طرح تک رہے تھے۔ وہ آہٹ سن کر چوٹے۔ دونوں نے ایک ساتھ پلٹ کر دیکھا۔ تب دپک کو اندازہ ہوا کہ کامنی کے ساتھ کھڑا ہوا مرد اس کا بہترین دوست حمید ہے۔..... یہی۔

”ہیلو دپک۔“ کامنی نے نرم لہجے میں کہا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ یہ سب کچھ تمہارے لئے بے حد مایوس کن ثابت ہوا ہو گا۔ پہلے سے فون کر دیتے تو ہم تمہارے شایان شان کوئی قابل اعتراض منظر پیش کرتے۔ اب اس سے پہلے کہ میں استقبالیہ کلرک کو فون کروں، اس کمرے سے نکل جاؤ۔“

دپک نے حمید کو خونخوار نگاہوں سے دیکھا لیکن حمید بھی پلکیں جھپکائے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر وہ آگے بڑھ آیا۔

”ذلیل.....“ دپک نے اسے گالیاں سنا ڈالیں۔ ”پشت سے وار کیا ہے تو نے۔“ اس نے بڑی نفرت سے کہا۔

”دپک!! احقناہ اور گھنیا باتیں مت کرو۔“ کامنی نے اسے ٹوکا۔

فیاض اس کا منتظر تھا۔ وہ بے حد تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے دپک کو گلے لگا لیا۔ ”کیسے ہو دوست؟“  
 ”ٹھیک نہیں ہوں۔“

فیاض اسے باہر لے آیا۔ ٹیکسی روک کر اس نے ڈرائیور کو پرنس ہوٹل چلنے کی ہدایت دی۔ وہ دونوں عقبی نشست پر بیٹھ گئے۔

”اب مجھے بتاؤ نا کامنی کے بارے میں۔“ دپک نے بے تابی سے کہا۔

”جلدی کیا ہے، بتا دوں گا، فی الوقت مناسب نہیں ہے۔“

”اوہ۔ تو معاملہ سنگین ہے؟“

”یہی سمجھ لو۔“

”کیوں؟ کہاں ملی وہ؟ کسی فحش خانے میں؟“

فیاض نے بڑی بدمزگی سے اسے دیکھا۔ ”ایسا مت سوچو، تمہاری بیوی ایسی تو نہیں ہے۔“

”میں جانتا ہوں، وہ ایسی نہیں لیکن وہ مجھ سے خفا ہے۔ وہ نفسیاتی مریض بھی ہے، کچھ ماضی کا چکر ہے، وہ بات بات پر خود کو سزا دینے پر تل جاتی ہے۔ اس طرح وہ خود کو ہی نہیں، مجھے بھی سزا دے سکتی ہے۔ اس لحاظ سے اس سے یہ بھی بعید نہیں، وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔“

”میرا خیال تھا، تمہیں اس سے محبت ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں، میری باتوں پر نہ جاؤ، قصور میرا تھا، میں خوفزدہ ہوں، میں نے خطا کی ہے اور وہ مجھ سے انتقام بھی لے سکتی ہے۔“

”اوکے، تو سنو! وہ اپنی خالہ کے پاس نہیں گئی۔ ہوٹل پرنس میں مقیم ہے وہ۔“

فیاض نے دپک سے نظریں ملائے بغیر کہا۔

”تمہارا..... تمہارا مطلب ہے، وہ تنہا نہیں ہے؟“ دپک نے لرزیدہ آواز میں

پوچھا۔ ”کس کے ساتھ رہ رہی ہے وہ؟“

”نام تو مجھے معلوم نہیں، بہر حال، مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی ہوٹل میں ٹھرا ہوا

ہے۔ وہ زیادہ وقت تمہاری بیوی کے ساتھ گزارتا ہے۔“

”تم ادا فروش عورتوں سے بھی بدتر ہو۔“ دپیک نے کہا اور مغفلات بکنے لگا پھر وہ کامنی کی طرف لپکا لیکن حمید درمیان میں آگیا۔ دپیک کا ہاتھ اٹھایا تھا کہ حمید کا گھونسا اس کے جڑے پر پڑا۔ وہ چیخ مار کر اٹھا اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

کچھ دیر بعد اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ بستر پر دراز تھا۔ حمید کمرے میں موجود نہیں تھا البتہ کامنی کچھ دور کھڑی تھی۔ اس کا جڑا دکھ رہا تھا اور پیٹ میں بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ اسے کمزوری کا احساس ہونے لگا۔ حمید کے صرف ایک گھونسنے نے اسے زمین چٹادی تھی حالانکہ وہ حمید کو مار مار کر اس کا بھر کس نکال سکتا تھا۔ ایک بار ایسا ہو بھی چکا تھا۔

”کیوں سی؟ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟“ اس کے لہجے میں بے بسی تھی، نکست خور دگی تھی۔

”وجہ تم جانتے ہو۔“ کامنی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ”تم نے ڈولی پر ہاتھ.....“

”میں نے کچھ نہیں کیا، یقین کرو کہ میں نشتے میں تھا۔“

”یقین رکھو، میرے اور حمید کے درمیان بھی کچھ نہیں ہوا۔“

”جھوٹ بول رہی ہو تم، تمہارے جاتے ہی وہ ذلیل میرا ساتھ چھوڑ گیا۔“

کامنی نے بڑھ کر ڈریسر کی دراز سے تاش کی گڈی کا ایک بکس نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمیشہ مجھ سے محبت کرو گے۔ اب پتا چلا کہ ہمیشہ تو مختصر ترین عرصے کو کہتے ہیں۔“ کامنی نے نرم لہجے میں کہا۔ ”یا شاید تمہیں اپنی باتیں یاد نہیں رہیں، شاید تمہارے نزدیک وہ مکالے ہوتے ہیں۔ زندگی تمہارے نزدیک ایک اسکرین پلے ہے۔ تمہارے خیال میں لوگ بھی وہی کچھ محسوس کرتے ہیں، جس کا مشورہ انہیں مصنف اور ہدایت کار دیتا ہے۔ تم دہری شخصیت والے شکاری ہو۔ ہم رنگ زمیں دام بچھاتے ہو..... اور اپنا دام تم خود ہی ہو۔ شکار کی پسند کا پیکر اختیار کر لیتے ہو۔ تمہاری بد قسمتی یہ ہے کہ ڈولی شکار ہونا ہی نہیں چاہتی تھی ورنہ کوئی گڑبڑ نہ ہوتی.....“

نہیں دپیک، مجھے کہنے دو کیونکہ یہ اس فلم کا آخری سین ہے۔ میں تمہیں زیادہ نہیں جانتی۔ جتنا تم نے چاہا صرف اتنا ہی جان سکی میں تمہیں لیکن جب میں تم سے ملی، ان دنوں میں تم سے بیک وقت محبت اور نفرت کرتی تھی۔ مجھے وجدانی طور پر علم تھا کہ تم کیا ہو،

کیسے ہو، میری نفرت کا سبب یہی تھا لیکن میں اپنی محبت سے ہار گئی۔ اور سنو دپیک! مجھے علم ہے کہ تم نے تاش کی گڈی نہیں جلائی تھی، تم نے وہ پتے خود پوسٹ کئے تھے۔“

دپیک نے باکس کھول کر دیکھا۔ اس میں اسی گڈی کے دونوں جوکر موجود تھے، جس کے باؤں پتے اس نے مختلف لوگوں کو پوسٹ کئے تھے۔ وہ حیران رہ گیا۔ کتنی بڑی حماقت تھی۔ اس نے وہ دونوں جوکر پوسٹ نہیں کئے، شاید اس لئے کہ ان میں ایک حمید کے نام تھا اور دوسرا کامنی کے نام، اور وہ حق داروں تک پہنچ گئے تھے۔

”سی، بھگوان کے لئے.....“

”بھگوان کے لئے نہیں، دپیک پٹیل کے لئے کہو۔“ کامنی کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ”تم آپ اپنے بھگوان ہو۔ تم نے آپ اپنی دنیا تخلیق کی ہے۔ وہ خوفناک اور بھیانک دنیا ہے لیکن تاثر اچھا چھوڑتی ہے۔ دور سے خوشنما لگتی ہے، وہ لوگوں کو راستہ دکھاتی ہے، رہنمائی کرتی ہے ان کی۔ کم از کم تمہاری دنیا نے مجھے اور حمید کو راستہ دکھایا ہے، ہمیں اپنی طاقت کا احساس دلایا۔“

”سی، ہم پلٹ کر نہیں دیکھیں گے..... قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔“ دپیک گڑگڑانے لگا۔

”یہ درست ہے، میں ماضی کو بھلا چکی ہوں۔ اور تم..... تم ماضی ہو۔“

”مجھے ایک موقع دے کر دیکھو۔“

”آدمی کبھی موقع ملنے کا محتاج نہیں ہوتا، وہ موقع خود پیدا کرتا ہے۔“ کامنی نے حمید کے بارے میں کسی ہوئی دپیک کی بات اس کو لوٹا دی۔ ”دپیک، اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔“

”تم جانتی ہو کہ طلاق نہیں لے سکتیں۔“

”یہ تمہاری بھول ہے۔ میں حمید سے شادی کے لئے اسلام قبول کر لوں گی۔“

تمہارے اور میرے پھیرے خود بخود غیر موثر ہو جائیں گے۔“

”اور میرا یوارڈ.....“

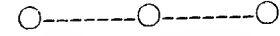
”میں اسی انتظار میں ہوں۔ میں تمہارے یوارڈ کے امکانات ختم نہیں کرنا چاہتی۔“

بس اب تم چلے جاؤ۔ میں آئندہ تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔“

”اوکے، مجھے کوئی پروا نہیں، تم محض ایک عورت ہو اور دنیا میں اس مخلوق کی کمی نہیں، میں جا رہا ہوں۔“

”گڈ لگ۔“ کامنی نے کہا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



دپک گھر پہنچا تو اس کا برا حال تھا۔ گزشتہ چھتیس گھنٹے اس نے ایک قحبہ خانے میں گزارے تھے۔ اس عرصے میں اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ صرف شراب اور سگریٹ پر گزارا کیا تھا۔

”بیگم صاب مل گئیں صاب جی؟“ اوم ناتھ نے پوچھا۔

”مل بھی گئی اور میں اسے بھول بھی گیا، تم بھی بھول جاؤ او اس ہونے کی ضرورت نہیں۔ بوتل کھولو اور جام بناؤ اب ہم آزاد ہیں۔“

”جھگوان۔“ اوم ناتھ نے سرگوشی میں کہا اور وہاں سے کھسک لیا۔

دپک اخبار پڑھتا رہا۔ سلمیٰ اور پریم راج اس پر کیس کرنے والے تھے۔ بھگوان! یہ کیا؟ کرنل مودی نے روپ کمار سے مصالحت کر لی۔ غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں۔ کرنل نے اخباری نمائندوں سے کہا۔ غلطی صرف روپ کمار کی نہیں، میری بھی تھی۔ لہذا ہمیں اپنی غلطیوں کو بھول جانا چاہئے، لیکن دپک کو کوئی پروا نہیں تھی۔ روپ کمار کو جو نقصان پہنچنا تھا، پہنچ چکا تھا۔

دپک کو یاد تھا کہ آج ایوارڈ کے بیلٹ پیپرز پوسٹ کیے جائیں گے۔ وہ پیتا رہا اور اوم ناتھ اس کی حالت دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہا۔ دپک کے چہرے کی سپیدی سے اسے تشویش ہو رہی تھی۔

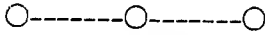
”دفع ہو جا یہاں سے۔“ دپک نے اسے ڈانٹ دیا پھر اس نے اخبار کا وہ صفحہ کھولا جس میں اس کا آخری اشتہار چھپا تھا۔ وہ اس کی ایوارڈ کے سلسلے میں خفیہ ممبر کا اختتامیہ تھا۔

اراکین من مندر آرٹس اکیڈمی!

آپ کو آخری بار زحمت دے رہا ہوں، معذرت کے ساتھ۔ التجا ہے کہ بہترین آدمی کے بجائے بہترین پر فارمنس دینے والے فنکار کو ووٹ دیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی نے فٹے میں آپ کو برا بھلا کہا ہے..... یا کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے..... یا دوسروں کو اسکینڈل میں ملوث کیا ہے۔ میری تاش کی گڈی والی مجبور حماقت کو بھی بھول جائیے۔ بات فن کی ہے تو اسے انسانیت کی نہیں، فن کی کسوٹی پر پرکھیے، بہت اچھے انسان کے لئے بہت اچھا فنکار ہونا ضروری ہے نہ بہت اچھے فنکار کے لئے بہت اچھا انسان ہونا۔ آپ کے ووٹ کی حق دار صرف پر فارمنس ہونی چاہئے۔

خلوص کیش، دپک ٹیل (اداکار)

وہ اپنی تحریر پڑھ کر حیران ہوتا رہا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اتنا اچھا لکھ سکتا ہے۔ اچانک اسے کھانسی آئی۔ وہ اشتہار پر خون دیکھ کر دہل گیا۔ کھانسی کا ایک اور جھٹکا۔ اخبار سرخ ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کرسی سے ڈھے گیا۔ اوم ناتھ چیخا ہوا اسے سنبھالنے کے لئے لپکا۔



من مندر آڈیٹوریم روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ دپک بارہویں قطار میں بیٹھا تھا، اسٹیج سے بہت قریب۔ اس کے ساتھ اندرا تھی، جو بہترین معاون اداکارہ کے ایوارڈ کے لئے نامزد کی گئی تھی۔ تقریب ٹھیک ساڑھے چھ بجے شروع ہوئی تھی۔

دپک پہلے کے مقابلے میں بھاری ہو گیا تھا۔ اسپتال سے واپسی کے بعد اس کے وزن میں سات پونڈ کا اضافہ ہوا تھا۔ السر کے آپریشن کے بعد کا ایک مہینہ اس نے بڑی احتیاط سے بسر کیا تھا۔ اس دوران اس نے نہ سگریٹ پیا تھا اور نہ شراب۔ اس رات بھی اس کی جیب میں بوتل موجود تھی لیکن اس میں شراب نہیں بلکہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دودھ تھا۔ ابتدا میں نکتہ کی نوعیت کے ایوارڈ دیئے گئے۔ وہ بور ہوتا رہا۔ بات صرف بوریت کی نہیں، اعصابی کشیدگی کی بھی تھی، جو اس کے لئے بہر حال مضر تھی۔ اس نے بوتل نکالی اور دودھ کے چند گھونٹ پی کر خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ ایوارڈ کی تقسیم کا سلسلہ آہستہ آہستہ اہم نوعیت کے ایوارڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تھا۔

دیکھ ایک لمحے کے لئے فکر مند ہوا۔ اس خدشہ تھا کہ سرلادیوی اسے مورتی دیتے وقت کوئی نہ کوئی بے ہودہ بات ضرور کہے گی، لیکن پھر اسے خیال آیا کہ سرلادیوی کے نزدیک من مورت ایوارڈ بد بختی کی علامت ہے۔ اس لحاظ سے وہ اسے ایوارڈ ملنے پر خوش ہوگی۔ وہ کہے گا۔ سرلاجی، شکریہ بھگوان آپ کو سکھی رکھے۔ آپ ہی نے مجھے سب کچھ سکھایا ہے، ورنہ میں آج یہاں کھڑا آپ سے یہ مورتی نہ لے رہا ہوتا۔ شکریہ سرلاجی شکریہ!

سرلادیوی نے پانچوں نام دہرائے پھر خاموشی چھا گئی۔ سرلادیوی نے دانستہ زیادہ توقف کیا تھا تاکہ اس کا ٹی وی اسکرین پر نظر آنے کا دورانیہ بڑھ جائے۔ ”مائی ڈیئر نریش۔ سرلادیوی نے سنسنی لہجے میں کہا۔ ”پلیز“ لفافہ بڑھاؤ ذرا۔“

پھر اس نے نام کا اعلان اتنے زور سے کیا کہ مائیک جھنجھٹا اٹھا۔ دیکھ کے قریب ہی کوئی شخص کھانسا۔ ایک شخص کو چھینک آگئی۔ کم از کم دیکھ کو تو الیکٹرونک آلات کے شور کے سوا کچھ سنائی نہ دیا۔ تاہم اس کے وجدان نے اسے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اب وہ نام دہرائے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ پھر دیکھ نے دوسری سمت کی تیسری قطار سے سفید بالوں والے ایک سر کو ابھرتے ہوئے دیکھا۔ وہ متعجب تھا کیونکہ وہ اورنگ زیب تھا جو آہستہ آہستہ اسٹیج کے بائیں جانب والی سیڑھیوں کی طرف جا رہا تھا۔

دیکھ کا منہ کھل گیا۔ اس نے اپنے ذہن پر ایوارڈ ہارنے کی صورت میں اپنے ممکنہ رویے کا اسکرپٹ تو لکھا ہی نہیں تھا۔ اسے احساس تھا کہ ہال میں موجود تمام لوگوں اور ٹی وی کیمرے کی نظریں اس پر جمی ہوئی ہیں۔ وہ بے ساختہ اور بلا ارادہ تالیاں بجانے لگا، پرجوش جارحانہ انداز میں۔ ارد گرد کے لوگ بھی تالیاں بجانے لگے۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اب بھی اپنی نشست پر نہیں بیٹھا ہے (حالانکہ وہ بیٹھ ہی نہیں سکتا تھا) تو وہ بھی کھڑے ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آڈیٹوریم میں موجود ہر شخص کھڑا ہو گیا۔ تالیوں کی گونج سے در و دیوار ہلے جا رہے تھے۔ اورنگ زیب نے ایوارڈ وصول کر کے حاضرین کا شکریہ ادا کیا تو تالیوں کا وہ طوفان رکا۔

بات مصنف تک پہنچ گئی۔ بہترین مصنف کا ایوارڈ پریم راج کی فلم فرشتہ کو ملا پھر بہترین ہدایت کار کا ایوارڈ بھی فرشتہ کے ہدایتکار سلیم کو ملا۔ دیکھ کا دل دھڑکنے لگا۔ فرشتہ کے لئے نامزد ہونے والے خوش قسمت ثابت ہو رہے تھے۔ بس دشواری یہ تھی کہ فرشتہ سے بہترین اداکاری کے لئے دو اداکار نامزد ہوئے تھے۔ دیکھ خود اور پریم راج۔ اس وقت تک فلم کو پانچ ایوارڈ مل چکے تھے۔

اب بہترین معلون اداکارہ کے ایوارڈ کا مرحلہ تھا۔ اندرا بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ اس ایوارڈ کے لئے فرشتہ سے نامزدگی نہیں تھی، اس لئے دیکھ بے فکر ہو گیا۔ اسے کاہنی کا خیال آگیا۔ کاہنی نے وعدہ نبایا تھا۔ اس نے آج مذہب تبدیل کیا تھا اور آج ہی شادی کی تھی۔ تقسیم ایوارڈ کے دن تاکہ اس کی ایوارڈ مہم متاثر نہ ہو۔ دیکھ کو معلوم تھا کہ اگلے روز کے اخبارات میں خبر چھپے گی اور اس کے بعد اسے وضاحتیں کرنا پڑیں گی۔ پریم راج نے مایوس ہو کر اس کے خلاف ہنگ عزت کا دعویٰ واپس لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پریم راج نے سلمیٰ کو طلاق دے دی تھی۔

تالیوں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ بہترین معلون اداکارہ کے لئے اندرا کا نام پکارا گیا تھا۔ فلم تھی جوگن۔ اندرا بہت خوش تھی۔ وہ ایوارڈ لے کر واپس نہیں آئی۔ شاید مبارک باد دینے والوں کے جوم میں گھر گئی تھی۔ دیکھ خوش ہو گیا۔ یہ اچھا شگون تھا۔ وہ جس کے ساتھ بیٹھا تھا، اسے ایوارڈ مل گیا تھا۔..... گویا..... گویا.....

بہترین معلون اداکار کا ایوارڈ سندھ دیس میں اکبر خان کو ملا۔ سندھ دیس، روپ کمار کی فلم تھی اور یہ اسے پہلا ایوارڈ ملا تھا۔

بہترین اداکارہ کے ایوارڈ نے دیکھ کو ہلا کر رکھ دیا۔ ششی کلا کو ایوارڈ ملنا حیرت انگیز تھا۔ اس نے بہت اچھی اداکاری کی تھی لیکن بنگال کی وہ فلم بری طرح فلاپ ہوئی تھی۔ اس ایوارڈ نے ثابت کر دیا تھا کہ اس بار اکیڈمی کے ممبروں نے صرف پرفارمنس کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ ششی کلا نو آواز بلکہ گنام اداکارہ تھی۔

اب دیکھ کی تھیلیاں پسینے سے بھگنے لگیں۔ جسم میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔ وہ اپنی قوتیں مجتمع کر رہا تھا۔ آڈیٹوریم میں خاموشی چھا گئی۔ بہترین اداکار کا ایوارڈ دینے کے لئے نریش کمار اور سرلادیوی کو اسٹیج پر بلایا گیا تھا۔ لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا

لیکن دپک کے ہاتھ نہیں رکے۔ وہ سرخ ہو گئے تھے لیکن وہ مشینی انداز میں تالیاں پیٹ رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور اس کے رخسار بھیگ گئے ہیں لیکن وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

اگلی صبح مشہور خاتون صفائی رینا نے اپنے کالم میں لکھا۔ کل رات دپک پٹیل نے اپنے سینئر ساتھی اور نگ زیب کو جس طرح دل کھول کر، کھڑے ہو کر داد اور تعظیم و تکریم دی، میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ دپک کا یہ شریفانہ انداز اور اسپورٹس مین شپ مثالی ہے۔ فلم انڈسٹری کے لوگوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہئے۔

===== ختم شد =====